آپ کے مسائل
اور ان کا حل
جلد دہم
متفرق مسائل
مولانا محمد یوسف لدھیانوی

قانونی مشیر اعزازی: ___ منظور احمد ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

اشاعت اول: ___ جولائی ۲۰۰۲ء

ناشر: ___ مکتبہ لدھیانوی

___ 18 سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

برائے رابطہ: ___ جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی کوڈ: 74400

___ فون : 7780337

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

بظاہر مئی ۱۹۷۸ء سے شروع ہونے والے مشہور زمانہ کالم: ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کا سفر ۱۸ر مئی ۲۰۰۰ء کے روز حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے سانحہ کے موقع پر پورا ہوگیا تھا، لیکن چونکہ دنیا بھر میں اس کی پھیلی ہوئی کرنیں تاحال ماند نہیں پڑیں، اور اس خزانۂ عامرہ کی باقیات اہل محبت کے سینوں اور ذہنوں میں محفوظ ہیں، بلکہ ۲۲ سال تک پوری آب و تاب سے بہنے والے اس بحر بیکراں کی موجوں سے چھلکنے والے آبِ زلال کا ذخیرہ اب بھی کاغذ و قرطاس کے تالابوں میں وافر مقدار میں موجود ہے، کچھ کی نشاندہی ہوگئی ہے، جبکہ کچھ ابھی تک پردۂ اخفاء میں ہیں، حضرت شہیدؒ کے متعلقین و منتسبین کی خواہش و اصرار تھا کہ ان جواہر پاروں، علوم و معارف اور فقہ و تحقیق کے شہ پاروں کو بھی یکجا کرکے امت مسلمہ کے سامنے لایا جائے۔

چنانچہ یہ کام جس طرح حضرتؒ کی زندگی میں آب و تاب سے جاری تھا، حضرتؒ کی شہادت کے بعد بھی بغیر کسی تعطل کے جاری رہا، اور حضرتؒ کی ہدایت کے

مطابق ''آپ کے مسائل'' کی دسویں جلد کا کام شروع کردیا گیا، بحمداللہ اب اس جلد کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، جس کے اہم ترین موضوعات تو وہی ہیں جن کی حضرت شہیدؒ نے خود اپنی زندگی میں نشاندہی فرمائی تھی، جن میں سے مسئلۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علوی مالکی کے بارے میں حضرت شہیدؒ کی تحریرات قابل ذکر ہیں، جبکہ اس کے علاوہ دوسرے وہ مسائل جو حضرتؒ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور وہ براہ راست سائلین کے پاس محفوظ تھے، یا جن کی نقول محفوظ کرلی گئی تھیں، اسی طرح چند وہ اہم مسائل بھی اس میں شامل کرلئے گئے ہیں، جو ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کی ترتیب کے بعد صفحۂ اقرأ میں شائع تو ہوگئے مگر کتابی شکل میں نہیں آئے تھے، یوں یہ جلد بھی نویں جلد کی طرح متفرق مسائل اور عنوانات پر مشتمل ہے۔

انشاء اللہ جب کتاب کی ترتیب جدید ہوگی تو اس جلد کے وہ مسائل جو عقائد و ایمانیات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور معاملات سے متعلق ہیں، وہ متعلقہ ابواب میں درج کردیئے جائیں گے۔ خدا کرے کہ وہ مبارک گھڑی بھی جلد آجائے کہ ہم کتاب کی تخریج اور تحقیق کے بعد اسے نئے سرے سے فقہی ابواب کی ترتیب پر لانے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے رفیق محترم مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب کی محنت و کاوش اور عرق ریزی سے تدوین و ترتیب کو نہ سراہوں، اللہ تعالیٰ موصوف محترم کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں، علاوہ ازیں مولانا نعیم امجد سلیمی، برادرم مولانا محمد طیب لدھیانوی، برادرم حافظ عتیق الرحمٰن لدھیانوی اور برادرم عبداللطیف طاہر بھی قابل مبارکباد ہیں کہ ان حضرات کی سعیٔ جمیلہ سے یہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچی، رب کریم ہمارے حضرت شہیدؒ اور ہم سب کے لئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

خاکپائے حضرت لدھیانوی شہیدؒ

محمد جمیل خان

نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائمہ اربعہ کا مسلک برحق ہے:

س...... آپ نے اپنی کتاب میں فقہ حنفی کو ہی گویا معیارِ نجات قرار دیا ہے، سوال یہ ہے کہ دوسرے ائمہ ثلاثہ کے متبعین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں جہاں رہتا ہوں وہاں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں اور میری زندگی بھی امام شافعیؒ کی تقلید میں گزری ہے، میں اپنی زندگی بھر کی عبادات کے بارے میں پریشان ہوں، کیا میرے لئے مسلک کی تبدیلی ضروری ہے؟ اور یہ بظاہر مشکل ہے، کیا امام شافعیؒ کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے؟ میری اس الجھن کو دور فرمادیں۔

ج...... آنجناب کی سلامتیٔ فہم اور حق پسندی سے جی خوش ہوا، حق تعالیٰ شانہ مجھے اور آپ کو اپنی رضا و محبت نصیب فرمائیں۔

حضرت امام شافعیؒ چار ائمہ میں سے ایک ہیں، اور چاروں امام برحق ہیں، ان کے درمیان حق و باطل کا اختلاف نہیں، بلکہ راجح و مرجوح کا اختلاف ہے، میں چونکہ حنفی ہوں اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو اقرب الی الکتاب والسنۃ سمجھتا ہوں، اور امام شافعیؒ اور دیگر اکابر ائمہ کے مسلک کو بھی برحق مانتا ہوں، ان اکابر میں سے جس کے ساتھ اعتقاد و اعتماد زیادہ ہو اسی کے مسلک پر عمل کرتے رہنا انشاء اللہ ذریعۂ نجات ہے۔

چونکہ آپ کی طویل زندگی حضرت امام شافعیؒ کے مسلک حقہ پر گزری ہے،

اور چونکہ آپ جس علاقہ میں رہتے ہیں وہاں فقہ شافعیؒ کے مسائل بتانے والے بہ کثرت ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ کے لئے فقہ شافعی کی پیروی میں سہولت ہے، آپ اسی کو اختیار کئے رہیں۔

کتاب و سنت کے نصوص کی تطبیق میں حضرات ائمہؒ کا نقطہ نظر مختلف ہوتا ہے، اس لئے امام شافعیؒ کا پہلو بھی یقیناً قوی ہوگا، اور آپ کے لئے بس اتنا عقیدہ کافی ہے، اور اگر آپ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اختیار کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً اس کا بھی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ فقہ حنفی کے مسائل بتانے والا کوئی شخص میسر ہو۔

پیری مریدی بذاتِ خود مقصود نہیں:

س…… چند ماہ قبل حضرت نے میرے ایک عریضہ پر کتاب ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' کا مطالعہ کرنے کے لئے فرمایا تھا، چنانچہ ہم نے اس کتاب کو بہت غور سے پڑھا اور بہت ہی مفید پایا، الحمدللہ! اس کے مطالعہ سے میرے بہت سے اشکالات دور ہوگئے اور بہت سی باتوں کے متعلق ذہن صاف ہوگیا، خاص کر ایک بہت ہی اصولی بات سمجھ میں آگئی اور دلنشین ہوگئی کہ جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہوجائے، بعض علماء سنت کہتے ہوں اور بعض بدعت، تو ترک سنت فعل بدعت سے بہتر ہے (صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶) یہ بالکل بے غبار اصولی بات ہے اور احتیاط پر مبنی ہے کیونکہ دفع مضرت ہر حال میں مقدم اور اولیٰ ہے، اب صرف ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی باتیں تو بہت ساری ہیں جن میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، یہاں تک کہ جو مروجہ پیری مریدی کا سلسلہ ہم لوگوں کے یہاں ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے اس کو بہت ہی ضروری سمجھا جاتا ہے، اس کو بہت سے علماء خاص کر علمائے عرب تو بدعت ہی کہتے ہیں، بلکہ اس کو پیر پرستی اور شرک تک کہتے ہیں۔ تو اس اصول کے تحت تو یہ سب قابل ترک ہوجائیں گے، امید ہے کہ حضرت اس کے متعلق کوئی بہت ہی واضح بات ارشاد فرماکر

تسلی فرمادیں گے، کیا اس مروجہ پیری مریدی کے لئے کوئی واضح حکم قرآن مجید یا حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث وارشادات میں موجود ہے؟ یا چاروں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے اس طریقہ کو دین کے فرائض و واجبات میں شامل کیا ہے؟

دوسری بات یہ تو ظاہر ہے کہ دین میں کوئی نئی بات جو قرآن و سنت اور تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا ائمہ مجتہدین کے اجتہاد سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی نئی بات یا طریقہ دینی مقاصد کے حصول کے لئے بطور تدبیر اختیار کیا جائے تو وہ بدعت نہیں ہے، یعنی احداث فی الدین تو بدعت ہے اور احداث للدین بدعت نہیں ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر بدعات کی ابتدا للدین ہی کر کے ہوئی ہے اور رفتہ رفتہ عوام نے اس کو دین کا حصہ بنالیا اور پھر علماء کرام نے ان کو بدعات کہنا شروع کردیا۔ مروجہ قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، سوئم وغیرہ یہ جتنی بدعات ہیں سب میں کوئی نہ کوئی دینی فائدہ منسوب کیا جاسکتا ہے، کچھ نہیں تو یہی کہ اس طرح آج کل غفلت زدہ لوگوں کو بھی کبھار قرآن مجید کی تلاوت کا موقع مل جاتا ہے، اس طرح تو ساری بدعات کا جواز نکل آئے گا، امید ہے حضرت کے واضح ارشادات سے میرے یہ سب اشکالات دور ہوجائیں گے، اپنے جملہ دینی و دنیوی امور کے لئے حضرت سے دعاؤں کی بھی درخواست ہے۔

ج…… بہت نفیس سوال ہے، بڑا جی خوش ہوا، جواب اس کا اجمالاً آپ کے نمبر۲ میں موجود ہے، ذرا سی وضاحت میں کئے دیتا ہوں: متعارف پیری مریدی بذات خود مقصد نہیں، اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے بہت سے امراض کی آدمی خود تشخیص نہیں کرسکتا، اور بیماری کی تشخیص بھی کرلے تو اس کا خود علاج نہیں کرسکتا، مثلاً مجھ میں کبر، یا عجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا علاج کس طرح کروں؟ تو کسی شخص محقق متبع سنت سے اصلاحی تعلق قائم کرنا اس مقصد کی تحصیل کے لئے ہے، اور بیعت، جس کو عرف عام میں پیری مریدی کہا جاتا ہے، محض اصلاحی تعلق کا معاہدہ ہے، مرید کی جانب سے

طلب اصلاح کا اور شیخ کی جانب سے اصلاح کا، اگر کوئی شخص ساری عمر بیعت نہ کرے، لیکن اصلاح لیتا رہے تو کافی ہے، اور اگر بیعت کرلے لیکن اصلاح نہ کرائے تو کافی نہیں۔ الغرض بیعت سے مقصد اصلاح ہے اور اصلاح کا واجب شرعی ہونا واضح ہے، اور مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں نفس کی مثال بچے کی ہے، چنانچہ استاذ اگر مکتب کے بچوں کے سر پر کھڑا رہے تو کام کرتے ہیں، ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو ذرا کام نہیں کرتے، اگر آدمی کسی شیخ محقق کو اپنا نگران مقرر کرلے تو نفس کام کرے گا، اور اگر اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو کام کے بجائے لہو و لعب میں لگا رہے گا۔

علاوہ ازیں سنت اللہ یہ ہے کہ آدمی صحبت سے بنتا ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صحبت نبویؐ کا شرف حاصل ہوا تو کیا سے کیا بن گئے، اگر کسی متبع سنت شیخ سے تعلق ہوگا تو اس کی صحبت اپنا کام کرے گی، اس لئے حضرات صوفیاءؒ کی اصطلاح میں بیعت کو "سلسلۂ صحبت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا علم و عمل کے ساتھ صحبت کا سلسلہ بھی آنحضرت ﷺ سے متوارث چلا آتا ہے، الغرض بیعت و ارشاد کو بدعت سمجھنا صحیح نہیں، بلکہ یہ دین پر پابند رہنے کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم

ائمہ اجتہاد واقعی شارع اور مقنن نہیں:

س …… "اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ" اس کے مصداق تو ہم سب مقلدین بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو ہمارے مفتی حرام و حلال بتاتے ہیں ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، ہم خود نہیں جانتے وہ صحیح کہہ رہے ہیں یا غلط؟ خصوصاً اس آیت کے مصداق وہ غالی مریدین بھی ہیں جو اپنے پیر کا حکم کسی صورت نہیں ٹالتے، چاہے وہ صریح خلاف شریعت ہو، ان کے غلط اقوال کی دور از کار تاویلوں سے صحت ثابت کرتے ہیں۔

ج ...... اگر کوئی احمق ائمہ اجتہاد رحمہم اللہ کو واقعتاً شارع اور مقنن سمجھتا ہے تو کوئی شک نہیں کہ وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہے، لیکن اہل اصول کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "القیاس مظهر لا مثبت." یعنی ائمہ اجتہاد کا قیاس و اجتہاد احکام شرعیہ کا مثبت نہیں بلکہ "مظهر من الكتاب والسنّة" ہے، جو احکام صراحتاً کتاب و سنت میں مذکور نہیں اور جن کے استخراج اور استنباط تک ہم عامیوں کے علم وفہم کی رسائی نہیں، ائمہ اجتہاد کا قیاس و استنباط ان احکام کو کتاب و سنت سے نکال لاتا ہے، تقلید کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہم لوگوں کا فہم کتاب و سنت کے ان احکام تک نہیں پہنچتا، پس اتباع تو دراصل کتاب و سنت کی ہے، ائمہ اجتہاد کا دامن پکڑنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ ہم اتباع کتاب ہدیٰ کے بجائے اتباع ہوا کے گڑھے میں نہ گر جائیں اور اکابر مشائخ کی لغزشوں کی تاویل اس لئے ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن قائم رہے، اس لئے نہیں کہ ان کی ان لغزشوں کی بھی اقتدا کی جائے۔

ائمہ اربعہ حق پر ہیں:

س...... ایک صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے جن کا جواب آپ نے قرآن و حدیث سے نہیں دیا بلکہ ہر سوال کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ہمارے نزدیک یہ ناجائز ہے، یا ہمارے نزدیک یہ جائز ہے، کہیں آپ نے لکھا ہے کہ حنفی کے نزدیک اس کا جواب یوں ہے، اس جواب سے میں نے اندازہ کیا کہ آپ نبی کو نہیں مانتے ہیں، کیونکہ اگر آپ اللہ اور رسول کو مانتے تو یہی کہتے کہ قرآن و حدیث میں اس طرح ہے، یا یہ کہتے کہ نبی نے اس طرح کیا ہے، فلاں حدیث سے ثابت ہے اور فلاں حدیث سے یہ کام منع ہے؟

ج...... چونکہ ہمارے یہاں اکثریت حنفی حضرات کی ہے اور یہ ناکارہ خود بھی مجتہد نہیں بلکہ امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہے، اس لئے لازمی ہے کہ فتویٰ اس کے موافق دیا جائے گا، اور ائمہ مجتہدینؒ سب کے سب قرآن و سنت کے متبع تھے، اس لئے جب ہم کسی امام

مجتہد کا حوالہ دیں گے تو گویا یہ قرآن وسنت کا حوالہ ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ہم نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو نہیں مانتے، ایسی ہی غلط تہمت ہے جیسا کہ منکرین حدیث، حدیث کا حوالہ دینے پر کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔

س ...... کیا چاروں ائمہ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نعوذ باللہ، اللہ اور اس کے رسول کو ماننے والے نہیں تھے؟ اور اگر تھے تو پھر ہم ان کی طرف نسبت کیوں کرتے ہیں جب کہ وہ بھی سب نبی ہی کو مانتے تھے تو پھر ہم بھی کیوں نہ کہیں کہ نبی کے نزدیک اس مسئلہ کا جواب یوں ہے، فلاں حدیث سے ثابت ہے؟

ج:...... یہ چاروں ائمہ رحمہم اللہ، اللہ و رسول کے ماننے والے تھے ان حضرات نے قرآن و حدیث سے استدلال کر کے مسائل بیان فرمائے ہیں اور بعض موقعوں پر اختلاف فہم کی وجہ سے ان کے درمیان اختلاف بھی ہوا ہے، اس لئے ان میں سے کسی ایک کا حوالہ، دراصل اس کے فہم قرآن وحدیث کا حوالہ ہے۔

س ...... ان چاروں اماموں میں اختلاف کیوں ہے؟ ایک کہتا ہے ہاتھ ناف پر باندھو نماز میں، دوسرا کہتا ہے ہاتھ سینے پر باندھو، تیسرا کہتا ہے ہاتھ سینے کے نیچے باندھو، چوتھا کہتا ہے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو، دین میں اگر چاروں طریقے سے ہاتھ باندھنا صحیح ہے، نبی نے اس طرح نماز پڑھی ہے تو پھر ہم تین میں کیوں اختلاف پیدا کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یوں ہے چاروں طریقوں کو حدیث سے ثابت کر کے بتائیے؟

ج:...... یہ اختلافات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی ہوئے، چونکہ ان اکابر کے درمیان اختلافات ہوئے اس لئے ہمارے لئے ناگزیر ہوا کہ ایک کے قول کو لیں، اور دوسرے کے قول کو نہ لیں۔

س ...... کیا چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو نبی نے کہاں فرمایا ہے کہ تقلید ایک امام کی ضروری ہے؟

ج:...... قرآن و حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، اور اختلاف ہونے کی صورت میں، اور غلبۂ ہویٰ اور فہم ناقص کی صورت میں قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ جن اکابر کا فہمِ قرآن و حدیث مسلّم ہے، ان میں سے کسی ایک کے فتویٰ پر عمل کیا جائے، اس کا نام تقلید ہے۔

س...... کیا اماموں نے بھی کہا ہے کہ ہماری تقلید تم پر واجب ہے؟ اور کیا تقلید نہ کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا؟ جب کہ اس کا عمل قرآن و حدیث کے مطابق ہو اور وہ صرف قرآن و حدیث کو ہی مانتا ہو۔

ج:...... ان ائمہ دین پر اعتماد کے بغیر قرآن و حدیث پر عمل ہو ہی نہیں سکتا اور جب قرآن و حدیث پر عمل نہ ہوا تو انجام ظاہر ہے۔

س...... کیا چاروں امامؒ غلط تھے جنہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی؟ اور صحابیؓ اور چاروں خلیفہؓ جنہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی، وہ صرف قرآن و حدیث کو مانتے تھے، فقہ کا نام و نشان نہیں تھا، تو کیا نعوذ باللہ یہ سب غلط راستے پر تھے؟ انہوں نے دین کو نہیں سمجھا تھا جو بعد کے عالموں نے سمجھا ہے؟

ج...... تقلید کی ضرورت مجتہد کو نہیں غیر مجتہد کو ہے، حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم، اور حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ خود مجتہد تھے، ان کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی، جو شخص ان کی طرح خود مجتہد ہو اس کو بھی ضرورت نہیں، لیکن ایک عام آدمی جو مجتہد نہیں اس کو تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

س...... اگر دین تقلید کا نام ہے اور تقلید کرنا ضروری ہے تو کیوں نہ ہم اپنے آپ کو چاروں خلیفہؓ کی طرف نسبت کریں، ایک کہے میں صدیقی ہوں، دوسرا کہے میں فاروقی ہوں، تیسرا کہے میں عثمانی ہوں، اور چوتھا کہے میں علیؓ کو ماننے والا ہوں، اگر اس طرح کوئی کہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سارے اختلافات ختم ہوجائیں کیونکہ ان چاروں میں کوئی اختلاف ہی نہیں تھا، یہ تو بعد میں ہوا ہے؟

ج...... جس طرح چاروں ائمہ مجتہدینؒ کا مذہب مدوّن ہے، اس طرح چاروں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا مذہب مدون نہیں ہوا، ورنہ ضرور ان ہی حضرات کی تقلید کی جاتی اور یہ سمجھنا کہ ان چاروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا، بے علمی کی بات ہے، حدیث کی کتابوں میں ان کے اختلافات مذکور ہیں۔

س ...... کیا عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہے؟ مثلاً عورت نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے اور مرد ناف پر باندھے، نبیؐ نے اسی طرح بتایا ہے کہ اس طرح کیا جائے؟ اگر ہے تو کون سی حدیث سے ثابت ہے؟ کیا مرد سینے پر ہاتھ باندھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی؟ جب کہ سعودیہ میں حنبلی ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں مرد اور عورت سب ہی اور شافعی بھی سینے پر ہی ہاتھ باندھتے ہیں تو کیا یہ غلط ہیں؟

ج...... عورت اور مرد کے احکام میں بے شمار فرق ہیں، عورت کا ستر الگ ہے مرد کا الگ، اسی طرح ان کے متعلق بعض دوسرے مسائل میں بھی فرق ہے اور وہ سب قرآن و حدیث سے ہی اخذ کئے گئے ہیں۔

س...... نماز میں رکوع کرنے پر اور رکوع سے اٹھنے پر رفع یدین کرتے ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر منع ہوا تو کون سی صحیح حدیث میں ہے؟ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ لوگ بت رکھ کر لاتے تھے اور بعد میں رفع یدین منع کر دیا کہ اب مت کرو، اونچی آمین کہنا کب منع ہوا؟ لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے سے لوگ نماز میں بھاگ جاتے تھے، تو آپ نے کہا آمین اونچا کہا کرو اور بعد میں منع کر دیا تو یہ صحیح حدیث سے بتائیے کہ کہاں منع ہے؟

ہم نے مل کر چار پانچ آدمیوں نے یہ سوال کئے ہیں، میں ایک جاہل آدمی ہوں، لیکن یقین صرف قرآن و حدیث پر ہے اس لئے تفصیلاً حدیث سے جواب دیں مکمل۔ میں آپ کو آپ کے رب کا واسطہ دیتا ہوں اور اگر آپ نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے، تو ہمارے ان سوالوں کا جواب ضرور دیں۔

ج...... رفعِ یدین اور ترک رفعِ یدین دونوں طرف احادیث بھی موجود ہیں اور صحابہؓ و تابعینؒ کا عمل بھی، اسی طرح آمین کے مسئلہ میں دونوں طرف احادیث بھی ہیں اور صحابہؓ و تابعینؒ کا تعامل بھی، اختلاف جو کچھ ہے وہ اس میں ہے کہ ان میں سے کون سی صورت افضل ہے؟

جواب تو میں نے عرض کردیا، البتہ اس جواب کو سمجھنے کے لئے بھی علمی لیاقت کی ضرورت ہے، اگر آپ اللہ تعالیٰ کا واسطہ نہ دیتے اور نہ ماں کے دودھ کا ذکر کرتے تب بھی میں جواب دیتا، کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دینا اور کسی کی ماں کے دودھ کا ذکر کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور یہ کہ کیا حدیث میں رفعِ یدین اور آمین ہی کا مسئلہ آیا ہے یا انسانی اخلاق کے بارے میں بھی کچھ آیا ہے؟

تقدیرِ الٰہی کیا ہے؟

س ...... میں عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہوں، بعض اوقات عیسائی دوستوں یا غیرمسلموں سے مذہبی نوعیت کی باتیں بھی ہوتی ہیں، دینِ اسلام میں جن چیزوں کا ماننا ضروری ہے ان میں تقدیر پر ایمان لانا بھی ازحد ضروری ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہمیں یہ ہی نہیں معلوم ہے کہ تقدیر کیا ہے؟ میں دل سے مانتی ہوں کہ تقدیر کا مکمل طور پر نامعلوم ہونا ہی ہمارے لئے بہتر ہے، لیکن چند موٹی موٹی باتیں تو معلوم ہوں، ہمیں تو یہ کچھ معلوم ہے کہ تقدیر معلق ہوتی ہے اور تقدیر مبرم ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص میرے ہاتھ پر مسلمان ہونا چاہے اور میں اسے کہوں کہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے تو وہ لازماً پوچھے گا کہ آخر تقدیر ہے کیا؟ اور اس میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں؟ میرا خیال ہے کہ کم ازکم موٹی موٹی باتیں ضرور معلوم ہونی چاہئیں، جیسے میں نے کچھ تحقیق کی تو مجھے معلوم ہوا کہ کم ازکم یہ چیزیں ہماری تقدیر میں روزِ اوّل سے لکھی ہیں، ان میں ''پیدائش'' یعنی جیسے جس ماں کے بطن سے پیدا ہونا ہے،

''موت'' جس شخص کی جب، جہاں اور جس طرح موت واقع ہونی ہے، اس کا ایک وقت معین ہے۔ ''رزق'' جس کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ یہ اللہ ہی ہے جو بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے، یا کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو نپا تُلا دیتا ہے۔ چنانچہ آدمی ذاتی سعی کرے یا کچھ نہ کرے، رزق ایک مقدار میں مقرر ہے، چونکہ دورانِ سفر بھی انسان رزق پاتا ہے، سو یوں دکھائی دیتا ہے کہ سفر بھی ہمارے مقدر کا حصہ ہے، لیکن بعض چیزیں مبہم ہیں، جیسے شادی، انسان کے دکھ سکھ، شہرت، بیماریاں، غرض اور بہت سی چیزوں کے بارے میں، میں تحقیق نہ تو کرسکی، اور نہ کرنا چاہتی ہوں، مگر علمائے کرام سے گزارش ہے کہ چار چھ موٹی موٹی باتیں تو بتائیں کہ یہ چیزیں تقدیر کا حصہ ہیں، کیا آپ میری مدد کریں گے؟ بڑی ممنون رہوں گی، خاص کر مجھے یہ بھی بتایئے کہ ''شادی'' انسانی مقدر کا حصہ ہے؟ یعنی پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں لڑکے، لڑکی کی آپس میں ہوگی، یا کچھ یوں ہے کہ کوشش کرکے کسی سے بھی کی جاسکتی ہے، میں نے اس طرح کی ایک حدیث پڑھی ہے کہ ایک صحابیؓ نے کسی بیوہ سے شادی کی، تو ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔'' اس حدیث سے اندازہ ہوا کہ گویا یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ آدمی کوشش کرے تو کسی سے بھی کرسکتا ہے، مگر شاید یعنی دوسری احادیث مبارکہ بھی ہوں، آپ میرے سوال کا مکمل جواب دیجئے، ممنون رہوں گی۔

ج ...... تقدیر کا تعلق صرف انہی چار چیزوں سے نہیں جو آپ نے ذکر کی ہیں، بلکہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی اور اچھی بری چیز تقدیرِ الٰہی کے تابع ہے، چونکہ انسان کو یہ علم نہیں کہ فلاں چیز کے بارے میں علمِ الٰہی میں کیا مقدر ہے؟ اس لئے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادہ و اختیار اور اپنے علم و فہم کے مطابق بہتر سے بہتر چیز کے حصول کی محنت و سعی کرے، مثلاً رزق کو لیجئے! رزق مقدر ہے، اور مقدر سے زیادہ

ایک دانہ بھی کسی کو نہیں مل سکتا، مگر چونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے حق میں کتنا رزق مقدر ہے؟ اس لئے وہ رزق حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی و محنت کرتا ہے، لیکن ملتا اتنا ہی ہے جتنا مقدر میں لکھا ہے، ٹھیک یہی صورت شادی کے مسئلہ میں بھی پائی جاتی ہے، والدین اپنی اولاد کے لئے بہتر سے بہتر رشتہ کے خواہشمند ہوتے ہیں، اور اپنے علم و اختیار کی حد تک اچھے سے اچھا رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ: ”تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟“ اس کا یہی مطلب ہے تمہیں تو کنواری کا رشتہ ڈھونڈنا چاہئے تھا۔

س...... میں ذاتی اعتبار سے بڑی خوش نصیب ہوں، مگر میں نے کئی بدنصیب لوگ بھی دیکھے ہیں۔ پیدائش سے لے کر آخر تک بدنصیب، قرآن کریم میں ہے کہ اللہ کسی شخص کو اس کی قوت برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتے، لیکن میں نے بعض لوگ دیکھے ہیں جو دکھوں اور مصائب سے اتنے تنگ آجاتے ہیں کہ آخر کار وہ ”خودکشی“ کرلیتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب قرآن کریم میں ہے کہ کسی کی برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیئے جاتے تو لوگ کیوں خودکشی کرلیتے ہیں؟ کیوں پاگل ہوجاتے ہیں؟ اور بعض جیتے بھی ہیں تو بدتر حالت میں جیتے ہیں۔

اس سوال کا جواب قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیجئے کہ انسانی عقل کے جوابات سے تشفی نہیں ہوتی، دنیا میں ایک سے ایک ارسطو موجود ہے، اور ہر ایک اپنی عقل سے جواب دیتا ہے، اور سب کے جوابات مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا جواب قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے دیجئے، امید ہے جواب ضرور دیں گے، ممنون رہوں گی۔

ج...... قرآن کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا تعلق تو شرعی احکام سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی ایسے حکم کا مکلف نہیں بناتا جو ان

کی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر ہو، جہاں تک مصائب و تکالیف کا تعلق ہے، اگرچہ یہ آیت شریفہ ان کے بارے میں نہیں، تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر اتنی مصیبت نہیں ڈالتا جو اس کی برداشت سے زیادہ ہو، لیکن جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ''انسان دھڑدلا واقع ہوا ہے۔'' اس کو معمولی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے اور آسمان سر پر اٹھالیتا ہے، بزدل لوگ مصائب سے تنگ آکر خودکشی کرلیتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کی مصیبت حد برداشت سے زیادہ ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کو ناقابل برداشت سمجھ کر ہمت ہار دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ ذرا بھی صبر و استقلال سے کام لیتے تو اس تکلیف کو برداشت کرسکتے تھے، الغرض آدمی پر کوئی مصیبت ایسی نازل نہیں کی جاتی جس کو وہ برداشت نہ کرسکے، لیکن بسا اوقات آدمی اپنی کم فہمی کی وجہ سے اپنی ہمت وقوت کام میں نہیں لاتا، کسی چیز کا آدمی کی برداشت سے زیادہ ہونا اور بات ہے، اور کسی چیز کے برداشت کرنے کے لئے ہمت و طاقت کو استعمال ہی نہ کرنا دوسری بات ہے، اور ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ایک ہے کسی چیز کا آدمی کی طاقت سے زیادہ ہونا، اور ایک ہے آدمی کا اس چیز کو اپنی طاقت سے زیادہ سمجھ لینا، اگر آپ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کا اشکال جاتا رہے گا۔

مدار حالات و واقعات پر ہے:

س...... ایک اور اشکال حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ پر حضرت علامہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ عثمانیؒ کے کفر کے فتویٰ کی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہے، کیا مولانا سندھیؒ کے تفردات واقعی اس لائق ہیں؟ آخر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور مہتمم نے فتویٰ لگایا ہے تو کوئی بات تو ہوگی نا۔

ج...... تکفیر و تفسیق کے مسئلہ میں بھی مدار حالات و واقعات پر ہے، امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ پر جو رد کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا وہ کس کو

معلوم نہیں؟ "لیست باول قارورۃ کسرت فی الاسلام" کی ضرب المثل تو معلوم ہی ہوگی۔

جن لوگوں کا یہ ذہن ہو وہ گمراہ ہیں:

س ۱:...... آپ ﷺ نے جو دین کی تعلیم دی تھی وہ مسجد نبویؐ کے ماحول میں یعنی مسجد کے اندر دی، اس تعلیم کے لئے آپؐ نے کوئی الگ مدرسہ جیسی صورت اختیار نہیں کی، یا کوئی الگ جگہ اس کے لئے مقرر نہیں کی تو پھر آج کیوں ہمارے دینی اداروں میں مسجد تو بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر مدارس کی عمارتیں بہت بڑی بڑی بنادی جاتی ہیں، اگر یہ چیز بہتر ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چیز کو سب سے پہلے سوچتے، حالانکہ مسجد کا ماحول بہت بہتر ماحول ہے، وہاں انسان لایعنی سے بھی بچ سکتا ہے۔

س ۲:...... آپؐ نے اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی، بنیادی، وہ ایمانیات اور اخلاقیات کی دی، ان کو ایمان سکھایا، لیکن ہمارے دینی مدرسوں میں جو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل اس چیز سے ہٹ کر لگتی ہے، اور برائے مہربانی میں اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اس بات کی وضاحت طلب کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے جو اصحاب صفہ کو تعلیم دی وہ کیا تھی؟

س ۳:...... ہمارے مدرسوں سے جو عالم حضرات فارغ ہوکر نکلتے ہیں ان کے اندر وہ کڑھن اور فکر دین کے مٹنے اور آپ ﷺ کے طریقے کے چھوٹنے کی نہیں ہوتی جو فکر اور کڑھن حضرت محمد ﷺ کی تھی یا حضرات صحابہؓ کی تھی اور وہ لوگوں سے اس عاجزی اور انکساری سے بات نہیں کرتے جس طرح ہمارے اکابر اور آپ یا اور جو دوسرے بزرگ موجود ہیں، وہ بات کرتے ہیں۔

س ۴:...... معذرت کے ساتھ اگر اس خط میں مجھ ناچیز سے کوئی غلط بات لکھی گئی ہو تو اس پر مجھے معاف فرمائیں، اگر اس خط کا جواب آپ خود تحریر فرمائیں تو بہت مناسب

ہوگا۔

ج ۱:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے شیخؒ کے ''فضائل اعمال'' نامی کتاب کی بھی تعلیم نہیں دی، پھر تو یہ بھی بدعت ہوئی، کیا آپ نے اکابر تبلیغ سے بھی کبھی شکایت کی؟

ج ۲:...... آپ کو کس جاہل نے بتایا کہ ہمارے دینی مدرسوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والی تعلیم نہیں؟ کیا آپ نے کبھی مدرسہ کی تعلیم کو دیکھا اور سمجھا بھی ہے؟ یا یوں ہی سن کر ہانک دیا، اور رائے ونڈ میں جو مدرسہ ہے اس کی تعلیم دوسرے مدرسوں سے اور دوسرے مدرسوں کی رائے ونڈ سے مختلف ہے؟

ج ۳:...... یہ بھی آپ کو کسی جاہل نے کہہ دیا کہ مدارس میں سے نکلنے والے علماً میں ''کڑھن'' اور دین کے لئے مر مٹنے کی فکر نہیں ہوتی، غالباً آپ نے یہ سمجھا ہے کہ دین کی فکر اور کڑھن بس اسی کا نام ہے جو تبلیغ والوں میں پائی جاتی ہے۔

ج ۴:...... آپ نے لکھا ہے کہ کوئی غلط بات لکھی ہو تو معاف کردوں، میں نہیں سمجھا کہ آپ نے صحیح کون سی بات لکھی ہے؟

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماً کے خلاف ذہن بناتے ہیں، اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں، لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے، آپ جیسے عقلمند جن کو دین کا فہم نصیب نہیں ان کا ذہن واقعی علماً کے خلاف بن رہا ہے، یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھے بیٹھے ہیں، اور ان کے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے، اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے، میں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو وہ گمراہ ہیں اور ان کے لئے تبلیغ میں نکلنا حرام ہے۔

میں اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مرکز (رائے ونڈ) کو بھی بھجوا رہا

ہوں تاکہ ان اکابر کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے عقلمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں؟

یہ بدعت نہیں:

س ...... سالہاسال سے تبلیغی جماعت والے شب جمعہ مناتے چلے آرہے ہیں، اور کبھی بھی ناغہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، خدانخواستہ یہ عمل اس حدیث کے زمرے میں نہیں آتا ہے کہ: "لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ......الخ." اور نیز اس پر دوام کیا بدعت تو نہ ہوگا؟

ج ...... تعلیم و تبلیغ کے لئے کسی دن یا رات کو مخصوص کر لینا بدعت نہیں، نہ اس کا التزام بدعت ہے، دینی مدارس میں اسباق کے اوقات مقرر ہیں، جن کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے، اس پر کبھی کسی کو بدعت کا شبہ نہیں ہوا!!

س ...... میں نے ایک کتاب (تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین) کا اردو ترجمہ "بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم" مصنف علامہ شیخ احمد بن حجر قاضی دوحہ قطر، کا مطالعہ کیا، کتاب کافی مفید تھی، بدعات کی جڑیں اکھاڑ پھینک دیں۔ البتہ کفن اور جنازے کے ساتھ چلنے کے متعلق بدعات کے عنوان سے اپنی کتاب صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں کہ قبر میں تین لپ مٹی ڈالتے وقت ہر لپ کے ساتھ "منھا خلقناکم" اسی طرح دوسرے لپ پر "وفیھا نعیدکم" اور اسی طرح تیسرے لپ کے ساتھ "ومنھا نخرجکم تارۃ اخری" کہنا بدعت ہے، آپ سے التماس ہے کہ اس بارے میں وضاحت کیجئے۔

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ میّت کے سرہانے سورۂ فاتحہ اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ پڑھنا بدعت ہے، اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔ اسی طرح صفحہ ۵۲۱ پر رقمطراز ہیں کہ بعض لوگ صدقہ کی غرض سے پوری قربانی کا گوشت یا معین مقدار کو پکا ڈالتے ہیں اور فقراء کو بلاکر یہ پکا ہوا گوشت تقسیم کر دیتے ہیں اس کو بدعت کہا ہے، اور یہ

طریقہ عمل جائز نہیں ہے کہا ہے، مہربانی فرماکر اس کی بھی وضاحت سے نوازیں۔

ج...... ان تین چیزوں کا بدعت ہونا میری عقل میں نہیں آیا۔

ا:......حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"وفی الحدیث الذی فی السنن: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضر جنازة، فلما دفن المیّت اخذ قبضة من التراب، فالقاھا فی القبر وقال: منھا خلقناکم، ثم اخذ اخریٰ وقال: وفیھا نعیدکم، ثم اخریٰ وقال: ومنھا نخرجکم تارةً اخریٰ." (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۵۶)

ترجمہ:...... "اور جو حدیث سنن میں ہے، اس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جنازہ میں حاضر ہوئے، پس جب میّت کو دفن کیا گیا تو آپؐ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس کو قبر پر ڈالا اور فرمایا: **منھا خلقناکم** (اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا) پھر دوسری مٹھی لی (اور قبر میں ڈالتے ہوئے) فرمایا: **وفیھا نعیدکم** (اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے) پھر تیسری مٹھی لی (اس کو قبر میں ڈالتے ہوئے) فرمایا: **ومنھا نخرجکم تارةً اخریٰ** (اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے)۔"

اور ہمارے فقہاءؒ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح کی ہے، چنانچہ "**الدرر المنتقیٰ شرح ملتقی الابحر**" میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (ج:۱ ص:۱۸۷)

۲:......اور قبر کے سرہانے فاتحۂ بقرہ اور پائنتی میں خاتمۂ بقرہ پڑھنے کی تصریح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں موجود ہے جس کے بارے میں بیہقیؒ نے کہا ہے: "**والصحیح انه موقوف علیه.**" (مشکوٰۃ ص:۱۴۹)

اور آثار السنن (۲/۱۲۵) میں حضرت لجلاج صحابیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی:

"ثم سُنَّ عليّ التراب سنًا، ثم اقرأ عند رأسي بفاتحة البقرة وخاتمتها، فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذالک. رواه الطبراني في المعجم الكبير، واسناده صحيح. وقال الحافظ الهيثمي في مجمع الزوائد: رجاله موثقون."

(اعلاء السنن ج:۸ ص:۳۴۲ حدیث:۲۳۱۷)

ترجمہ:......"پھر مجھ پر خوب مٹی ڈالی جائے، پھر میرے سرہانے (کھڑے ہوکر) سورۂ بقرہ کی ابتدائی و آخری آیات پڑھی جائیں، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔"

۳:......قربانی کے گوشت کی تقسیم کا تو حکم ہے، اگر پکا کر فقراء کو کھلایا جائے تو یہ بدعت کیوں ہوگئی، یہ بات میری عقل میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم

بدعت کی قسمیں:

س...... بدعت کی کتنی اقسام ہیں اور بدعت حسنہ کون سی قسم میں داخل ہے نیز بدعت حسنہ کی مکمل تعریف بھی بیان فرمائیں جناب محترم مولانا صاحب میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اس فتویٰ سے میرا مقصود صرف اپنی اور اپنے دوستوں کی اصلاح ہے، لہٰذا آپ ضرور جواب باصواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ج...... بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعت شرعیہ، دوسری بدعت لغویہ، بدعت شرعیہ

یہ ہے کہ ایک ایسی چیز کو دین میں داخل کرلیا جائے جس کا کتاب وسنت، اجماع امت اور قیاس مجتہد سے کوئی ثبوت نہ ہو، یہ بدعت ہمیشہ بدعت سیئہ ہوتی ہے، اور یہ شریعت کے مقابلہ میں گویا نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔

بدعت کی دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا، جیسے ہر زمانے کی ایجادات۔ ان میں سے بعض چیزیں مباح ہیں جیسے ہوائی جہاز کا سفر کرنا وغیرہ اور ان میں جو چیزیں کسی اور مستحب کا ذریعہ ہوں وہ مستحب ہوں گی، جو کسی امر واجب کا ذریعہ ہوں وہ واجب ہوں گی، مثلاً صرف ونحو وغیرہ علوم کے بغیر کتاب وسنت کو سمجھنا ممکن نہیں اس لئے ان علوم کا سیکھنا واجب ہوگا۔

اسی طرح کتابوں کی تصنیف، مدارس عربیہ کا بنانا چونکہ دین کے سیکھنے اور سکھانے کا ذریعہ ہیں اور دین کی تعلیم وتعلم فرض عین یا فرض کفایہ ہے۔ تو جو چیزیں کہ بذات خود مباح ہیں اور دین کی تعلیم کا ذریعہ و وسیلہ ہیں وہ بھی حسب مرتب ضروری ہوں گی، ان کو بدعت کہنا لغت کے اعتبار سے ہے، ورنہ یہ سنت میں داخل ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ مدارس کے بنانے پر صلوٰۃ وسلام کی بدعت کو قیاس کرنا غلط ہے۔

انکارِ حدیث، انکارِ دین ہے:

س...... ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ احادیث کی بنا پر ہی مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لئے احادیث کو نہیں ماننا چاہئے، نیز ان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو لیا ہوا ہے مگر احادیث کی حفاظت کا ذمہ بالکل نہیں لیا، اس لئے احادیث غلط بھی ہوسکتی ہیں، لہٰذا احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔

ج...... احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کہتے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو وہ آپ کے ارشادات مقدسہ کو بھی سر آنکھوں پر

رکھے گا، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ماننے سے انکار کرتا ہے وہ ایمان ہی سے خارج ہے۔

ان صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں فرقہ بندی احادیث کی وجہ سے ہوئی، بالکل غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کے ارشادات کی روشنی میں نہ سمجھنے بلکہ اپنی خواہشات و بدعات کے مطابق ڈھالنے کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوا، چنانچہ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، روافض اور آج کے منکرین حدیث کے الگ الگ نظریات اس کے شاہد ہیں، اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، یہ بھی غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ضرورت جس طرح آپؐ کے زمانے کے لوگوں کو تھی اسی طرح بعد کی امت کو بھی ان کی ضرورت ہے اور جب امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپؐ کے ارشادات کے بغیر اپنے دین کو نہیں سمجھ سکتی تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کی امت کے لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام ضرور کیا ہوگا، اور اگر بعد کی امت کے لئے صرف قرآن کریم کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و ارشادات کی اسے ضرورت نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو بھی نعوذ باللہ آپ کی ضرورت نہ ہوگی، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے کار مبعوث کیا؟

اختلافِ رائے کا حکم دوسرا ہے:

س...... مشہور عرب بزرگ جناب محمد بن عبدالوہابؒ کے بارے میں حضرات دیوبند کی اصل رائے کیا ہے؟ اور کیا وہ حقیقت حال کا سامنا کرنے سے متذبذب رہے؟

ا:...... حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس کے بارے میں معتدل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

۲:...... حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اسے خارجی کہا ہے۔

۳:...... حضرت مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں بہت سخت الفاظ میں تذکرہ

کیا ہے اور اسے گمراہ قرار دیا ہے۔

۴:......ابھی حال ہی میں ایک کتابچہ ''انکار حیات النبی۔ ایک پاکستانی فتنہ'' میں (جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے غالباً نواسے مولانا محمد شاہد صاحب نے ترتیب دیا ہے اور اسے حضرتؒ کے ایماء پر لکھنا بتایا ہے) اسی محمد بن عبدالوہاب کو شیخ الاسلام والمسلمین لکھا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کیا تھا؟ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں داعی توحید یا حضرت علامہ کشمیریؒ کی نظر میں خارجی یا حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے کے مطابق شیخ الاسلام۔

نیز یہ کہ اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہیؒ سے الگ رائے قائم کرنے کے بعد کیا حضرت مدنیؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ کو حضرت گنگوہیؒ سے انتساب کا حق رہ جاتا ہے یا نہیں؟ یا حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مدنیؒ سے مختلف رائے اختیار کرکے ان سے ارادت مندی کا دعویٰ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ تسکین الصدور، طبع سوم (مرتبہ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر) میں حضرات اخلاف دیوبند نے ایک اصول طے کیا ہے کہ بزرگان دیوبند کے خلاف رائے رکھنے والے کو ان سے انتساب کا حق نہیں اگرچہ اکابرین دیوبند ان کے استاد ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ اس فتویٰ پر اوروں کے علاوہ آنجناب کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

ج ...... کسی شخصیت کے بارے میں رائے قائم کرنے کا مدار اس کے بارے میں معلوم ہونے والے حالات پر ہے، جیسے حالات کسی کے سامنے آئے اس نے ویسی رائے قائم کرلی، اس کی نظیر جرح و تعدیل میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے، اس اختلاف رائے میں آپ جیسا فہیم آدمی الجھ کر رہ جائے، خود محل تعجب ہے۔

اکابر دیوبند سے شرعی مسائل میں اختلاف کرنے والے کا حکم دوسرا ہے، اور واقعات و حالات کی اطلاع کی بناء پر اختلاف رائے کا حکم دوسرا ہے، دونوں کو یکساں

سمجھنا صحیح نہیں۔

س ...... وقت ضائع کرنے کی معذرت مگر حضرت والا! ہم علماءؒ کے خدام ہیں، اکابرین دیوبند کے نوکر، انہیں اپنا ''اسوہ'' خیال کرتے ہیں، لیکن ''اسوہ'' مجروح ہو تو ایسے ہی تلخ سوال واشکال پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تلخ نوائی کی بھی معذرت۔

ج ...... ''اسوہ'' کے مجروح ہونے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، ویسے ذہن میں تلخی ہو تو ظاہر ہے کہ آدمی تلخ نوائی پر مجبور و معذور ہی ہوگا۔

شریعت کی معرفت میں اعتماد علی السلف:

س ...... شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔'' لیکن آپ نے نبی اکرم ﷺ کی بشریت کے اثبات میں اس اصول کو ترک کردیا ہے، نیز قرآن کریم میں ''قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ'' میں حضور اکرم ﷺ کی بشریت کو نہیں، نور کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب کہ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام ابھی تک گارے مٹی میں تھے کہ میرا نور پیدا ہوا تھا، اسی طرح آنحضرت ﷺ اگر بشر تھے تو آپ کا سایہ کیوں نہیں تھا؟ تفصیل سے جواب دیں۔

ج ...... آنجناب نے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے جو اصول نقل کیا ہے کہ ''شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے ...... الخ'' یہ اصول بالکل صحیح اور درست ہے، اور یہ ناکارہ خود بھی اس اصول کا شدت سے پابند ہے، اور اس زمانے میں اسی کو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ اور سلامتی کا راستہ سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ناکارہ نے اپنی تالیف ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' میں جگہ جگہ اکابر اہل سنت کے حوالے درج کئے ہیں۔

''نور اور بشر'' کی بحث میں آپ کا یہ خیال کہ میں نے اکابر کی رائے سے

الگ راستہ اختیار کیا ہے، صحیح نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی، یہی قرآن کریم کا، آنحضرت ﷺ کا، صحابہؓ و تابعینؒ اور اکابر اہل سنت کا عقیدہ ہے، قرآن کریم نے جہاں "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ" فرمایا ہے، وہیں "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ...... الخ." بھی فرمایا ہے، اور جن اکابر کے آپ نے حوالے دیئے ہیں وہ بھی جہاں آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کے قائل ہیں وہیں آپ کی بشریت کے بھی قائل ہیں۔

میں نے تو یہ لکھا تھا کہ نور اور بشر کے درمیان تضاد سمجھ کر ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات کرنا غلط ہے، تعجب ہے کہ جس غلطی پر میں نے متنبہ کیا تھا آپ اسی کو بنیاد بنا کر سوال کر رہے ہیں، اکابر امت میں سے ایک کا نام تو لیجئے جو کہتے ہوں کہ آنحضرت ﷺ بشر نہیں، صرف نور ہیں۔

اور پھر میں نے آنحضرت ﷺ کے (نور ہونے کے ساتھ ساتھ) بشر ہونے پر جو عقلی و نقلی دلائل دیئے تھے تو آنجناب نے ان کی طرف التفات نہیں فرمایا، کم سے کم شرح عقائد نسفی، جو تمام اہل سنت کی متفق علیہا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کے جو حوالے دیئے تھے انہی پر غور فرما لیا جاتا، آنحضرت ﷺ کی روح مقدسہ و مطہرہ اگر حضرت آدم علیہ السلام سے قبل تخلیق کی گئی ہو، اس سے آپؐ کے بشر ہونے کی نفی کیسے لازم آئی؟ آپ ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ نہ ہونے کی روایت اول تو حضرات محدثین کے نزدیک زیادہ قوی نہیں، علاوہ ازیں سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپؐ پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن رہتا ہو، یا جس طرح روح کا سایہ نہیں ہوتا اسی طرح غلبۂ نورانیت کی وجہ سے آپؐ کے جسد اطہر پر روح کے احکام جاری ہوں، حضرات عارفین تجسد ارواح اور تروح اجساد کی اصطلاحات سے واقف ہیں، بہرحال محض سایہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ بشر نہیں تھے، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جانتی ہیں، فرماتی ہیں: "کان بشر من البشر." (مشکوٰۃ شریف ص:۵۲۰) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا نور ہونے سے کسی کو انکار نہیں، نہ اس ناکارہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ بحث اس میں ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منافی ہے؟ میں نے یہ لکھا ہے کہ منافی نہیں، بلکہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں ٹھیک اسی طرح سراپا بشر بھی ہیں۔ اگر قرآن کریم، حدیث نبوی اور اکابر امت کے ارشادات میں آنجناب کو کوئی دلیل میرے اس معروضہ کے خلاف ملے تو مجھے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

نشر الطیب میں جہاں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے نور محمدی (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے پیدا ہونے کا لکھا ہے، وہاں حاشیہ میں اس کی تشریح بھی فرمادی ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

یہ حب صحابہؓ نہیں جہالت ہے:

س...... آپ کے ہفت روزہ ختم نبوت شمارہ ۳۰، جلد۶، صفحہ ۹ پر حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی تحریر میں ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ ظالم لکھا گیا ہے، کیا یہ سہو ہوا ہے؟ یا عمداً؟ اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے کہ ختم نبوت جماعت میں وہ کون سے لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں؟ تاکہ ان کا بندوبست کیا جائے۔

ج...... مکتوب الیہم کی فہرست میں آنجناب نے ازراہِ ذرہ نوازی اس ناکارہ کا نام بھی درج فرمایا ہے، بلاتواضع عرض کرتا ہوں کہ یہ ہیچمداں اس لائق نہیں کہ اس کا شمار ......واللہ ثم واللہ...... علماء میں کیا جائے، یہ ناکارہ علمائے ربانیین کا تابع مہمل اور زلّہ بار رہا ہے، اور بس۔ ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

بہر حال یہ ناکارہ اس ذرہ نوازی پر آنجناب کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اس خط کے سلسلہ میں چند معروضات پیش کرتا ہے۔

ا:..... سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ ہمارے ممتاز اکابر میں سے تھے، جمعیۃ العلماءِ ہند کے جنرل سیکرٹری اور امامِ ربانی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے دست راست تھے، ان کا ترجمہ قرآن، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، موت کا جھٹکا شہرۂ آفاق کتابیں ہیں، جناب کی نظر سے بھی گزری ہوں گی، انہی کی تصنیفات میں سے ایک ایمان افروز کتاب ''معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جو ہفت روزہ ختم نبوت میں ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا پیشگوئیاں'' کے عنوان سے سلسلہ وار شائع ہو رہی ہے، اور آنجناب کے خط میں جس تحریر کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اسی کتاب کی ایک قسط ہے، اور جن الفاظ پر گرفت کی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں، جنہیں حضرت مصنفؒ نے امام بیہقی کی کتاب کے حوالے سے درج کیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

''بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو باہم ہنستے ہوئے دیکھا، آپؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا: اے علیؓ! کیا تم زبیرؓ کو دوست رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! میں ان کو کیسے دوست نہ رکھوں، یہ میری پھوپھی کے بیٹے اور میرے دین کے پابند ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت زبیرؓ سے دریافت کیا: اے زبیرؓ! کیا تم علیؓ کو دوست رکھتے ہو؟ زبیرؓ نے کہا: میں علیؓ کو کیسے دوست نہ رکھوں، یہ میرے ماموں زاد بھائی

ہیں اور میرے دین کے پیروکار ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: زبیرؓ ایک دن تم علیؓ سے قتال کرو گے، اور تم ظالم ہو گے۔ چنانچہ جنگ جمل میں حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا اور جنگ کی، جب حضرت علیؓ نے ان کو یاد دلایا کہ کیا تم کو حضور ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے کہ: ''تم علیؓ سے قتال کرو گے اور تم ظالم ہو گے۔'' حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ: ہاں یہ بات حضورؐ نے فرمائی تھی، لیکن مجھ کو یاد نہیں رہی تھی۔ اس کے بعد زبیرؓ واپس ہو گئے مگر ابن جرود نے وادی السباع میں جو ایک مشہور وادی ہے، حضرت زبیرؓ کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی ویسا ہی ہوا۔ حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کے مقابل ہوئے اور جب یہ وادی میں سو رہے تھے تو سوتے ہی میں ابن جرود نے ان کو شہید کر دیا۔'' (ج:۶ ص:۴۱۵ کنز العمال حدیث:۳۱۶۵۲)

یہ ناکارہ انجمن سپاہ صحابہ کے احساسات کی قدر کرتا ہے، لیکن مندرجہ بالا پس منظر کی روشنی میں جناب سے انصاف کی بھیک مانگتے ہوئے التجا کرتا ہے کہ آپ کے خط کا یہ فقرہ ہم خدام ختم نبوت کے لئے نہایت تکلیف دہ ہے کہ:

''ختم نبوت میں وہ کون سے لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں، تاکہ ان کا بندوبست کیا جائے۔''

انصاف کیجئے کہ اگر خدام ختم نبوت اس کتاب کے نقل کر دینے کی وجہ سے ''دشمن صحابہ'' کے خطاب کے مستحق ہیں تو مولانا احمد سعید دہلویؒ اور ان سے پہلے امام بیہقی اور دیگر وہ تمام اکابر جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کس خطاب کے مستحق ہوں گے؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی زیادتی ہے کہ جو انجمن سپاہ صحابہ کی طرف

سے خدام ختم نبوت سے کی گئی، جس کی شکایت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کی جائے گی، اور میں آنجناب سے توقع رکھوں گا کہ آپ اس زیادتی پر معذرت کریں۔

۲:......آپ نے جن اہل علم کو خطوط لکھے ہیں آپ کے لئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ آپ ان حضرات سے یہ استفسار کرتے کہ یہ حدیث جو ''ختم نبوت'' میں حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کی کتاب میں امام بیہقیؒ کے حوالے سے درج کی گئی ہے، جرح و تعدیل کی میزان میں اس کا کیا وزن ہے؟ وہ فن حدیث کی روشنی میں صحیح ہے یا ضعیف؟ یا خالص موضوع (منگھڑت)؟ اور یہ مقبول ہے یا مردود؟ اگر صحیح یا مقبول ہے تو اس کی تاویل کیا ہے؟ جو ایک جلیل القدر صحابی، حواری رسولؐ، احد العشرۃ المبشرۃ کی جلالت قدر اور علو مرتبت سے میل کھاتی ہو.........؟

آپ کے اس سوال کے جواب میں اہل علم جو کچھ تحریر فرماتے آپ اسے ''ختم نبوت'' میں شائع کرنے کے لئے بھیج دیتے، یہ ایک بہترین علمی خدمت بھی ہوتی اور اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و محبت بھی قلوب میں جاگزیں ہوتی۔

مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط میں جس جذباتیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے خدانخواستہ آگے نہ بڑھ جائے، اور کل یہ کہا جانے لگے کہ قرآن کریم میں جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کو.....نعوذ باللہ.....ظالم کہا گیا ہے، مثلاً:

آدم علیہ السلام کے بارے میں دو جگہ ہے:

''وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.''

(البقرۃ:۳۵، الاعراف:۱۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے:

''رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ.'' (القصص:۱۶)

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے:

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ.“ (الانبیاء:۸۷)

اب ایک ”سپاہ انبیاء“ تشکیل دی جائے گی اور وہ بزرگوں کے نام اس مضمون کا خط جاری کرے گی کہ ترتیب قرآن میں وہ کون لوگ گھس آئے تھے جو انبیاء کرام کے دشمن تھے تا کہ ان کا بندوبست کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کا مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے برتر ہے اور ”ختم نبوت“ کو قرآن کریم سے کیا نسبت؟

اب اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں قرآن کریم کے مقدس الفاظ کی کوئی مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تو اسی قسم کی تاویل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرت ﷺ کے الفاظ کی بھی کیوں نہ کرلی جائے؟ ختم نبوت میں ”دشمنان صحابہ“ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں؟

حقوق اللہ اور حقوق العباد:

حضرت مولانا صاحب! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”جہل کا علاج سوال ہے۔“ عہد رسالت میں ایک شخص کو جو بیمار تھا غسل کی حاجت ہوئی، لوگوں نے اسے غسل کرادیا وہ بیچارہ سردی سے ٹھٹھر کر مرگیا، جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ”اسے مار ڈالا خدا اسے مارے، کیا جہل کا علاج سوال نہ تھا۔“

حضرت ام سلیمؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: ”خدا حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل ہے (احتلام کی حالت میں)؟“

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں خدا کی رحمت ہو انصاری عورتوں پر، شرم انہیں اپنا دین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی۔

حضرت اصمعی سے پوچھا گیا: آپ نے یہ تمام علوم کیسے حاصل کئے؟ تو فرمایا: ''مسلسل سوال سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھ کر۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے: ''بہت کچھ علم مجھے حاصل ہے لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں۔''

ابراہیم بن مہدیؒ کا قول ہے: ''بے وقوفوں کی طرح سوال کرو اور عقلمندوں کی طرح یاد کرو۔''

مشہور مقولہ ہے: ''جو سوال کرنے میں سبکی اور عار محسوس کرتا ہے اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔'' (العلم والعلماء علامہ ابن البر اندلسی)

اس تمہید کے بعد مجھے چند سوالات کرنے ہیں:

س...... "اذا جاء حق الله ذهب حق العبد" اور دوسرا قول بالکل اس کے برعکس ہے: "حق العبد مقدم علی حق الله" کون سا قول مستند ہے؟ اور کیا یہ اقوالِ حدیث ہیں؟

ج...... یہ احادیث نہیں بزرگوں کے اقوال ہیں اور دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب حق اللہ کی ادائیگی کا وقت آجائے تو مخلوق کے حقوق ختم اور یہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشغول ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو "قام کأن لم یعرفنا." اس طرح اٹھ کر چلے جاتے گویا ہمیں جانتے ہی نہیں۔

دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ جمع ہوجائیں تو حقوق العباد کا ادا کرنا مقدم ہے۔

کیا موت کی موت سے انسان صفتِ الٰہی میں شامل نہیں ہوگا؟

س...... آخرت میں موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لاکر ذبح کردیا جائے گا، اس

سے تو ہمیشہ کی زندگی لازم آگئی جو حق تعالیٰ کی صفت ہے، پھر "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ." بھی فرمایا ہے حالانکہ زمین آسمان سب لپیٹ دیئے جائیں گے، "یَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ."

ج ...... اہل جنت کی ہمیشہ کی زندگی امکان عدم کے ساتھ ہوگی اور حق تعالیٰ شانہ کے لئے ہمیشہ کی زندگی بغیر امکان عدم کے ہے اور امکان ایک ایسا عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے اور کسی نقص کی ضرورت نہیں رہ جاتی: "اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ." میں اسی امکان کا ذکر ہے۔

روح انسانی:

س ...... روح انسانی جو من امر ربی ہے، مجرد اور لا یتجزیٰ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک بچے کی روح اور جوان کی روح کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے متفاوت ہے، دوسرے یہ کہ جوان کی روح کے لئے تزکیہ درکار ہے کیونکہ وہ نفس کی ہمسائیگی سے شہوات اور رذائل میں ملوث ہوگئی ہے، مگر بچے کی روح تو ابھی بے لوث ہے تو چاہئے کہ اس پر حقائق اشیاء منکشف ہوں، مگر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اس پر ابھی عقل کا فیضان نہیں ہوا، اس سے ثابت ہوا کہ روح بذات خود ادراک نہیں رکھتی، یعنی گونگی اور اندھی ہے اور بغیر عقل اس کی کوئی حیثیت نہیں، اور وہ حدیث شریف جس میں منکر نکیر کے بارے میں سن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقل بھی ہوگی یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے زیادہ ہوگی۔ انہوں نے کہا پھر کچھ ڈر نہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عقل کے بغیر روح کسی کام کی نہیں، دوسری طرف روح کے بڑے بڑے محیر العقول کارنامے اور واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، بہت سے علماء اور صوفیاء نے فرمایا ہے کہ عقل روح اور قلب ایک ہی چیز ہے، نسبت بدلنے سے ان کے نام جدا بولے جاتے ہیں، امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں باب عجائبات قلب میں یہی کہا ہے صوفیاء کا شعر ہے:

عقل و روح و قلب تینوں ایک چیز
فعل کی نسبت سے کر ان میں تمیز

ج ...... یہ سوال بھی آپ کے حیطۂ علم و ادراک سے باہر ہے، جیسا کہ: ”من امر ربی.“ میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، تقریب فہم کے لئے بس اتنا عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس مادی عالم میں روح مجرد کے تمام مادی افعال کا ظہور مادی آلات (عقل و شعور) کے ذریعہ ہوتا ہے اور مادیت کی طرف احتیاج روح کا قصور نہیں بلکہ اس عالم مادیت کا قصور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالم مادیت میں حضرات انبیاءؑ علیہم السلام بھی خورد ونوش کے فی الجملہ محتاج ہیں، کیونکہ روح کا جسم کے ساتھ علاقہ پیوستہ ہے، جیسا کہ: ”وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ......“ میں اس کی طرف اشارہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر خورد ونوش کے محتاج نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ نزول فرمائیں گے تو آسمان سے مشرقی مینار تک کا سفر تو فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور مینار پر قدم رکھتے ہی سیڑھی طلب فرمائیں گے، کیونکہ اب مادی احکام شروع ہوگئے۔

خلاصہ یہ کہ اس مادی عالم میں روح اپنے تصرفات کے لئے مادی آلات کی محتاج ہے، آپ چاہیں تو اپنے الفاظ میں اسے اندھی، بہری، گونگا اور لا یعقل کہہ لیں، اور روح کا تفاوت فی الافعال بھی اس کے آلات کے تفاوت سے ہے، مگر مادی آلات کے ذریعہ جو افعال روح سے سرزد ہوتے ہیں وہ ان کے رنگ سے رنگ جاتے ہیں اور نیک و بد اعمال سے مزکی اور ملوث ہوتی ہے، قبر کا بھی تعلق فی الجملہ عالم مادیت سے ہے اور فی الجملہ عالم تجرد سے، اس بنا پر اس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ نہ تو بکل وجوہ عالم مادیت ہے اور نہ عالم مجرد محض ہے، اس لئے عقل وشعور یہاں بھی درکار ہے۔

س ...... بندہ ایک عامی اور جاہل شخص ہے، علم سے دور کا بھی مس نہیں، کسی دینی

ادارے میں نہیں بیٹھا، علماٴ کرام سے تخاطب کے آداب اور سوال کرنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم، اس لئے گزارش ہے کہ کہیں بھول چوک یا بے ادبی محسوس ہو تو ازراہ کرم اس کو میری کم علمی کے سبب درگزر فرمادیا کریں۔

ج ...... آپ کے سوالات تو عالمانہ ہیں، اور آداب تخاطب کی بات یہاں چسپاں نہیں کیونکہ یہ ناکارہ خود بھی مجہول مطلق ہے، یہ تو ایک دوست کا دوست سے مخاطبہ ہے۔

چرند پرند کی روح سے کیا مراد ہے؟

س ...... انسان کے علاوہ دوسری ہزاروں مخلوق چرند، پرند، درند، آبی، صحرائی وغیرہ کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ اور کیا ان کو "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" والی روح سے بھی کچھ حصہ ملا ہے یا ان میں صرف روح انسانی ہوتی ہے جو غذا سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا ان کی ارواح بھی فرشتہ قبض کرتا ہے؟

ج ...... یہ تو ظاہر ہے کہ ہر جاندار کی روح امر رب سے ہی آتی ہے، آیت میں ہر روح مراد ہے یا صرف روح انسانی دونوں احتمال ہیں۔ مجھے اس کی تحقیق نہیں اور تلاش کی فرصت نہیں۔

یہ ذوقیات ہیں:

س ...... شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذات الٰہی اور دوسرے انبیاٴ مظہر صفات الٰہی ہیں، اور عام مخلوق مظہر اسماٴ الٰہی ہے۔" جب کہ حضرت مجدد صاحبؒ اپنے مکتوب ۴۵ بنام خواجہ حسام الدین میں لکھتے ہیں: "تمام کائنات حق تعالیٰ کے اسماٴ وصفات کا آئینہ ہے، لیکن اس کی ذات کا کوئی آئینہ ہے اور نہ مظہر، اس کی ذات کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔"

ج ...... یہ امور منصوص تو ہیں نہیں، اکابر کے ذوقیات ہیں اور ذوقیات میں اختلاف مشاہد ہے، بہرحال یہ امور اعتقادی نہیں ذوقی ہیں۔

"تخلقوا باخلاق اللہ" کا مطلب:

س ...... "تخلقوا باخلاق اللہ" سلوک میں مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات میں جبار، قہار، منتقم، متکبر اور اسی قسم کے اور بھی اسمأ ہیں، پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کی صفات میں شریک ہونا شرک ہے اور دوسری طرف اس کی صفات سے متصف ہونا درجات کی بلندی کا معیار بھی ہے۔

ج ...... اسمأ الٰہیہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ ہیں کہ مخلوق کو بقدر پیمانہ ان سے کچھ ہلکا سا عکس نصیب ہوجاتا ہے، ان صفات کو بقدر امکان اپنے اندر پیدا کرنا مطلوب ہے، "تخلقوا باخلاق اللہ" سے یہی مراد ہے، مثلاً رؤف، رحیم، غفور، ودود وغیرہ۔ دوسری قسم وہ اسمأ ہیں جن کے ساتھ ذات الٰہی متفرد ہے، وہاں ان اسمأ حسنیٰ سے انفعال (اثر لینا) مطلوب ہے، مثلاً قہار کے مقابلے میں اپنی مقہوریت تامہ کا استحضار، عزیز کے مقابلے میں اپنی ذلت تامہ اور غنی کے مقابلے میں اپنے فقر کا رسوخ، یہاں "تخلقوا باخلاق اللہ" کا ظہور انفعال کامل کی شکل میں ہوگا۔

کیا بغیر مشاہدہ کے یقین معتبر نہیں؟

س ...... "وَكَذٰلِكَ نُرِيَ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ...... الٰی...... مُوْقِنِيْنَ." اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مشاہدے کے یقین معتبر نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں ان پر صحیفے بھی نازل ہوئے (صحف ابراہیم وموسیٰ) اور بہت سے عجائبات قدرت انہوں نے دیکھے، ہر وقت ان کا اللہ تعالیٰ سے قلبی رابطہ تھا، ان کو ملکوت السموات والارض کی سیر بھی کرائی گئی، اس کے باوجود ان کا قلب مطمئن نہیں ہوتا اور "كَيْفَ تُحْيِ الْمُوْتٰى" کا سوال کرتے ہیں، تو پھر ایک عام سالک جو اللہ کے راستے پر چل رہا ہے اور اپنی لذات کی قربانی دے کر اپنی جان کھپا رہا ہے اور عالم قدس سے بشکل صوت وصورت اس پر کوئی فیضان نہیں ہو رہا پھر بھی اس کی طاعت

میں کوئی کمی نہیں آتی، ایسی صورت میں وہ زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو ملکوت سے کچھ مشاہدہ کرادیا جائے تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور استقامت نصیب ہو۔ انبیاءؑ تو ویسے بھی ہر وقت ملکوت کی سیر کرتے رہتے ہیں۔

ج ...... یقین کے درجات مختلف ہیں، یقین کا ایک درجہ عین الیقین کا ہے جو آنکھ سے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور ایک حق الیقین کا ہے جو تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے، اسی طرح عامہ مؤمنین، ابرار و صدیقین، انبیاءؑ و مرسلین علیہم السلام کے درجات میں بھی تفاوت ہے، ایمان کا درجہ تو عامہ مؤمنین کو بھی حاصل ہے اور ابرار و صدیقین کو ان کے درجات کے مطابق یقین کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور حضرات انبیاءؑ کرام علیہم السلام کے مراتب کے مطابق ان کو درجات یقین عطا کئے جاتے ہیں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال "کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی" اس درجہ یقین اور اطمینان جو بلا رؤیت ہو پہلے بھی حاصل تھا۔ سالکین اور اولیاءؒ اللہ کو بھی مشاہدات کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور بغیر مشاہدات کے بھی ان کو یقین و اطمینان "ایمان بالغیب" کے طور پر حاصل ہوتا ہے لیکن ان کے ایمان اور اطمینان کو انبیاءؑ کرام علیہم السلام کے ایمان و اطمینان سے کوئی نسبت نہیں اور وہ ان کے اطمینان اور یقین کا تحمل بھی نہیں کرسکتے ورنہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔

آلِ رسولؐ کا مصداق:

س ...... حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو آلِ رسول کہا جاتا ہے، حضرت بی بی فاطمہؓ کی وجہ سے، تو کیا وجہ ہے کہ آپؐ کی دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کو آلِ رسول نہیں کہتے؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ کی ازواج حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما سے بھی اولاد بہت پھیلی ہے؟

ج ...... یہ عزت حضرت فاطمہؓ کی خصوصیت تھی کہ ان کی اولاد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلائی، دوسری صاحبزادیوں سے نسل چلی نہیں۔

ذاتِ حق کے لئے مفرد و جمع کے صیغوں کا استعمال:

س ...... اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے لئے کبھی تو "اَنَا" واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے اور کبھی "نَحْنُ" جمع کا صیغہ جیسے: "اِنِّیْ اَنَا اللہُ"، "نَحْنَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ" اس تفریق کی کیا وجہ ہے؟

ج ...... اصل تو صیغہ واحد ہے لیکن کبھی کبھی اظہار عظمت کے لئے صیغہ جمع استعمال کیا جاتا ہے "اِنِّیْ اَنَا اللہُ." میں توحید ہے اور توحید کے لئے واحد کا صیغہ موزوں تر ہے اور "اِنَّا نَحْنَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ." میں اس عظیم الشان کتاب کی تنزیل اور حفاظت کا ذکر ہے اور یہ دونوں منزل (نازل کرنے والے) اور محافظ (حفاظت کرنے والے) کی عظمت و قدرت کو مقتضی ہیں اس لئے یہاں جمع کا صیغہ لانا بلیغ تر ہوا۔ واللہ اعلم باسرارہ۔

یہ عباد الرحمٰن کی صفات ہیں:

س ...... "وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللہِ اِلٰـهًا آخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ...... الی...... وَیُبَدِّلُ اللہُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ...... الخ." آپ نے فرمایا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جب کہ یہ آیت عباد الرحمٰن کے بارے میں بہت آگے سے چلی آرہی ہے "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ......" سے لے کر "وَکَانَ اللہُ غَفُوْرًا رَحِیْمًا." اور پھر آگے بھی عباد الرحمٰن کی صفات بیان کی گئی ہیں تو درمیان میں کفار کا تذکرہ کہاں ہے؟ معارف القرآن میں بھی یہی لکھا ہے جو آپ نے فرمایا مگر قرینے سے اوصاف اور عیوب عباد الرحمٰن ہی کے معلوم ہوتے ہیں۔

ج ...... اگر جاہلیت میں یہ افعال سرزد ہوئے ہوں اور پھر وہ "اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا." کے ذیل میں آگئے تو عباد الرحمٰن کے عنوان سے ان کا ذکر کیا جاتا، اور بندہ کا یہ کہنا کہ یہ کفار کے بارے میں ہے جو کہ بعد میں مسلمان ہوگئے تھے ان دونوں باتوں میں تعارض کیا ہے؟ صفات تو عباد الرحمٰن ہی کی بیان ہو رہی ہیں

ان میں یہ ذکر کیا کہ شرک نہیں کرتے، قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور الّا کے بعد بتایا گیا کہ جنھوں نے بحالت کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا مگر بعد میں ایمان اور عمل صالح کرکے اس کا تدارک کرلیا وہ بھی عباد الرحمٰن میں شامل ہیں۔

س ...... "اِلَّا مَنْ تَابَ" کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جنھوں نے بحالت کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اس میں صرف اتنا اور پوچھنا ہے کہ "بحالت کفر" کی صراحت آیت میں کہاں ہے؟ بحالت ایمان مرتکب گناہ بھی تو توبہ سے پاک ہوجاتا ہے۔

ج ...... درمنثور میں شانِ نزول کی جو روایات نقل کی ہیں ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

ڈارون کا نظریہ نفیٔ خالق پر مبنی ہے:

س ...... درندے پرندے اور ہزارہا مخلوق اللہ کی کس طرح پیدا ہوئی، آپ نے جواب میں فرمایا کہ: "اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہیں گزری۔" تو اس بارے میں عقیدہ کیا رکھا جائے؟ اگر مذہب اس بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتا تو مخلوق کے بارے میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو تقویت ملتی ہے۔

ج ...... ڈارون کا نظریہ تو نفیٔ خالق پر مبنی ہے، اتنا عقیدہ تو لازم ہے کہ تمام اصناف مخلوق کو تخلیق الٰہی نے وجود بخشا ہے، لیکن کس طرح اس کی تفصیل کا علم نہیں۔

انسان کس طرح وجود میں آیا؟

س ...... جناب مولانا صاحب قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان میں حضرت آدمؑ کو بنایا اور ہم سب ان کی اولاد ہیں مگر ۱۵/۴/۱۹۸۹ء بروز جمعہ کو ہم نے ٹی، وی پر دن کے ۱۰ بجے ایک فلم دیکھی جس میں یہ بتایا گیا کہ انسان مرحلہ وار اس شکل میں آیا یعنی پہلے جراثیم پھر مچھلی بندر وغیرہ اور اس کی آخری شکل آج کے

انسان کی ہوئی۔

اب آپ وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ شریعت کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے اور ایک مسلمان کا اس بارے میں کیا ایمان ہونا چاہئے۔ اگر یہ ٹی وی والی فلم غلط ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

ج…… یہ ڈارون کا نظریۂ ارتقاءٗ ہے کہ سب سے پہلا انسان (حضرت آدم علیہ السلام) یکا یک قائم وجود میں نہیں آیا، بلکہ بہت سی ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے بندر کی شکل وجود میں آئی، اور پھر بندر نے مزید ارتقائی جست لگا کر انسان کی شکل اختیار کرلی، یہ نظریہ اب سائنس کی دنیا میں بھی فرسودہ ہو چکا ہے، اس لئے اس طویل عرصہ میں انسان نے کوئی ارتقائی منزل طے نہیں کی، بلکہ ترقیٔ معکوس کے طور پر انسان تدریجاً ''انسان نما جانور'' بنتا جارہا ہے۔

جہاں تک اہل اسلام کا تعلق ہے ان کو ڈارون کے نظریۂ ارتقا پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، ان کے سامنے قرآن کریم کا واضح اعلان موجود ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے مٹی سے آدم کا قالب بنایا، اسی میں روح پھونکی، اور وہ جیتے جاگتے انسان بن گئے۔''

جس فلم کا آپ نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ ان کا قرآن و حدیث پر ایمان نہ ہو، اور جن لوگوں نے ٹی وی پر یہ فلم دکھائی وہ بھی قرآن و حدیث کے بجائے ڈارون پر ایمان رکھتے ہوں گے، لیکن جس چیز پر مجھے تعجب ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس فلم کے دکھائے جانے پر کسی نے احتجاج نہیں کیا، ایسا لگتا ہے کہ وطن عزیز کو غیر شعوری طور پر لادین اور ملحد بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

کیا حدیث کی صحت کے لئے دل کی گواہی کا اعتبار ہے؟

س…… حضرت ابی اسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دل مان لیں اور تمہارے شعور نرم پڑ جائیں

اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمہاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمہاری نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی (یعنی وہ حدیث میری ہوسکتی ہے) اور اگر خود تمہارے دل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمہاری ذہنیت اور شعور سے دور ہو تو سمجھو کہ تمہاری نسبت وہ بات میری ذہنیت سے دور ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔'' یہ حدیث کس پائے کی ہے؟ اور اس میں حضور ﷺ نے کس کو حکم بنایا ہے؟ کیونکہ ہر فرد تو مخاطب ہو نہیں سکتا، اور ہر ایک کی ذہنیت اور سطحِ علم ایک جیسی نہیں۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ: ''جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو۔ زیادہ مبارک اور زیادہ پاکیزہ ہو۔'' اس حدیث کی سند کیسی ہے؟

ج ...... یہ حدیث شریف مسند احمد میں دو جگہ (ایک ہی سند سے) مروی ہے (ج:۵ ص:۴۲۵، ج:۳ ص:۴۹۷)، مسند بزار (حدیث:۱۸۷)، صحیح ابن حبان میں ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، امام ابن کثیر نے تفسیر میں، زبیدی شارح احیا نے اتحاف میں اور ابن عراق نے ''تنزیہ الشریعة المرفوعة'' میں قرطبی کے حوالے سے اس کو صحیح کہا ہے، علامہ ابن جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور عُقیلی نے اس پر جرح کی ہے، شوکانی ''الفوائد المجموعة'' میں کہتے ہیں کہ میرا جی اس پر مطمئن نہیں۔

آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ ہر فرد اس کا مخاطب نہیں ہوسکتا، اس کے مخاطب یا تو صحابہ کرامؓ تھے، جو آنحضرت ﷺ کے کلمات طیبات سے خاص مناسبت رکھتے تھے، یا ان کے بعد محدثین حضرات ہیں جن کے مزاج میں الفاظ نبویؐ کو پہچاننے کا ملکہ قویہ پیدا ہوگیا ہے، بہرحال عامة الناس اس کے مخاطب نہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ دوسری حدیث میں فرمایا: ''استفت قلبک ولو افتاک المفتون.'' یعنی اپنے دل سے فتویٰ پوچھو (چاہے مفتی تمہیں فتوے دے دیں) یہ ارشاد ارباب قلوب صافیہ

کے لئے ہے، ان کے لئے نہیں جن کے دل اندھے ہوں۔

عذاب شدید کے درجات:

س ...... قرآن پاک میں ہدہد کی غیرحاضری کے لئے بطور سزا یہ الفاظ آئے ہیں: "لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَأَذْبَحَنَّهٗ." سورہ مائدہ میں من وسلویٰ کی ناشکری پر بھی یہ الفاظ ہیں: "فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَا اُعَذِّبُهٗ......" پہلا قول حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور دوسرا حق تعالیٰ کا، تقریباً ملتے جلتے ہیں، جب کہ ہدہد اور قوم بنی اسرائیل کے جرم میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایک چھوٹے سے پرندے کے لئے عذاباً شدیداً کچھ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

ج ...... "عَذَابًا شَدِيْدًا" اور "عَذَابًا لَا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ." کے درمیان وہی زمین آسمان کا فرق ہے جو ہدہد اور بنی اسرائیل کے جرم میں ہے، عذاب شدید کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں اور جن کو عذاب دیا جائے ان کے حالات بھی مختلف ہیں، ہدہد غریب کو کسی ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردینا بھی عذاب شدید ہے، انبیاءؑ کرام علیہم السلام کے کلام میں بے جا مبالغہ نہیں ہوتا۔

قرآن میں درج دوسروں کے اقوال قرآن ہیں؟

س ......قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے اقوال بھی دہرائے ہیں، جیسے عزیز مصر کا قول: "اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ." یا بلقیس کا قول: "اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا." کیا ان اقوال کی بھی وہی اہمیت اور حقیقت ہے جو کلام اللہ کی ہے؟ بعض واعظین اس طرح بیان کرتے ہیں دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ." حالانکہ یہ غیراللہ کا قول ہے، اللہ تعالیٰ نے صرف اس کو نقل کیا ہے۔

ج ...... اللہ تعالیٰ نے جب ان اقوال کو نقل فرمادیا تو یہ اقوال بھی کلام الٰہی کا حصہ بن گئے اور ان کی تلاوت پر بھی ثواب موعود ملے گا (یہ ناکارہ بطور لطیفہ کہا کرتا ہے کہ

قرآن کریم میں فرعون، ہامان، قارون اور ابلیس کے نام آتے ہیں اور ان کی تلاوت پر بھی پچاس، پچاس نیکیاں ملتی ہیں) پھر قرآن کریم میں جو اقوال نقل فرمائے گئے ہیں ان میں سے بعض پر رد فرمایا ہے جیسے کفار کے بہت سے اقوال، اور بعض کو بلا تردید نقل فرمایا ہے، تو اقوال مردود تو ظاہر ہے کہ مردود ہیں، لیکن جن اقوال کو بلا نکیر نقل فرمایا ہے وہ ہمارے لئے حجت ہیں، پس عزیز مصر کا قول اور بلقیس کا قول اسی دوسری قسم میں شامل ہیں اور ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کلام الٰہی میں درج مخلوق کا کلام نفسی ہوگا؟

س ...... آپ نے فرمایا "جب غیر اللہ کے اقوال اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نقل کئے ہیں تو وہ بھی کلام الٰہی کا حصہ بن گئے۔" اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اقوال کلام الٰہی کا حصہ بن گئے تب بھی یہ کلام نفسی تو نہ ہوئے کیونکہ کلام نفسی تو قدیم ہے اور یہ قول کسی زمانے میں کسی انسان سے ادا ہوئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دہرادیا، تو یہ اقوال تو مخلوق ہوئے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن سارا غیر مخلوق ہے۔

ج ...... مخلوق کے کلام کا کلام الٰہی میں آنا بظاہر محل اشکال ہے، لیکن اس پر نظر کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی و مستقبل یکساں ہیں تو یہ اشکال نہیں رہتا، یعنی مخلوق پیدا ہوئی، اس سے کوئی کلام صادر ہوا، اللہ تعالیٰ نے بعد از صدور اس کو نقل فرمایا تو واقعی اشکال ہوگا، لیکن مخلوق پیدا ہونے اور اس سے کلام صادر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، اور اس علم قدیم کو کلام قدیم میں نقل فرمادیا۔

"اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عَدُوْلٌ" کی تشریح:

س ...... "الصحابة کلهم عدول"، "اصحابي کالنجوم" کیا یہ احادیث کے اقوال ہیں؟ لیکن حدیث تو مستند ہے کہ: "لوگ حوض کوثر پر آئیں گے، فرشتے انہیں روکیں گے، میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں، جواب ملے گا تمہیں نہیں معلوم انہوں

نے تمہارے بعد کیا کیا؟'' اس حدیث شریف سے تمام صحابہ کا عدول ہونا بظاہر ثابت نہیں ہوتا (یہ ایک اشکال ہے صرف)، اسی طرح یہ حدیث شریف کہ جس صحابی کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ تو اگر کوئی کہے کہ میں تو عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرتا ہوں اور معاملات میں انصاف نہ کرے اور حوالہ دے ان کے واقعات کا مثلاً عمرو بن العاصؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ جو کیا جب کہ دونوں صفین میں حکم بنائے گئے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتدا جس سے ہدایت ملے وہ صحابہ کرامؓ کے عقیدے اور رسوخِ ایمان کی ہے جس کی مثال مشکل ہے، ان کے اعمال عادات و اطوار کی اقتدا مراد نہیں؟

ج ...... ''اصحابي كالنجوم.'' کا مضمون صحیح ہے، مگر الفاظ حدیث کے نہیں، صحابہ کرامؓ کے افعال دو قسم کے ہیں، بعض تو اتباع نصوص کی وجہ سے اور بعض بنا بر اجتہاد۔ پھر اجتہادی امور بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن پر کسی ایک فریق کا صواب یا خطا پر ہونا ظن غالب سے متعین نہیں ہوا، ایسے اجتہادی امور میں مجتہد کے لئے کسی ایک قول کا اختیار کرلینا صحیح ہے جو مجتہد کے نزدیک ترجیح رکھتا ہو، اور دوسری قسم وہ ہے کہ ایک فریق کا خطا پر ہونا ظن غالب سے ثابت ہوجائے، ایسے اقوال و افعال میں مخطی کا اتباع نہیں کیا جائے گا، البتہ ان کو اپنے اجتہاد کی بنا پر معذور بلکہ ماجور قرار دیا جائے گا، اس لئے: ''بايهم اقتديتم اهتديتم.'' کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا جائے گا کہ ان کا خطا پر ہونا غلبہ ظن سے ثابت نہ ہو، البتہ یوں کہا جائے گا کہ انہوں نے بھی اتباعِ ہدایت کا قصد کیا لہٰذا ان پر ملامت نہیں۔ جہاں تک ''الصحابة كلهم عدول.'' کا تعلق ہے یہ بھی حدیث نہیں بلکہ اہل سنت کا قاعدہ مسلّمہ ہے اور ان اکابر کے ''کلهم عدول'' ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ معصوم تھے، جس ہدایت کو ہم صحابہ کرامؓ سے منسوب کرتے ہیں وہ دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کبائر سے پرہیز کرتے تھے اور ان کے نفوس طیبہ میں اجتناب عن الکبائر کا ملکہ راسخ ہوچکا تھا، دوم یہ

کہ اگر کسی سے بتقاضائے بشریت احیاناً کسی کبیرہ کا شاذ و نادر کبھی صدور ہوا تو انہوں نے فوراً اس سے توبہ کرلی اور بہ برکت صحبت نبویؐ ان کے نفوس اس گناہ کے رنگ سے رنگین نہیں ہوئے اور: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له." ارشاد نبویؐ ہے اس لئے ان ارتکاب کبیرہ کے باوجود توبہ کی وجہ سے عادل رہے، فاسق نہیں ہوئے، حضرت نانوتویؒ اور دیگر اکابر نے اس پر طویل گفتگو فرمائی ہے میں نے خلاصہ لکھ دیا جو حل اشکال کے لئے انشاء اللہ کافی ہے۔

صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت ہیں:

س ...... "اصحابي كالنجوم" اور "الصحابة كلهم عدول" آپ نے فرمایا کہ دونوں اقوال حدیث شریف کے نہیں، اگر ایسا ہے تو کوئی اشکال نہیں، اگر حدیث شریف ہے تو درایت پر پوری نہیں اترتی، اس لئے کہ بہت سے صحابہؓ سے بڑی بڑی لغزشیں ہوئیں، جیسے حضرت امیر معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبیداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن ابی سرجؓ وغیرہ۔

ج ...... "الصحابة كلهم عدول." حدیث تو نہیں لیکن اہل حق کا مسلمہ عقیدہ ہے، اور اکابر کی تقلید میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بلا استثناء نجوم ہدایت تھے، اور سب کے سب عادل تھے، لیکن آنجناب نے عدل کے معنی عصمت کے سمجھے ہیں، صحابہ کرامؓ عادل تھے، معصوم نہ تھے، اور عدل کے معنی ہیں عمداً ارتکاب کبائر سے اور اصرار علی الصغائر سے بچنا اور اگر احیاناً معاصی کا صدور ہوجائے تو فوراً توبہ کرلینا۔

جن صحابہ کرامؓ کا نام لے کر آپ نے فرمایا ہے کہ ان سے بڑی بڑی لغزشیں ہوئیں، ان میں سے کون سی غلطی ایسی ہے جس کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوچکا ہو؟ اور وہ "كُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى." کے وعدۂ خداوندی سے مستثنیٰ ہوں، ابن ابی سرجؓ مرتد ہوکر مسلمان ہوگئے تھے، اس کے بعد ان سے کون سی غلطیاں ہوئیں؟ حضرت عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ

ان کی اجتہادی غلطی تھی اور آنجناب کو معلوم ہے کہ اجتہادی لغزش تو عصمت کے بھی منافی نہیں چہ جائیکہ عدل کے منافی ہو۔ قرآن کریم میں نبی معصوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی." اس میں عصیان اور غوایت کی نسبت کی گئی ہے، مگر یہ فعل اجتہاداً تھا اس لئے یہ عصیان بھی صورتاً ہوا نہ حقیقتاً، اسی طرح صحابہ کرامؓ کی جن جن بڑی غلطیوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ بھی اجتہاداً تھیں جن پر وہ ماجور ہیں نہ کہ ماذور۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے جو کچھ کیا اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کے لئے کیا، اگر کسی کا اجتہاد خطا کر گیا تب بھی وہ نہ لائق ملامت ہے اور نہ اس کی اجتہادی خطا کو حقیقتاً غلطی کہنا صحیح ہے، نہ ان کے اجتہاد کی غلطی عدل کے منافی ہے اور نہ ان کے نجوم ہدایت ہونے کے خلاف ہے۔

سوٴ ادب کی بو آتی ہے:

س ...... صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنا، عزت و عقیدت سے ان کا ذکر کرنا بندہ کا بھی جزو ایمان ہے، بلکہ اکثر اس میں غلو بھی ہو جاتا ہے، میرا سوال صرف یہ تھا کہ یہ جو قول ہے کہ جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے، تو یہ اقتدا میں نے عرض کیا تھا کہ ان کے عقائد اور ایمان کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں جتنا ان کو رسوخ تھا اس کی مثال مشکل ہے، مگر ان کے اعمال میں اقتدا کا حکم نہیں ہے، مجھے خوشی ہے کہ میرے اس قول میں امام مزنیؒ کا قول بھی تائید میں ملا ہے، اصحابی کالنجوم کی شرح میں فرماتے ہیں:

> "اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ روایت دین میں تمام صحابی ثقہ اور معتبر ہیں اس کے علاوہ اور کوئی معنی میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ اگر خود صحابہؓ اپنی رائے ہمیشہ صائب اور غلطی سے مبرا سمجھتے ہوتے تو نہ آپس میں ایک دوسرے کی تغلیط کرتے اور نہ اپنے کسی قول سے رجوع کرتے

حالانکہ بے شمار موقعوں پر وہ ایسا کرچکے ہیں۔"

الحمدللہ ثم الحمدللہ بس یہی مراد تھی، اور یہ میرے اس قول کا مطلب ہے کہ اقتدأ صحابہ کرامؓ کے عقائد اور ایمان کی معلوم ہوتی ہے، ان کے اعمال، عادات و اطوار کی نہیں، آپ اس سے کہاں تک متفق ہیں؟

ج ...... آپ نے حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے متعلق جو الفاظ لکھے تھے ان سے کچھ سوٴ ادب کی بو آتی ہے، عقائد و ایمان تو سب کا ایک ہی تھا اور بیشتر اعمال بھی اور بعض اعمال میں اجتہادی اختلاف بھی تھا، تاہم "جس کی اقتدأ کرو گے ہدایت پاؤگے۔" کا یہی مصداق ہے، یعنی سب اپنی جگہ حق و ہدایت پر ہیں، جیسا کہ ائمہ اربعہؒ کے بارے میں اہل سنت قائل ہیں کہ وہ سب برحق ہیں ان کا ایک دوسرے کی تردید و تغلیط کرنا بھی بنا بر اجتہاد ہے، ہر مجتہد اپنی رائے صائب اور غلطی سے مبرا سمجھتا ہے مگر ضمناً۔

صحابہ کے بارے میں تاریخی رطب و یابس کو نقل کرنا سوٴ ادب ہے:

س ...... آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو الفاظ بندے نے لکھے تھے ان سے سوٴ ادب کی بو آتی ہے۔ حق تعالیٰ سوٴ ادب سے محفوظ رکھے، صحابہؓ تو بہت بڑے مرتبوں کے مالک ہیں، بندہ تو ایک فاجر و فاسق مسلمان کی ذات کو بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس پر بندے کے کچھ اشعار سماعت فرمائیں:

ہر مسلمان کو محبت ہے رسول اللہ سے
ہر مسلمان کو رسول اللہ کی نسبت سے دیکھ

ہر مسلمان محترم تجھ کو نظر آئے گا پھر
جب بھی دیکھے تو مسلمان کو اسی نسبت سے دیکھ

اس سے آگے بھی ایک ادب ہے جو خالق و مخلوق کی نسبت سے ہے:

وہ شرابی ہو کہ زانی فعل مطلق ہے برا
فعل کی تحقیر کر پر ذات کو عزت سے دیکھ

پھر بندے کی نظر میں اس سے بھی آگے اک ادب ہے:

کنبہ سب خالق کا ہے مخلوق ہے جتنی یہاں
کیا نصاریٰ کیا مسلمان سب کو تو عزت سے دیکھ

میرے یہ اشعار عام مخلوق خدا کے بارے میں ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے، کسی واقعہ کو جو متفق علیہ ہو تاریخ سے یا حدیث سے نقل کرنا مجھ ناچیز کے خیال میں تو سوٴ ادب میں نہیں آتا کیونکہ اس کے مرتکب تو سیکڑوں موٴرخین، مفسرین، محدثین اور علماٴ وفضلاٴ ہوئے ہیں، پھر تو وہ سب بے ادب ٹھہرتے ہیں؟

اگر آپ امام مزنیؒ کے قول سے متفق ہیں تو بس وہی بندے کی مراد تھی کہ صحابہؓ کی اقتداٴ ان کی روایت دین اور ثقاہت ایمان میں معلوم ہوتی ہے نہ کہ ان کے افعال و اقوال و عادات و اطوار اور ذاتی اعمال میں۔ بہت موٹی سی بات ہے کہ جب شارع علیہ السلام کے عادات و اطوار نشست و برخاست جو سنن زوائد کہلاتی ہیں، ان کے اتباع کی امت مسلمہ مکلّف نہیں ہے تو اصحاب رسول کے عادات و اطوار اور افعال کی کیسے مکلّف ہوسکتی ہے؟ بندہ کم علم ہے اس لئے شاید اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح بیان نہیں کرسکا، آپ صاحب علم ہیں یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد کیا ہے؟

ج ...... تاریخ میں تو رطب و یابس سب کچھ بھر دیا گیا ہے، لیکن ان واقعات کو بطور استدلال نقل کرنا سوٴ ادب سے خالی نہیں، ان کے محاسن سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ان سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں ہم جیسے لوگوں کے حوصلے سے بڑی بات ہے۔

امام مزنیؒ کا قول میری نظر سے نہیں گزرا تاکہ یہ دیکھتا کہ ان کی مراد کیا

ہے؟ جہاں تک صحابہ کرامؓ کی اقتدا کا مسئلہ ہے بعض ظاہریہ تو ان کے اقوال و افعال کو حجت ہی نہیں سمجھتے، ابن حزم ظاہری اکثر یہ فقرہ دہراتے رہتے ہیں: ''لا حجۃ فی قول صاحب ولا تابع۔'' لیکن عامۃ العلماء کے نزدیک صحابہؓ کے اقوال و افعال بھی لائق اقتدا ہیں البتہ تعارض احوال و افعال کی صورت میں ترجیح کا اصول چلتا ہے جس کو مجتہدین جانتے ہیں، بہرحال ہمارے لئے اس مسئلہ پر گفتگو بے سود ہے، ہمارے لئے اتنی بات بس ہے کہ وہ حضرات لائق اقتدا ہیں۔

حضرت خضر کے جملہ پر اشکال:

س ...... ''فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا.'' خضر علیہ السلام نے بظاہر یہاں شرکیہ جملہ بولا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ اپنا ارادہ بھی شامل کردیا حالانکہ بظاہر: ''فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا'' زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ج ...... اس قصے میں تین واقعات ذکر کئے گئے ہیں: ۱: کشتی کا توڑنا۔ ۲: لڑکے کو قتل کرنا۔ ۳: دیوار بنانا۔ ان تینوں کی تاویل بتاتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے ''اَرَدْتُّ''، ''اَرَدْنَا'' اور ''اَرَادَ رَبُّکَ'' تین مختلف صیغے استعمال فرمائے ہیں، اس کو تفنن عبارت بھی کہہ سکتے ہیں اور ہر صیغے کا خاص نکتہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے:

۱:...... مسکینوں کی کشتی توڑ دینا خصوصاً جب کہ انہوں نے کرایہ بھی نہیں لیا تھا، اگرچہ اپنے انجام کے اعتبار سے ان کا نقصان تھا جس کا بظاہر کوئی بدل بھی نہیں ادا کیا گیا اور ظاہر نظر میں بھلائی کا بدلہ برائی تھا اور شر بلا بدل بلکہ بعد الاحسان تھا، اس لئے ادباً مع اللہ اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ''اَرَدْتُّ'' کہا۔

۲:...... بچے کا قتل کرنا بھی بظاہر شر تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل والدین کو عطا فرمایا جو ان کے حق میں خیر تھا، پس یہاں دو پہلو جمع ہوگئے، ایک بظاہر شر، اس کو اپنی طرف منسوب کرنا تھا اور دوسرا خیر یعنی بدل کا عطا کئے جانا، اس کو حق تعالیٰ شانہ کی

طرف منسوب کرنا تھا، اس لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا تاکہ شر کو اپنی طرف اور اس کے بدل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاسکے۔

۳:......اور یتیموں کی دیوار کا بنادینا خیر محض تھا، جس میں شر کا ظاہری پہلو بھی نہیں تھا، نیز ان یتیموں کا سن بلوغ کو پہنچنا ارادۂ الٰہی کے تابع تھا، اس لئے یہاں خود بیچ میں سے نکل گئے اور اس کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف منسوب فرمایا: "فَاَرَادَ رَبُّکَ." اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے نمبر پر شرکیہ جملہ نہیں بولا بلکہ شرکت کا جملہ بولا تاکہ شر اور خیر کو از خود تقسیم کرکے بظاہر شر کو اپنی طرف اور اس کے بدل کو جو خیر تھا، حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں، واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

اتنا بڑی جنت کی حکمت:

س...... حدیث شریف میں ہے کہ سبحان اللہ والحمدللہ اور اللہ اکبر کہنے والے کے لئے جنت میں ہر کلمے کے عوض ایک پیڑ لگایا جاتا ہے، اس طرح بہت سے اعمال پر ایک محل عطا ہونے کی بشارت آئی ہے، انسان اپنی زندگی میں یہ کلمہ طیبہ لاکھوں کی تعداد میں کرتا ہے، تو ان لاکھوں محلات اور باغات کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر آدمی فلاں عمل اپنی زندگی کے آخر تک کرتا رہے اور اس پر مرے تو اس کے لئے ایسا ایسا محل تیار کیا جائے گا؟

ج...... دوام کی قید نہیں بلکہ مطلق عمل پر یہ اجر ہے، رہا یہ کہ اتنے لاکھوں محلات کی کیا ضرورت؟ یہ "قیاس غائب علی الشاهد" ہے۔ یہ حدیث تو علم میں ہوگی کہ ادنیٰ جنتی کو آپ کی پوری دنیا سے دس گنا زیادہ جنت عطا کی جائے گی۔ یہاں بھی آپ کا یہ سوال متوجہ ہوگا کہ اتنی بڑی جنت کو کیا کرے گا؟ بہرحال آخرت کے امور ہماری عقل و قیاس کے پیمانوں میں نہیں سماسکتے، "اعدت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر." حدیث قدسی ہے۔ ایک مرتبہ تبلیغی سفر میں ایک بزرگ فرمانے لگے کہ مولویو! یہ بتاؤ کہ اتنی بڑی جنت کو کوئی کیا

کرے گا؟ پھر خود ہی فرمادیا کہ تمام اہل جنت ایک جنتی کی برادری ہے، کبھی آدمی کا جی چاہے کہ پوری برادری کی دعوت کرے، کیونکہ سب معزز مہمان ہیں اس لئے ہر فرد کے لئے ٹھہرنے کو الگ جگہ ہونی چاہئے، لہٰذا ایک جنتی کے پاس اتنی بڑی جنت ہونی چاہئے کہ یہ بیک وقت تمام اہل جنت کو مع ان کے حشم و خدم کے ٹھہرا سکے۔

جنات کے لئے رسول:

س...... کہا جاتا ہے کہ انسانوں میں انسان ہی رسول ہوتا ہے اور یہ امر ربی ہے، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت :۹۶،۹۵ میں فرمایا:

> ترجمہ:...... ''اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں ہوئی، جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر یہ کہ انہوں نے کہا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔''

اس آیت کی روشنی میں وضاحت فرمایئے کہ حدیث میں ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے اسے جنوں کا گروہ قرار دیا تھا، کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے علاوہ جنوں کی طرف بھی رسول تھے، یا جنات کے لئے جن ہی رسول ہونا چاہئے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے لئے بھی رسول تھے، قرآن کریم میں جنات کا بارگاہ عالی میں حاضر ہوکر قرآن کریم سننا اور ایمان لانا مذکورہ ہے (سورۃ احقاف) فرشتے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات سے پاک ہیں اس لئے ان کو انسانوں کے لئے نبی نہیں بنایا گیا، جنات کے لئے انسانوں کو نبی بنایا گیا، جنات کے لئے جن کا رسول بنایا جانا منقول نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی تمام دنیا کیلئے بعثت:

س...... رسول اکرم ﷺ ساتویں صدی عیسوی میں ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے، ''ساری دنیا میں'' براعظم امریکہ بھی شامل ہے مگر وہاں تک اسلام کی دعوت خود رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اور اس کے بہت عرصہ بعد تک صوفیائے کرامؒ کے ذریعہ بھی نہیں پہنچی، تا آنکہ پندرہویں صدی میں امریکہ دریافت ہوا، ساتویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک ــــ آٹھ سو سال ــــ امریکہ مکمل جہالت کی تاریکی میں ڈوبا رہا۔

امریکہ کے قدیم باشندے، جنہیں ریڈ انڈین کا نام دیا گیا، وہ مظاہر پرست ہی رہے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے کسی بیٹے کی اولاد ہیں؟ جیسا کہ ایشیائی اقوام کو سام کی، افریقی اقوام کو حام کی اور یورپی اقوام کو یافث کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عقبہ بن نافعؓ نے جس وقت ''بحرظلمات'' میں گھوڑا ڈال دیا اور زمین ختم ہوجانے پر حسرت کا اظہار کیا تھا اس وقت بھی وہاں سے بہت دور امریکہ کی سرزمین موجود تھی۔ سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نظر اور صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظامؒ کی بصیرت سے امریکہ کیسے بچا رہا؟

ج...... جب معلوم دنیا میں امریکہ کا وجود ہی کسی کو معلوم نہ تھا تو وہاں دعوت پہنچانے کا بھی کوئی مکلف نہیں تھا، اور جب امریکہ دریافت ہوا تو وہاں دعوت بھی پہنچ گئی، جن امور کا آدمی مکلّف ہے اور جس پر اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی، آدمی کو ان امور میں غور کرنا چاہئے، اور جن امور کا وہ مکلف ہی نہیں ان میں غور و فکر لایعنی اور بے مقصد ہے، جس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

کیا قبر اطہر کی مٹی عرش و کعبہ سے افضل ہے؟

س...... میرے پاس ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' جس کے

مؤلف جناب محمد عبدالمعبود ہیں، اور اس پر تقریظ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی والوں کی ہے، تقریظ کی تاریخ یکم فروری ۱۹۷۸ء ہے، مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بڑی تعریف فرمائی ہے، اور ایران سے آغا محمد حسین تسبیحی مدظلہم نے کتاب کو اس قدر پسند فرمایا کہ اس کا فارسی ترجمہ کرنے کی پیش کش فرمائی، مزید یہ کہ ولی زماں مفسر قرآن حضرت لاہوریؒ کے خلف الرشید حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت مجدہم کی تقریظات نے اس کی افادیت پر مہر تصدیق ثبت فرما کر اسے اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کتاب کی فہرست مضامین میں یہ ہے نمبر۱: مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ؟ نمبر۲: مدینہ طیبہ کی مکہ معظمہ پر فضیلت۔ نمبر۳: مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے، اب اس کے متعلق تفصیل بڑی طویل ہے میں کوشش کروں گا کہ مختصر بیان کروں، لکھا ہے کہ:

> ''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام روئے زمین پر افضل مقامات اور بزرگ ترین شہروں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے زادھما اللہ تشریفًا وتعظیمًا۔ اب ان دو شہروں میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت اور ترجیح دی جائے؟ تو اس میں علمائے کرام کے عقول و اذہان بھی متحیر ہیں بایں ہمہ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زمین کا وہ خطہ اور متبرک حصہ جو رحمت للعالمین فخر موجودات ﷺ کے جسد اطہر اور اعضائے شریفہ سے مس کئے ہوئے ہیں وہ نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ کعبۃ اللہ سے بھی افضل ہے، سموات سبع تو کجا عرش عظیم سے بھی اس کی شان بالا، اعلیٰ، برتر، ارفع اور انتہائی بلند ہے۔''

آگے ایک حوالہ یہ بھی تحریر ہے کہ:

> ''امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام کی ایک جماعت اور حضرت مالک بن انسؓ اور اکثر علمائے مدینہ، مکہ مکرمہ پر مدینہ منورہ کو فضیلت دیتے ہیں، اسی طرح بعض علمائے کرام بھی مدینہ طیبہ کی فضیلت کے قائل ہیں، مگر وہ شہر مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ کے شہر پر تو فضیلت دیتے ہیں البتہ کعبۃ اللہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور کعبہ معظمہ کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں، لیکن یہ بات طے شدہ ہے اور اسی پر علمائے متقدین و متاخرین کا اتفاق ہے کہ قبر اطہر سید کائنات رحمت موجودات ﷺ مطلقاً اور بالعموم افضل و اکرم، انصب و ارفع ہے خواہ شہر مکہ مکرمہ ہو یا کعبۃ اللہ ہو یا عرش مجید ہو، اس کتاب میں حضرت علامۃ العصر الشیخ محمد یوسف بنوری مدظلہ نے معارف السنن جلد:۳ ص:۳۲۳ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر اطہر، سات آسمانوں، عرش مجید اور کعبۃ اللہ سے افضل ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔"

میرے محترم بزرگ میں اس پر مکمل اتفاق کرتا ہوں اور یہ میرا ایمان ہے کہ اول ذات اللہ کی ہے اس کے بعد کوئی افضل ذات ہے تو اللہ کے آخری نبی کریم ﷺ کی ذات ہے جو افضل و اعلیٰ ہے، باقی ساری چیزیں افضلیت میں کم ہیں، یہ سچ ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کی بڑی عظمت و افضلیت ہے اور عرش عظیم، لوح و قلم وغیرہ کی اپنی اپنی عظمت اور افضلیت ہے، اس کا کوئی بھی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، اگر انکار کرے تو وہ مسلمان نہیں، لیکن پہلے اللہ اور پھر حضور اکرم ﷺ ہیں، میرے محترم بزرگ میرے دوستوں اور احبابوں میں سے بعض حضرات اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ روضۂ اطہر ﷺ کعبۃ اللہ اور عرش اعظم سے افضل ہو نہیں سکتا اور ایسی

باتیں کہنا نہیں چاہئے، اور وہ قرآن کی ٹھوس دلیل چاہتے ہیں، تو لہٰذا میں بہت پریشان ہوں کس کو سچ مانوں اور کس کو غلط، میں حضرت والا سے نہایت ادب واحترام سے گزارش کرتا ہوں کہ قرآن کی دلیل اور احادیث کی روشنی میں تحریری جواب سے نوازیں کہ درست کیا ہے؟

ج…… جو مسئلہ اس کتاب میں ذکر کیا ہے وہ قریب قریب اہل علم کا اجماعی مسئلہ ہے، وجہ اس کی بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ افضل الخلق ہیں، کوئی مخلوق بھی آپ ﷺ سے افضل نہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آدمی جس مٹی سے پیدا ہوتا ہے اسی میں دفن کیا جاتا ہے، لہٰذا جس پاک مٹی میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی تدفین ہوئی اسی سے آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی، اور جب آپ ﷺ افضل الخلق ہوئے تو وہ پاک مٹی بھی تمام مخلوق سے افضل ہوئی۔

علاوہ ازیں زمین کے جن اجزاء کو افضل الرسل، افضل البشر، افضل الخلق ﷺ کے جسد اطہر سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے وہ باقی تمام مخلوقات سے اس لئے بھی افضل ہیں کہ یہ شرف عظیم ان کے سوا کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔

آپ کا یہ ارشاد بالکل بجا اور برحق ہے کہ ''پہلے اللہ اور پھر حضور اکرم ﷺ ہیں'' مگر زیر بحث مسئلہ میں خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور آنحضرت ﷺ کے درمیان تقابل نہیں کیا جارہا، بلکہ آنحضرت ﷺ کے درمیان اور دوسری مخلوقات کے درمیان تقابل ہے، کعبہ ہو، عرش ہو، کرسی ہو، یہ سب مخلوق ہیں، اور آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں، اور قبر مبارک کی جسد اطہر سے لگی ہوئی مٹی اس اعتبار سے اشرف وافضل ہے کہ جسد اطہر سے ہم آغوش ہونے کی جو سعادت اسے حاصل ہے وہ نہ کعبہ کو حاصل ہے، نہ عرش وکرسی کو۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ ان چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور روضۂ مطہرہ کی مٹی کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہے، اس لئے یہ چیزیں اس مٹی سے

افضل ہونی چاہئیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پاک مٹی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملابست کی نسبت ہے، اور کعبہ اور عرش و کرسی کو حق تعالیٰ شانہ سے مُلابست کا تعلق نہیں، کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے پاک ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح:

س...... یکم فروری ۱۹۸۹ء کو تفہیم دین پروگرام میں ٹی وی پر جناب ریاض الحسن گیلانی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۱ نکاح کئے، جن میں ۱۳ ازواج کو قائم رکھا جب کہ ۸ کو طلاق دی۔ جہاں تک میرے ناقص علم میں ہے حضورؐ نے طلاق کو ایک برافعل ظاہر کیا ہے، جو مجبوراً دینے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ ہمارے علم میں کوئی طلاق حضورؐ نے اپنی کسی زوجہ کو نہیں دی۔ برائے مہربانی اس کی حقیقت حال بیان کی جائے۔

ج...... ۲۱ عقد میرے علم میں نہیں جہاں تک مجھے معلوم ہے دو عورتوں کو نکاح کے بعد آبادی سے پہلے ان کی خواہش پر طلاق دی تھی، میری کتاب ''عہد نبوت کے ماہ و سال'' میں اس کی تفصیل ہے۔

معجزہ شق القمر:

س...... ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب جو مسجد کے امام بھی ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ شق قمر والا جو معجزہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا تھا وہ صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے براہ کرم اس کے متعلق صحیح احادیث لکھ دیں تاکہ ان کی تسلی ہو۔

ج...... شق قمر کا معجزہ صحیح احادیث میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت حذیفہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''انشق القمر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم فرقتین،فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اشهدوا.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۱، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:......”رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا، ایک ٹکڑا پہاڑ سے اوپر تھا اور ایک پہاڑ سے نیچے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: گواہ رہو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

”انشق القمر فی زمان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۱، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:......”آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”ان اهل مکة سألوا رسول اللّٰہ علیه وسلم ان یریهم اٰیة فاراهم انشقاق القمر مرتین.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۲، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:......”اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی معجزہ دکھائیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ دکھایا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

”انفلق القمر علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اشهدوا.“ (صحیح مسلم ص:۳۷۳ ج:۲ ترمذی ص:۱۶۱ ج:۲)

ترجمہ:...... ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔''

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''انشق القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی صار فرقتین علی هذا الجبل وعلیٰ هذا الجبل، فقالوا سحرنا محمد، فقال بعضهم لان سحرنا فما یستطیع ان یسحر الناس کلهم۔'' (ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:...... ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہوا، یہاں تک کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا، اور ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر، مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کردیا، اس پر ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر اس نے ہم پر جادو کردیا ہے تو سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کرسکتا (اس لئے باہر کے لوگوں سے معلوم کیا جائے چنانچہ انہوں نے باہر سے آنے والوں سے تحقیق کی تو انہوں نے بھی تصدیق کی)۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ (ج:۳ ص:۱۱۹) میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج:۶ ص:۶۳۲) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

''قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ چاند کا دوٹکڑے ہوجانا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ترین معجزات میں سے ہے، اور اس کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، علاوہ ازیں آیت کریمہ: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' کا ظاہر و

سیاق بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں کہ بعض اہل بدعت نے، جو مخالفین ملت کے مشابہ ہیں، اس کا انکار کیا ہے، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو اندھا کردیا ہے، ورنہ عقل کو اس میں مجالِ انکار نہیں۔'' (نووی: شرح مسلم ج:۲ ص:۳۷۳)

عقیدہ صحیح ہو اور عمل نہ ہو:

س...... عیدالفطر کے دن نمازِ عید کے موقع پر مقامی مولوی صاحب نے کچھ الفاظ کہے کہ کسی کے علم کو مت دیکھو، اس کے عمل کو مت دیکھو عقیدہ درست ہونا چاہئے، عقیدہ درست ہے تو عمل کے بغیر بھی جنت میں جائے گا۔ تو کیا ان کا کہنا درست ہے کہ عقیدہ درست ہونا چاہئے، علم پر عمل کی کوئی ضرورت نہیں؟

ج...... مولوی صاحب کی یہ بات تو صحیح ہے کہ اگر عقیدہ صحیح ہو اور عمل میں کوتاہی ہو تو کسی نہ کسی وقت نجات ہوجائے گی، اور اگر عقیدہ خراب ہو اور اس میں کفر و شرک کی ملاوٹ ہو تو بخشش نہیں ہوگی، لیکن علم اور عمل کو غیرضروری کہنا خود عقیدے کی خرابی ہے اور یہ قطعاً غلط ہے اس سے مولوی صاحب کو توبہ کرنی چاہئے۔

تمام علماء کو برا کہنا:

س...... ایک دن باتوں باتوں میں ایک صاحب کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی، وہ اس طرح کہ وہ صاحب کہنے لگے کہ ایک اسلامی ملک پاکستان سے مال نہیں منگواتا، اس لئے کہ پاکستانی مال میں بہت کچھ فراڈ اور دھوکا اور ملاوٹ کرتے ہیں تو اس لئے وہ پاکستان سے مال نہیں منگواتے، اور اس پر علماء لوگ کچھ نہیں کہتے، پھر کہنے لگے کہ یہ کیسے علماء ہیں کہ ایک دن اخبار میں کوئی خبر آتی ہے ''علماء کا متفقہ فیصلہ'' پھر دوسرے دن اس علماء کے متفقہ فیصلے کی تردید آجاتی ہے کہ یہ فیصلہ غلط ہے، تو کہنے لگا کہ یہ کیسے

علماؑ ہیں کہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ، اور پھر کہنے لگا کہ یہ سب کچھ پیٹ کے مسئلے ہیں، کھاتے پیتے ہیں عیش کرتے ہیں، اور لوگوں سے پیسہ بٹورتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ سب علماؑ کا لفظ مت استعمال کیجئے، اگر آپ کو کسی سے کوئی شکایت ہے تو اس کا نام لے کر شکایت کریں بغیر نام لئے سب علماؑ کو برا بھلا کہنا ایمان کے ناقص ہونے کی علامت معلوم ہوتی ہے، براہ کرم اس مسئلہ پر روشنی ڈالئے کہ ان کا اس طرح سب علماؑ کو برا کہنا صحیح ہے؟

ج...... علماؑ کی جماعت میں بھی کمزوریاں ہوسکتی ہیں، اور بعض عالم کہلانے والے غلط کار بھی ہوسکتے ہیں لیکن بیک لفظ تمام علماؑ کو برا بھلا کہنا غلط ہے، اور اس سے ایمان کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

یہ الفاظ کلمۂ کفر ہیں:

س...... میں نے ایک دن ایک شخص سے یہ کہا کہ چلو ہمارے مولوی صاحب سے مسئلے مسائل پوچھتے ہیں، اگر وہ غلط ہوگا تو ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے، اور اس کی بات نہیں سنا کریں گے، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں اس کے پاس قطعاً نہیں جاؤں گا چاہے کچھ بھی ہوجائے، اور اس کو نہیں مانوں گا چاہے میری گردن بھی کٹ جائے، میں نے پھر اصرار کیا کہ بات پوچھنے میں کیا حرج ہے، وہ انکار کرتا رہا اور میں اصرار کرتا رہا، حتی کہ اس نے کہا کہ اگر خدا بھی آکر کہہ دے کہ اس مولوی صاحب کو صحیح مانو اور اس کی بات سنو تو بھی میں نہیں مانوں گا، اور نہ بات سنوں گا، جواب طلب بات یہ ہے کہ اس کہنے سے اس کے ایمان واسلام اور اعمال پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

ج...... اس شخص کے یہ الفاظ کہ ''اگر خدا بھی آکر کہہ دے......'' کلمۂ کفر ہیں، اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم

مسلوب الاختیار پر کفر کا فتویٰ:

س...... مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک عقیدت مند کا بیان رسالہ ''الامداد'' ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں یوں لکھا ہے کہ:

''اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے...... اتنے میں بندہ بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا...... لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ ''اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔'' حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا۔''

کتاب ''عبارات اکابر'' مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور کتاب ''سیف یمانی'' مصنفہ مولانا منظور نعمانی مدظلہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ خواب کی بات تو کسی درجے میں بھی قابلِ اعتبار نہیں، خواب کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر و ارتداد، نہ نکاح، نہ طلاق اس لئے حالت خواب میں جو کلمہ کفریہ صاحب واقعہ کی زبان سے سرزد ہوا تو اس کی وجہ سے نہ اس کو کافر کہا جا سکتا ہے، نہ مرتد، کیونکہ وہ شخص اس وقت

حسب ارشاد نبویؐ: ''مرفوع القلم'' تھا اور حالت بیداری میں صاحب واقعہ کی بے اختیاری اور مجبوری جس کا وہ عذر بیان کرتا ہے وہ از روئے قرآن و حدیث و فقہ ''خطا'' میں داخل ہے۔ اس لئے حالت بیداری میں جو درود پاک میں اس سے محمد کی جگہ اشرف علی نکلا وہ خطا کے طور پر نکلا اور شریعت میں جس سے ''خطأً'' کلمۂ کفریہ سرزد ہوجائے تو اس پر مواخذہ نہیں اور وہ کسی کے نزدیک کافر نہ ہوگا۔

لیکن ہمارے ہاں شہر کھیرو میں فریق مخالف کے ایک مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں اس جواب کا یہ ''جواب'' دیا کہ:

''یہ خطا کا بہانہ بیکار ہے جس کی کئی وجوہ ہیں:

اولاً اس لئے کہ ''خطا'' لاشعوری میں ہوتی ہے، خطا کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس نے کیا کہہ دیا اور یہاں پر وہ کہتا ہے کہ اس کو شعور ہے اور وہ اس کو غلطی بھی سمجھ رہا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہتا ہے جان بوجھ کر کہتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ ''خطا'' لحہ دولحہ رہتی ہے سارا دن خطا نہیں رہتی اور یہاں پر اس کی زبان سے دن بھر حضرت محمد ﷺ کا نام کلمہ اور درود میں نہ آیا اور وہ اسی کلمۂ کفر کی تکرار کرتا رہا، خطا کی یہ شان نہیں ہوتی۔

ثالثاً یہ کہ اگر خطا پر مواخذہ نہیں تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کلمات کفریہ بکنے والے کا دعویٰ خطا بہرحال مقبول ہے۔ شفا قاضی عیاضؒ میں ہے "لایعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان" ص:۲۸۵ یعنی کفر میں نادانی و جہالت اور زبان بہکنے کا دعویٰ کرنے سے کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا، اور فقہ کی کتابوں ''بزازیہ'' اور ''رد

المختار'' میں تصریح ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ کفریہ بکے اور پھر خطا اور زبان کے بہک جانے کا دعویٰ اور عذر کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے، اس لئے واقعہ مذکورہ میں اس کا دعویٰ خطأ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ اس کلمہ کفریہ بکنے کی وجہ سے کافر ہوگیا اور چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ ''اس واقع میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔'' پس چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی اس شخص کے کفر پر راضی رہے اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا لہٰذا خود بھی کافر ہوگئے کیونکہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

رابعاً یہ کہ خود دیوبندیوں کے مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' ص:۷۳ میں تحریر کیا ہے کہ (ترجمہ) علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ پر تحریر ہے کہ ''کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد و نیت پر نہیں۔''

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ پر تحریر ہے کہ ''لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا اور تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔'' ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کہنا کفر ہے اور اس بارے میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر الفاظ عرف و محاورہ میں صریح توہین آمیز ہیں تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور اس میں کوئی تاویل قبول نہ ہوگی۔ اگر باوجود صراحت کے کوئی تاویل کرے گا

تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد بمنزلہ کفر ہے۔ اور یہاں پر حالت بیداری میں صاحب واقعہ نے زبان سے صراحۃً درود شریف میں اشرف علی نکالا لہٰذا اس میں کوئی تاویل قبول نہیں کی جائے گی، خامساً یہ کہ اگر یہی واقعہ واقعہ طلاق پر قیاس کیا جائے تو طلاق واقع ہوگی؟ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اور بعد میں خطا کا عذر کرے اور کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی تو کیا اس شخص کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو عجیب بات ہے کہ طلاق واقع ہونے میں تو یہ عذر مقبول نہ ہو اور مولوی اشرف علی کو اپنا نبی اور رسول اللہ کہنے میں عذر مقبول ہوجائے۔''

اب ہمیں ازروئے قرآن وحدیث وفقہ مندرجہ ذیل امور کی تفصیل مطلوب ہے:

۱:...... ازروئے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی ''خطا'' کی صحیح تعریف کیا ہے؟ نیز یہ کہ کیا ''خطا'' ہر حال میں لاشعوری میں ہوتی ہے یا خطا کرنے والے کو کبھی شعور بھی ہوتا ہے؟

۲:...... کیا واقعہ مذکورہ میں باوجود شعور کے محمد ﷺ کی جگہ اشرف علی نکل جانا اس کی ''خطا'' تھی؟ اور کیا ''خطا'' لمحہ دو لمحہ رہتی ہے یا عرصہ تک بھی رہ سکتی ہے؟

۳:...... جو شخص اپنی زبان سے کلمہ کفریہ بکے اور پھر یہ کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی اور مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو کیا شریعت اسلامیہ میں اس کا یہ دعویٰ بے اختیاری وخطا کا مقبول ہے؟ مقبول ہونے کی صورت میں صاحب شفا قاضی عیاضؒ کی مندرجہ بالا عبارت جو معترض نے پیش کی ہے اور

''بزازیہ'' اور ''ردالمحتار'' کی مندرجہ بالا عبارتوں کی توجیہ و مطلب کیا ہے؟

۴:...... اگر شریعت اسلامیہ میں حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے معاملے میں کسی کی نادانی و جہالت، زبان کا بہکنا، بے قابو ہوجانا، کسی قلق اور نشہ کی وجہ سے لاچار و مضطر ہوجانا، قلت نگہداشت یا بے پروا ہی اور بے باکی یا قصد و نیت و ارادۂ گستاخی نہ ہونا وغیرہ کے اعذار مقبول نہیں اور صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا واقعہ کی صحیح توجیہ کیا ہے؟

۵:...... اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو صریح الفاظ میں طلاق دے اور پھر کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، خطأً میری زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو طلاق واقع ہونے میں یہ عذر مقبول نہ ہو اور الفاظ کفریہ صراحۃً زبان سے نکالنے کے بعد ''خطا'' اور زلل لسانی کا عذر مقبول ہو تو دونوں واقعات میں وجہ فرق کیا ہے؟ اور اگر الفاظ کفریہ نکالنے کے بعد ''خطا'' کا عذر مقبول نہ ہو تو پھر بتایا جائے کہ صاحب واقعہ جس نے بحالت بیداری شعور کی حالت میں اور یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ میں درود پاک غلط پڑھ رہا ہوں کافر ہے یا نہیں؟

ج...... حدیث شریف میں اس شخص کا واقعہ مذکور ہے جس کی سواری گم ہوگئی تھی، اور وہ مرنے کے ارادے سے درخت کے نیچے لیٹ گیا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی سواری بمع زاد و توشہ کے موجود ہے، بے اختیار اس کے منہ سے نکلا **''اللّٰھم انت عبدی وانا ربک''** (یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب)۔

یہ کلمہ کفر ہے، مگر اس پر رسول اللہ ﷺ نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا: **''خطاء من شدۃ الفرح''** شدت مسرت کی وجہ سے اس کی زبان چوک گئی۔ آپ کے مولوی صاحب اس شخص کے بارے میں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ اور قرآن کریم میں ہے: **''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ

ہے۔ مولانا یہ ایک زید کی کہانی نہیں ہے ایسی ہزاروں کہانیاں جنم لے رہی ہیں کئی گھر بار برباد ہو رہے ہیں رشتے ٹوٹ رہے ہیں' بچے بے گھر ہو رہے ہیں۔ خدارا اپنے کالم میں اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور بتائیں کہ اسلام میں' قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں ان منہ بولے رشتوں کی کیا حقیقت ہے اور ایک عورت کے لئے کسی نامحرم شخص سے منہ بولے بھائی کی حیثیت سے بھی اس طرح ملنا اسے شوہر پر ترجیح دینا اور جب کہ بات عزت ورسوائی تک آپہنچے اس کے باوجود یہ زور دے کر کہنا کہ میرا ضمیر صاف ہے' میں ملوں گی کہاں تک جائز ہے اور مذہب میں ان باتوں کی کیا سزا یا جزا ہے۔ اسلام نے ہر عورت اور مرد کے لئے میل ملاپ کی حدیں مقرر کی ہیں۔ یہ تو ان بھائی بنانے والی عورتوں کو معلوم ہونا چاہئے اور ان بھائی بننے والے مردوں کو اپنی بہنوں کی عزت کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ ان کی وجہ سے ان کی بہنوں کی عزت پر حرف آرہا ہے ان کے گھر برباد ہو رہے ہیں لیکن ہمارے معاشرے کو کیا ہوا ہے ہر شخص خود سر' خود غرض ہو چکا ہے۔

ج ...... شریعت میں منہ بولے بیٹے' باپ یا بھائی کی کوئی حیثیت نہیں' وہ بدستور اجنبی رہتے ہیں اور ان سے عورت کو پردہ کرنا لازم ہے' اس منہ بولے کے چکر میں سینکڑوں خاندان اپنی عزت و آبرو نیلام کر چکے ہیں۔ اس لئے اس عورت کا یہ کہنا کہ میں منہ بولے بھائی سے ضرور ملوں گی۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور بے حیائی کی بات ہے اور یہ کہنا کہ میرا ضمیر صاف ہے کوئی معنی نہیں رکھتا' کیونکہ گفتگو ضمیر کے صاف ہونے نہ ہونے پر نہیں' کسی کے ضمیر کی خبر یا تو اس کو ہو گی یا اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کس کا ضمیر کس حد تک صاف ہے۔ گفتگو تو اس پر ہے کہ جب منہ بولا بھائی شرعاً اجنبی ہے تو اجنبی مرد سے (شوہر کی طویل غیر حاضری میں) مسلسل ملنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے؟ اگر اس کا ضمیر صاف بھی ہو تب بھی تہمت اور انگشت نمائی کا موقع تو ہے اور حدیث میں ایسے مواقع

سے نجات عطا فرمائیں، بالکل یہی سوال چند دن پہلے بھی آیا تھا اس کا جواب دوسرے انداز سے لکھ چکا ہوں، اور وہ یہ ہے:

الزامی جواب تو یہ ہے کہ تذکرۃ الاولیاءؒ وغیرہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس بیعت کے لئے آیا، حضرتؒ نے پوچھا کہ کلمہ کس طرح پڑھتے ہو اس نے کہا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' فرمایا اس طرح پڑھو ''شبلی رسول اللہ'' اس نے بلا تکلف پڑھ دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ شبلی کون ہوتا ہے؟ میں تو تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا فرمایئے! حضرت شبلیؒ اور ان کے مرید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ صاحب واقعہ کا قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا تھا جیسا کہ پورے واقعہ سے ظاہر ہے، گویا عقیدہ جو دل کا فعل ہے وہ صحیح تھا البتہ زبان سے دوسرے الفاظ سرزد ہو رہے تھے اور وہ ان الفاظ کو کفریہ سمجھ کر ان سے توبہ کر رہا ہے، اور کوشش کر رہا ہے کہ صحیح الفاظ ادا ہوں، مگر زبان سے دوسرے الفاظ نکل رہے ہیں وہ ان پر رو رہا ہے، گریہ وزاری کر رہا ہے اور جب تک یہ حالت فرو نہیں ہوتی وہ اس اضطراب میں مبتلا ہے۔ اور جب غیر اختیاری حالت جاتی رہتی ہے تو وہ اس کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتا ہے تاکہ اگر اس غیر اختیاری واقعہ کا کوئی کفارہ ہو تو ادا کرسکے۔ اس پورے واقعہ کو سامنے رکھ کر اس کو کلمہ کفر کون کہہ سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو غیر اختیاری حالت پر مواخذہ کرنے کا بھی اعلان فرمایا ہے؟ اگر ہے تو وہ کونسی آیت ہے؟ یا حدیث ہے؟

۱:...... مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ خطا کا بہانہ بے کار ہے بجا ہے، مگر جو شخص مسلوب الاختیار ہوگیا اس کے بارے میں بھی یہی فتویٰ ہے؟ اگر ہے تو کس کتاب میں؟ ''اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ.'' میں قرآن کا فتویٰ تو اس کے خلاف ہے۔

۲:...... بجا ہے کہ خطا فوری ہوتی ہے، لیکن مسلوب الاختیار ہونا تو اختیاری

چیز نہیں کہ اس کے لئے وقت کی تحدید کی جاسکے، اگر ایک آدمی سارا دن مسلوب الاختیار رہتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟

۳:...... اس نے باختیار خود کلمہ کفر بکا ہی کہاں ہے؟ نہ وہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ وہ تو مسلوب الاختیار ہونے کی بات کرتا ہے، شفا قاضی عیاضؒ کی عبارت کا محمل کیا مسلوب الاختیار ہے؟ نہیں بلکہ قصداً کلمۂ کفر بکنے کے بعد تاویل کرنے والا اس کا مصداق ہے۔

۴:...... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ کا جو حوالہ درمختار اور ردمختار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا، اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو قاضی اس کے ان اعذار باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اسے سرزنش کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد جاری کرے گا)۔

جب زیرِ بحث مسئلہ میں نہ کسی نے قاضی کے پاس شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحبِ واقعہ پر جو واقعہ غیر اختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ یکسر مسلوب الاختیار تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے، فرمایئے مسئلہ قضا سے اس کا کیا تعلق؟

۵:...... زیرِ بحث واقعہ کا تعلق صرف اس کی ذات سے فیمابینہ و بین اللہ ہے، اور طلاق کے الفاظ ایک معاملہ ہے جس کا تعلق زوجہ سے ہے، زوجہ نے اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ سنے چونکہ معاملات کا تعلق ظاہری الفاظ سے ہے اس لئے زوجہ اس کی بات کو قبول نہیں کرتی، اور عدالت بھی نہیں کرے گی، لیکن اگر واقعتاً وہ مسلوب الاختیار تھا تو فیما بینہ وبین اللہ طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ اگر عورت اس کی کیفیت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مسلوب الاختیار ہونے کو تسلیم کرتی ہے تو فتویٰ

یہی دیں گے کہ فیما بینہ و بین اللہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۶:......حضرت کشمیریؒ کا حوالہ بجا ہے، مگر یہاں کفر ہی نہیں تھا رضا بالکفر کا کیا سوال؟

قضا اور دیانت میں فرق:

س...... جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب واقعہ مسلوب الاختیار تھا اور جو شخص کسی وجہ سے مسلوب الاختیار ہوجائے تو شریعت اسلامی اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتی، لیکن جناب کے اس جواب پر کہ ''وہ صاحب مسلوب الاختیار تھا'' کچھ شبہات تحریر کرتا ہوں جو کہ ''فتاویٰ خلیلیہ'' میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اسی واقعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریر میں بہت وقت صرف ہوتا ہے پھر آپ جیسے مصروف شخص کے لئے تو اور بھی مشکل ہے لیکن اگر ان شبہات کی مفصل تحقیق ہوجائے تو جناب کی تحریر انشاء اللہ ہزاروں لوگوں کے لئے، جو اکابرین علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم سے بغض و کینہ رکھتے ہیں رشد و ہدایت کا ذریعہ بن سکتی ہے، شبہات مندرجہ ذیل ہیں:

شبہ اول: یہ ہے کہ اس کا یہ دعویٰ کہ ''میں بے اختیار ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے۔'' اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، سکر اکراہ حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیونکہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے۔

شبہ دوئم: یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا سبب ہے بھی تو وہ مولاناؒ کی محبت کا غلبہ ہے اور غلبۂ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبۂ محبت میں اطراءً کا تحقق ہوسکتا ہے

جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے ممنوع فرمایا ہے: "لاتطرونی کما اطرت الیهود والنصاریٰ ولکن قولو عبداللہ ورسوله." اور اگر غلبۂ محبت اور اس کا سبب سالب اختیار ہوتا تو "نہی عن الاطراٗ" متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا "نہی عن الاطراٗ" خود دال ہے کہ غلبۂ محبت سالب اختیار نہیں ہے۔ اسی وجہ سے "اطراٗ" سے حضور اکرم ﷺ نہی فرمارہے ہیں لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔

شبہ سوئم: یہ ہے کہ یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا۔ لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامیؒ نے حاشیہ ردالمحتار باب المرتد میں لکھا ہے:

"وقوله لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه علىٰ محمل حسن ظاهره انه لايفتى من حيث استحقاقه للقتل ولامن حيث الحكم ببينونة زوجته وقد يقال المراد الاول فقط لان تاويل كلامه للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذالک التاويل وهذا لاينافى معاملته بظاهر كلامه. فيما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة بدليل ماصرحوا به من انه اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرىٰ علىٰ لسانه كلمة الكفر خطاء بلا قصد لا يصدقه القاضى وان كان لا يكفر فيما بينه وبين ربه تعالىٰ فتامل ذالک."

اور علامہ شامیؒ دوسری جگہ باب المرتد میں لکھتے ہیں:

"وفي البحر عن الجامع الصغير اذا اطلق

الرجل كلمة الكفر عمداً لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض اصحابنا لايكفر لان الكفر يتعلق بالضمير على الكفر وقال بعضهم يكفر وهو الصحيح عندى لانه استخف بدينه.“

علاوہ ازیں آپ نے صاحب واقعہ کی ”مسلوب الاختیاری“ کے ثبوت میں قرآن مقدس کی جو آیت مبارکہ پیش کی ہے یہ آیت مبارکہ تو صاف طور پر مکرہ کے لئے ہے اور صاحب واقعہ ظاہر ہے کہ مکرہ نہیں تھا ”**اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ.**“

ج...... آپ حضرات کے پہلے گرامی نامہ کا جواب اپنی ناقص عقل وفہم کے مطابق میں نے قلم برداشتہ لکھ دیا تھا، میرا مزاج ردوکد کا نہیں ہے اس لئے جو شخص میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوتا اس کو لکھ دیتا ہوں کہ اپنی تحقیق پر عمل کرے، اس لئے آپ حضرات نے دوبارہ اس کے بارے میں سوال بھیجے تو میں نے بغیر جواب کے ان کو واپس کردیا، لیکن آپ حضرات نے یہی سوالات پھر بھیج دیئے، اور بضد ہیں کہ میں جواب دوں اس لئے آپ کے اصرار پر ایک بار پھر لکھ رہا ہوں، اگر شفا نہ ہو تو آئندہ کسی اور سے رجوع فرمائیں اس ناکارہ کو معذور سمجھیں۔

۱:...... حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ اس ناکارہ کے شیخ الشیخ ہیں۔ اور میرے لئے سند اور حجت ہیں۔

۲:...... حضرتؒ نے اس نکتہ پر گفتگو فرمائی کہ آیا قضاءً اس شخص کو مسلوب الاختیار تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ حضرتؒ نے خود بھی تحریر فرمایا ہے کہ فیما بینہ و بین اللہ نہ اس شخص پر ارتداد کا حکم کیا جاسکتا ہے اور نہ تجدید ایمان ونکاح کا اور قضا کا مسئلہ میں پہلے صاف کرچکا ہوں اس کا اقتباس پھر پڑھ لیجئے:

”...... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ

کا جو حوالہ درمختار اور ردمحتار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے
کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس
سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ
یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا،
اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو
قاضی اس کے ان اعذار باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اس کو سرزنش
کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد جاری کرے گا)۔

جب زیر بحث مسئلہ میں نہ کسی نے قاضی کے پاس
شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحب واقعہ پر
جو واقعہ غیر اختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ ایک مسلوب الاختیار
تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے فرمایئے مسئلہ قضا
سے اس کا کیا تعلق؟''

پس جب حضرت خود تصریح فرماتے ہیں کہ فیما بینہ و بین اللہ اس پر نہ ارتداد کا حکم ہوسکتا ہے، نہ تجدید ایمان و نکاح کا، اور یہ قضیہ کسی عدالت میں پیش نہیں ہوا کہ اس پر گفتگو کی جائے کہ قضاءً اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس پر بحث کرنے کا نتیجہ کیا ہوا؟

۳:...... یہیں سے ان تینوں شبہات کا جواب نکل آتا ہے جو آپ نے فتاویٰ خلیلیہ کے حوالے سے کئے ہیں:

اول: بجا ہے کہ اسباب عامہ سالبتہ الاختیار میں سے بظاہر کوئی چیز نہیں پائی گئی، لیکن سالکین کو بعض اوقات ایسے احوال پیش آتے ہیں، جن کا ادراک صاحب حال کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا، قاضی تو بے شک احوال عامہ ہی کو دیکھے گا، لیکن شیخ، صاحب حال کے اس حال سے صرف نظر نہیں کرسکتا جو سالک کو پیش آیا ہے، اگر وہ مرید کے خاص حال پر نظر نہیں کرتا تو وہ شیخ نہیں بلکہ اناڑی ہے۔ صاحب فتاویٰ

خلیلیہ کی بحث تو قضاءً ہے لیکن سلوکی احوال قضا کے دائرہ میں آتے ہی نہیں۔

دوم: ''غلبۂ محبت اطراً میں داخل ہے جو بنص نبوی ﷺ ممنوع ہے۔'' بالکل صحیح ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ غلبۂ محبت قصد و اختیار سے ہو، اور اگر غلبۂ محبت سے ایسی اضطراری کیفیت پیدا ہوجائے کہ زمام اختیار قبضۂ قدرت سے چھوٹ جائے تو اس پر اطراً ممنوع کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ سکر و مدہوشی کے احکام جاری ہوں گے، اولیاءؒ اللہ کی ہزاروں شطحیات کی توجیہ آخر اس کے سوا کیا ہے؟

سوم: ''جب یہ جانتا تھا کہ زبان قابو میں نہیں تو اس نے سکوت اختیار کیوں نہ کیا، تکلم بکلمۃ الکفر کیوں کیا؟'' جو الفاظ اس نے ادا کرلئے تھے ان کے بارے میں تو جانتا تھا کہ زبان کے بے قابو ہونے کی وجہ سے اس نے کلمہ کفر بک دیا، لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے صحیح الفاظ کہنے کی کوشش دو وجہ سے کی، ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے، جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہوجائے گی، دوسرے یہ کہ اس کو یہ غم کھائے جارہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقع ہوگئی تو نعوذ باللہ کلمۂ کفر پر خاتمہ ہوا۔ اس لئے وہ کوشش کررہا تھا کہ زبان سے صحیح الفاظ نکلیں، تاکہ گزشتہ الفاظ کی اصلاح بھی ہوجائے اور سوء خاتمہ کے اندیشہ سے نجات بھی مل جائے۔

الغرض یہ تین شبہات جو آپ نے نقل کئے ہیں وہ باب قضا سے ہیں، اور بادنیٰ تامل ان شبہات کو رفع کیا جاسکتا ہے۔

۴: رہا یہ کہ صاحب واقعہ تو مکرہ نہیں تھا پھر میں نے آیت شریفہ ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ۔'' کیوں پڑھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکرہ میں سلب اختیار نہیں ہوتا، بلکہ سلب رضا ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے، اور اسی بنا پر حنفیہؒ کے نزدیک مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب کہ صاحب واقعہ مسلوب الاختیار ہے۔ تو

آیت شریفہ سے استدلال بطور دلالت النص کے ہے، یعنی جب اکراہ کی حالت میں شرط "قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ." تکلم بکلمہ کفر پر مؤاخذہ نہیں تو جس شخص کی حالت مسلوب الاختیار کی ہو اس پر بدرجۂ اولیٰ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

۵: ہمارے بریلوی بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کے رفع درجات کے لئے تجویز فرما رکھا ہے۔ اس لئے ان حضرات کے طرزِ عمل سے نہ ہمارے اکابر کا نقصان ہے، نہ سوائے اذیت کے ہمارا کچھ بگڑتا ہے۔ قرآن کریم نے اخیار تک کے بارے میں فرمایا تھا "لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّا اَذًی" لیکن اپنے بریلوی دوستوں کی خیرخواہی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ:

۱: جن صاحب کے بارے میں گفتگو ہے مدت ہوئی کہ وہ اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں، اور اس احکم الحاکمین نے جو ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف ہیں، ان صاحب کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہوگا، فیصلہ خداوندی کے بعد آپ حضرات کی بحث عبث ہے، اور عبث اور لایعنی میں مشغول ہونا مؤمن کی شان سے بعید ہے۔

۲: تمام عدالتوں میں مدعیٰ علیہ کی موت کے بعد مقدمہ داخل دفتر کر دیا جاتا ہے، مرحوم کے انتقال کے بعد نہ آپ اس کو تجدید ایمان کا مشورہ دے سکتے ہیں نہ تجدید نکاح کا، یہ مشورہ اگر دیا جاسکتا تھا تو مرحوم کی زندگی میں دیا جاسکتا تھا۔

۳: اگر آپ ان صاحب کے کفر کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کا فیصلہ فرمایا ہو تو آپ کا فتویٰ فیصلہ خداوندی کے خلاف ہوا، خود فرمایئے کہ اس میں نقصان کس کا ہوا؟

۴: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

"لاتسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا" (مردوں کو برا بھلا نہ کہو! کیوں کہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا اس کو پا چکے ہیں)۔

آپ حضرات ایک قصہ پارینہ کو اچھال کر ارشاد نبوی ﷺ کی مخالفت بھی مول لے رہے ہیں، جس مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت میں فیصل ہو چکا ہے۔ رجم بالغیب کے ذریعہ اس فیصلہ کی مخالفت کا خدشہ بھی سر لے رہے ہیں، عقل و انصاف کے تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں، اور لایعنی کے ارتکاب میں بھی مشغول ہیں۔

ان وجوہ سے میرا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ آپ دیوبندیوں کی ضد میں اپنے لئے یہ خطرات نہ سمیٹیں، بحث و تکرار ہی کا شوق ہے تو اس کے لئے بیسیوں موضوع دستیاب ہیں۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

مراد ما نصیحت بود و کردیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم

کیا شیعہ اسلامی فرقہ ہے:

س...... آپ کی تالیف کردہ کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم کی دونوں جلدوں کا مکمل مطالعہ کیا کتاب بہت ہی پسند آئی اور یہاں ریاض شہر میں اکثریت چونکہ حنابلہ کی ہے جو کہ آمین بالجہر، رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام سب کچھ کرتے ہیں مگر اس کتاب کے مطالعہ سے میں اپنے مذہب حنفیہ میں مزید پختہ ہوگیا ہوں اور چونکہ پاکستان میں بھی میرا تعلق قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی جیسے علماءؒ کے ساتھ رہا ہے اور ان سے بحمداللہ بیعت کا سلسلہ بھی ہے اور انہوں نے اہلسنت والجماعت کا صحیح معنوں میں جو راستہ ہے وہ ہمیں بتایا اور مذہب شیعہ سے بھی کافی واقفیت ہے کیونکہ حضرت قاضی صاحب نے روافض کے تقریباً ہر عقیدہ پر کتاب لکھی ہے اور آپ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر شیعہ عقیدہ صحیح ہے تو اسلام معاذ اللہ غلط ہے اور اگر اسلام حق ہے تو شیعہ مذہب کے غلط اور باطل ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہونا چاہئے، جس کا مطلب یہی ہے کہ شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اسلام کے ساتھ

ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، اب میں آتا ہوں اپنی مقصودی بات کی طرف کہ شیعہ پکے کافر اور زندیق ہیں تو پھر ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کرنا میرے ذہن کے مطابق درست نہیں ہے جس طرح کہ آپ نے کتاب کے نام کے نیچے لکھا ہے کہ جس میں صراط مستقیم کی ٹھیک ٹھیک نشاندھی کرتے ہوئے مشہور اسلامی فرقوں شیعہ سنی...... الخ یعنی شیعہ کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے کہ جب ان کا کلمہ اور اذان، نماز دیگر عبادات سب کچھ ہم سے جدا ہے تو پھر اسلامی فرقہ کیسے ہوا اور آپ نے بھی اپنی کتاب میں قوی دلائل سے اس فرقہ کو کافر ثابت کیا ہے۔ اور عام لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں اور جب وہ کتاب کے پہلے صفحہ کو دیکھتے ہیں تو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

ج...... ماشاء اللہ! بہت نفیس سوال ہے، اس کا آسان اور سلیس جواب یہ ہے کہ "اسلامی فرقوں" سے مراد ہے وہ فرقے جن کو عام طور سے مسلمان سمجھا جاتا ہے، یا اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شیخ ابومنصور ماتریدیؒ، جو عقائد میں حنفیہ کے امام ہیں، ان کی کتاب کا نام ہے "مقالات الاسلامیین"، یعنی "اسلامی فرقوں کے عقائد" اس میں شیعہ، خوارج وغیرہ ان تمام فرقوں کا ذکر آیا ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سوں پر کفر کا فتویٰ ہے، میری جس تحریر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور جس پر اشکال فرمایا ہے، وہ گویا شیخؒ کی کتاب کے نام کا ترجمہ ہے۔

اطلاع: اور بھی بعض احباب نے یہی آپ والا اشکال ذکر کیا تھا، اگرچہ اشکال کا صحیح جواب موجود ہے جو اوپر ذکر کرچکا ہوں، تاہم ہم نے کتاب کے نئے ایڈیشن میں "اسلامی فرقوں" کا لفظ حذف کردیا ہے۔

امام کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا:

س...... کیا انبیاءؑ علیہم السلام کے علاوہ کسی اور امام کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا صحیح

ہے؟ کیونکہ آج کل بچوں کی اسکول کی کتابوں میں جگہ جگہ علیؑ، فاطمہؑ، زینبؑ امام جعفرؒ درج ہوتا ہے پہلے تو مخصوص لوگوں کی کتابوں میں ملتا تھا، لیکن اب پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے جانب سے شائع ہونے والی تمام کتب میں یہ عبارت ملے گی۔

ج...... ان اکابر کے نام پر علیہ السلام لکھنا بھی شیعی عقیدہ کی ترجمانی ہے۔

شیعہ اثنا عشری کے پیچھے نماز:

س...... ہماری ایک تنظیم ہے جس کے اراکین کئی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، ان اراکین کی کثیر تعداد (بڑی اکثریت) سنی ہے، یہ تنظیم لندن کے امپیریل کالج میں ہے، کالج نے نماز کے لئے ایک کمرہ دیا ہے، طلبہ میں سے ہی کوئی پنج وقتہ نماز پڑھا دیتا ہے جمعہ کی نماز کے لئے بھی طلبہ میں سے کوئی خطبہ پڑھتا ہے اور پھر نماز جمعہ کی امامت کرتا ہے، اب تک امامت اور خطبہ دینے والے طلبہ سنی ہی رہے ہیں کچھ شیعہ (اثنا عشری) طلبہ کہتے ہیں کہ ہم بھی خطبہ دیں گے اور نماز پڑھائیں گے سوال یہ ہے کہ کیا اثنا عشری شیعہ طلبہ خطبہ دے سکتے ہیں اور کیا یہ نماز کی امامت کر سکتے ہیں، کیا ان کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی، اگر فتویٰ کے کچھ دلائل بھی تحریر فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

ج...... اثنا عشری عقیدہ رکھنے والے حضرات کے بعض عقائد ایسے ہیں جو اسلام کے منافی ہیں، مثلاً:

۱:...... ان کا عقیدہ ہے کہ تین چار اشخاص کے سوا تمام صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور یہ کہ حضرات خلفائے ثلثہ کافر و منافق اور مرتد تھے، ۲۵ سال تک تمام امت کی قیادت یہی منافق و کافر اور مرتد کرتے رہے، حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہؓ نے انہی مرتدوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

۲:...... اثنا عشری علماء متقدمین و متاخرین کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھپا لیا تھا اس کو صحابہؓ نے قبول نہیں کیا، اور موجودہ قرآن

اُنہی خلفائے ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے، اور اس میں تحریف کردی گئی ہے، اصلی قرآن امام غائب کے ساتھ غار میں محفوظ ہے۔

۳:...... اثنا عشری عقیدہ یہ بھی ہے کہ بارہ اماموں کا مرتبہ انبیاءؑ سے بڑھ کر ہے، یہ عقائد اثنا عشری کتابوں میں موجود ہیں۔

ان عقائد کے بعد کسی شخص کو نہ تو مسلمان کہا جاسکتا ہے، اور نہ اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، اس لئے کسی مسلمان کے لئے اثنا عشری عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں، جس طرح کہ کسی غیر مسلم کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ واللہ اعلم

قرآن کریم اور حدیث قدسی:

س...... میں نے خطباتِ بھاولپور مصنفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پڑھنا شروع کئے ہیں، صفحہ ۶۶ پر ایک سوال کا جواب دیا ہے وہ سوال و جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے:

سوال۱۰: حدیث قدسی چونکہ خدائے پاک کے الفاظ ہیں تو حدیث قدسی کو قرآن پاک میں کیوں نہیں شامل کیا گیا؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہیں سمجھا، یہی اصل جواب ہے کیونکہ ضرورت نہیں تھی کہ قرآن مجید کو ایک لامحدود کتاب بنایا جائے، بہتر یہی تھا کہ قرآن مجید مختصر ہو، ساری ضرورت کی چیزیں اس کے اندر ہوں اور وقتاً فوقتاً اس پر زور دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چیزیں بیان کریں جو حدیث میں بھی آئی ہیں اور حدیث قدسی میں بھی، اس سے ہم استفادہ کرسکتے ہیں لیکن اس کو قرآن میں شامل کرنے کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس نہیں فرمائی، حدیث قدسی کی جو کتابیں ہیں ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن پر اضافہ سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ قرآن ہی کی بعض باتوں کو دوسرے الفاظ میں زور دے کر بیان کیا گیا ہے۔

یہاں آکر میں اٹک گیا ہوں کیونکہ ڈاکٹر صاحب قبلہ کی رائے میرے بنیادی عقیدے سے متصادم معلوم ہوتی ہے میرا ایمان ہے کہ قرآن حکیم مکمل طور پر

لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے اور جبرئیل علیہ السلام حسب فرمان خداوندی اسے حضور ﷺ پر نازل فرماتے تھے، انہیں یاد کراتے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ اسے املا کراتے تھے اور صحابہ کرام کو یاد کرواتے تھے یہ بات کہ کیا چیز قرآن حکیم میں شامل کی جائے اور کون سی چھوڑ دی جائے حضور ﷺ کے اختیار میں نہ تھی، اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ قرآن حکیم ان آیتوں پر مشتمل ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے مناسب خیال فرمائیں تو ہماری کتاب بھی بائبل کی طرح ہوگی آپ سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

ج...... آپ کا یہ موقف صحیح ہے، قرآن کریم کے الفاظ اور معنیٰ حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ہیں اور حدیث قدسی کا مضمون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں ادا فرمایا ہے قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اس لئے یہ کہنا کہ احادیث قدسیہ حضور اقدس ﷺ نے قرآن میں شامل نہیں فرمائیں، غلط بات ہے، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بے چارے جو کچھ ذہن میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، انہوں نے کسی استاذ سے یہ علوم حاصل نہیں کئے، اور ان خطبات بہاولپور میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

جمعہ اور شب جمعہ کو مرنے والے کے عذاب کی تخفیف:

آپ نے جمعہ ۹ر اگست کو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات اگر کوئی انتقال کرجائے تو عذاب قبر سے بچتا ہے، جناب اگر ایک آدمی جواری، شرابی، سود خور، نیز ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو، اور وہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات انتقال کرجائے تو کیا ایسا آدمی بھی عذاب قبر سے بچ سکتا ہے؟ اگر اس قسم کا آدمی مرجائے اور لواحقین اس کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کروائیں، صدقہ وخیرات دیں تو کیا اس قسم کے مرحوم کو اجر ملتا ہے؟

ج ...... آپ کے اشکال کو رفع کرنے کے لئے چند باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

ا:...... گنہگار تو ہم سبھی ہیں، کوئی علانیہ گناہوں میں مبتلا ہے، جن کو سب لوگ گناہ گار سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے گناہوں میں ملوث ہیں جن کو عام طور پر گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، مثال کے طور پر غیبت کا گناہ ہے، جس کو زنا سے زیادہ سخت فرمایا گیا ہے، اور مثال کے طور پر کسی مسلمان کی بے حرمتی کا گناہ ہے جس کو سب سے بدتر سود فرمایا گیا ہے، ان گناہوں میں ہم لوگ مبتلا ہیں جو زنا اور شراب نوشی و سود خوری سے بدتر ہیں، اگر ہم ایسے گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے تو کسی گناہ گار کو ہم اللہ کی رحمت سے مایوس کیوں کریں؟

۲:...... حدیث میں جو فرمایا ہے کہ فلاں فلاں کاموں سے عذاب قبر ٹلتا ہے، اور فلاں فلاں چیزوں پر عذاب قبر ہوتا ہے، یہ سب برحق ہیں، اگر کم فہمی کی وجہ سے ہمیں ان کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو ان پر اعتراض کرکے اپنے دین و ایمان کو غارت نہیں کرنا چاہئے۔

۳:...... مرنے کے بعد انسان کے اچھے برے اعمال کی مجموعی حیثیت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، کس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے؟ اور کس کی بدیوں کا؟ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے، ہم لوگ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں، بلکہ سب ارحم الراحمین کے فیصلے کے منتظر ہیں، اور امید و خوف کی حالت میں ہیں۔

۴:...... خاص دنوں کی آمد پر قیدیوں کی قید میں تخفیف کا قانون دنیا میں بھی رائج ہے، اگر یوم جمعہ یا شب جمعہ کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ شرابیوں اور سودخوروں کی قید میں بھی تخفیف کردیں تو آپ کو، یا مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟ اور اگر یہ تخفیف اس قسم کے بڑے گناہگاروں کے حق میں نہ ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں،

حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جمعہ اور شب جمعہ کو عذاب قبر موقوف کردیا جاتا ہے، رہا یہ کہ کن کن لوگوں کا عذاب موقوف کیا جاتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

کشف و کرامات حق ہیں:

س...... ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ایک بزرگ تھا، ان کے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل مرجاؤں گا، چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جاکر مرگیا، میں نے اسے غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے، کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی ہوتا ہے۔

یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو ان لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا خیال ہونا چاہئے اور ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

ج...... یہ واقعہ صحیح ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات بزرگوں کو کشف ہوجاتا ہے اور مرنے کے بعد باتیں کرنے کے واقعات بھی حدیث میں موجود ہیں۔

کرامت اولیاءٌ حق ہے:

س...... اسی طرح ایک اور قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے، نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی، ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا۔

کیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟ جو بزرگ اپنے مریدوں کو ایسی باتیں بتاتا ہے اس کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟ برائے مہربانی مجھے راہنمائی کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے ہاتھ چڑھ کر ہم اپنا ایمان خراب کرلیں کیونکہ ہمارے دیوبند عقیدے میں تو یہ چیزیں آج تک نہیں سنیں، اس لئے مجھے یہ نئی معلوم ہوتی ہیں،

کہلاتے تو یہ لوگ بھی اہلسنّت والجماعت ہیں، لیکن عقیدے بہت زیادہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہیں۔

ج...... بطور کرامت یہ واقعہ بھی صحیح ہوسکتا ہے، دیوبندی اہل سنت ہیں، اور اہل سنت کا عقیدہ تمام عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ''اولیاءؒ کی کرامات برحق ہیں'' اس لئے ایسے واقعات کا انکار اہل سنت اور دیوبندی مسلک کے خلاف ہے، اور ان واقعات میں عقیدہ کی خرابی کی کوئی بات نہیں، ورنہ اہل سنت کرامات اولیاءؒ کے برحق ہونے کے قائل نہ ہوتے۔

حضرت مہدیؓ کے بارے میں چند سوالات:

س ...... تاریخ اسلام میں خلافت بنو فاطمہ کا دور پڑھاتے ہوئے ہماری استانی نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ اثنا عشری کے فرقے کے مطابق ان کے بارہویں امام'' امام محمد المہدی'' جو گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری کے بیٹے تھے یہ اپنے والد کے گھر ''سر من رائی'' سے بچپن میں روپوش ہوگئے تھے، ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرب قیامت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آئیں گے، اس لئے امامت کو آگے نہیں بڑھایا اور ان کا لقب ''المنتظر'' رکھا گیا، آپ نے جو امام مہدی کے بارے میں بتایا تو کیا یہ وہی حضرت مہدی ہیں جو امام حسن عسکری کے بیٹے تھے؟

۲:...... آپ نے اپنے جواب میں ''حضرت مہدیؓ'' لکھا، میرے علم کے مطابق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ ہم نے تو عام طور پر صحابہ کرامؓ اور ان خواتین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا دیکھا ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل ہوا۔

۳:...... امامت کیا ہے؟ کیا یہ خدا کی طرف سے عطا کیا ہوا کوئی درجہ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام یا پھر کچھ اور؟

۴:...... ایک امام وہ ہیں جو مسجد کے امام ہوتے ہیں، ان کے بارے میں تو بہت کچھ

پڑھا ہے لیکن وہ چار امام یعنی امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ اور وہ امام جو اثنا عشری اور اسماعیلی فرقوں کے بارہ امام ہیں ان میں کیا فرق ہے؟ اور احادیث میں ان کا کیا مقام ہے؟

۵:...... میں الحمدللہ مسلمان اور سنّی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں، لیکن میری اکثر سنّی لوگوں سے ہی یہ بحث رہتی ہے اور میرا کہنا ہے کہ سنّی عقائد کے مطابق صرف چار امام ہیں جن کو ہم مانتے ہیں اور وہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ہیں، مجھے یہ بات میرے استادوں سے معلوم ہوئی، ان اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ بارہ امام ہیں جو دنیا میں آئے ہیں، اور ہم بھی انہیں مانتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے اور مسلمانوں کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا فرض ہے باقی کی تعلیمات پر نہیں، اب بتایئے کہ ہم میں کون صحیح ہے؟ اور اگر واقعی مسلمانوں کے بھی بارہ امام ہیں تو ان کے کیا نام ہیں؟

۶:...... کانا دجال کون تھا؟ کیا اسے بھی زندہ اٹھا لیا گیا یا وہ غائب ہوگیا تھا؟

ج...... جی نہیں! ہمارا یہ عقیدہ نہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدیؓ پیدا ہوں گے، اور جب ان کی عمر چالیس برس کی ہوجائے گی تو مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ ہوں گے۔

۲:...... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اس لئے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں ان کو رضی اللہ عنہ کہنا صحیح ہے۔

۳:...... مسلمان جس شخص کو اپنا امیر بنالیں وہ مسلمانوں کا امام ہے، امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں کئے جاتے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بطور انعام امام بنایا ہے۔

۴:...... مسجد کے امام نماز پڑھانے کے لئے مقتدیوں کے پیشوا ہیں، چار امام اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے مسلمانوں کے پیشوا ہیں، اور شیعہ اور اسماعیلی جن لوگوں

کو امام مانتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا معصوم سمجھتے ہیں، اور ان کا درجہ نبی کے برابر بلکہ نبیوں سے بڑھ کر سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ اہل سنت کے نزدیک غلط بلکہ کفر ہے۔

۵:...... میں اوپر چاروں اماموں کا، اور شیعوں کے بارہ اماموں کا فرق بتا چکا ہوں۔

۶:...... کانا دجال قربِ قیامت میں نکلے گا، یہ یہودی ہوگا، پہلے نبوت کا پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، دجال کے زندہ اٹھائے جانے کی بات غلط ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے ملائکہ کی مدد کی پیش کش کیوں ٹھکرائی؟

س...... ایک حدیث ہے کہ:

۱:......"حدثنا معتمر بن سليمان التيمي عن بعض اصحابه قال جاء جبريل الى ابراهيم عليه السلام وهو يوثق او يقمط ليلقى فى النار قال: يا ابراهيم! الك حاجة؟ قال: اما اليك فلا."

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج:۸ ص:۴۴)

۲:......"وروى ابى بن كعب الخ وفيه قال فاستقبله جبريل فقال يا ابراهيم! الك حاجة؟ قال: اما اليك فلا، فقال: فاسئل ربك. فقال: حسبى من سؤالى علمه بحالى."

(تفسیر قرطبی ج:۱۱ ص:۳۰۳)

۳:......"فاتاه خازن للرياح وخازن المياه يستاذنانه فى اعدام النار، فقال عليه السلام لاحاجة لى اليكم حسبى الله و نعم الوكيل."

۴:......"وروى ابن كعب الخ وفيه فقال يا ابراهيم الك حاجة؟ قال اما اليك فلا."

(روح المعانی ج:۹ ص:۶۸)

۵:......اسی طرح تفسیر مظہری اردو ج:۸ ص:۵۴ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت بھی ہے۔

۶:....."وذكر بعض السلف ان جبريل عرض له في الهواء فقال: الک حاجة؟ فقال اما اليک فلا." (البداية والنهاية ج:۱ ص:۱۴۹)

۷:....."وذكر بعض السلف انه عرض له جبريل وهو فى الهواء فقال: الک حاجة ؟ فقال: اما اليک فلا واما من الله فلي."

(تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۸۴)

ان مندرجہ بالا روایات کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کو اس انداز سے بیان کرنا کہ: فرشتے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر حاضر ہوئے اور ابراہیمؑ کو مدد کی پیش کش کی لیکن ابراہیمؑ نے ان کی پیش کش کو قبول نہ کیا، درست ہے یا نہیں؟

ج..... یہ تو ظاہر ہے کہ ملائکہ علیہم السلام بغیر امر و اذن الٰہی دم نہیں مارتے، اس لئے سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰت والتسلیمات کو ان حضرات کی طرف سے مدد کی پیش کش بدوں اذن الٰہی نہیں ہوسکتی، لیکن حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰت والتسلیمات اس وقت مقامِ توحید میں تھے، اور غیر اللہ سے نظر یکسر اٹھ گئی تھی، اس لئے تمام اسباب سے (کہ من جملہ ان کے ایک دعا بھی ہے) دستکش ہوگئے، کاملین میں یہ حالت ہمیشہ نہیں ہوا کرتی،'' گاہے باشد و گاہے نہ، ولکن یا حنظلہ ساعۃ۔ ہذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب۔''

حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے متعلق:

س..... کہا جاتا ہے کہ ہم سب آدمؑ و حواؑ کی اولاد ہیں اس حوالے سے حسب ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

س..... حضرت آدمؑ و حواؑ کی کیا کوئی بیٹی تھی؟

ج..... بیٹیاں بھی تھیں۔

س...... اگر ان کی کوئی بیٹی تھی؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم کے بیٹوں سے ہی اس کی شادی ہوئی ہوگی اور اگر ایسا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب یعنی پوری نوع انسانی حرامی ہے؟

ج...... حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک پیٹ سے دو اولادیں ہوتی تھیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، ایک پیٹ کے دو بچے آپس میں سگے بھائی بہن کا حکم رکھتے تھے، اور دوسرے پیٹ کے بچے ان کے لئے چچا زاد کا حکم رکھتے تھے، یہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تھی، ایک پیٹ کے لڑکے لڑکی کا عقد دوسرے پیٹ کے لڑکے لڑکی سے کردیا جاتا تھا۔

س...... قصۂ بنی آدم کی روایتی تشریح کے حوالے سے حسب ذیل قرآنی آیات کی کیا تشریح ہوگی؟

الف:...... ”ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا“ (۲۳/۱۲)

یاد رہے کہ مٹی کا پتلا نہیں کہا گیا ہے۔

ج...... ”مٹی کے خلاصہ“ کا مطلب یہ ہے کہ روئے زمین کی مٹی کے مختلف انواع کا خلاصہ اور جوہر، اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا گیا، پھر اس میں روح ڈالی گئی۔

ب:...... تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کے آرزومند نہیں ہوتے اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا ہے...... اور تمہیں زمین سے اگایا ہے ایک طرح کا اگانا۔ (۷۱/۱۷،۱۳)

یہاں مختلف ”مراحل سے گزار کر پیدا کرنے“ اور ”زمین سے اگانے“ کا کیا مطلب ہے؟

ج...... یہاں عام انسانوں کی تخلیق کا ذکر ہے کہ غذا مختلف مراحل سے گزر کر مادۂ منویہ بنی، پھر ماں کے رحم میں کئی مراحل گزرنے کے بعد آدمی پیدا ہوتا ہے۔

س ...... سورۂ اعراف کی آیات ۱۱ تا ۲۵ کا مطالعہ کیجئے، ابتدأ میں نوع انسانی کی تخلیق کا تذکرہ ہے، پھر آدمؑ کیلئے سجدہ، پھر اس کے بعد ابلیس کا انکار اور چیلنج، لیکن چیلنج کے مخاطب صرف آدمؑ اور اس کی بیوی نہیں، تثنیہ کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا، اس کا مطلب ہے تعداد زیادہ تھی ایسا کیسے ہوگیا؟ جبکہ وہاں صرف آدمؑ و حواؑ ہی تھے، اس کے بعد آدمؑ و حواؑ کا تذکرہ ہے جن کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، لیکن آخر میں جہاں ہبوط کا ذکر ہے وہاں پھر جمع کا صیغہ ہے ایسا کیوں ہے؟

ج ...... حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے قصہ سے مقصود اولاد آدم کو عبرت و نصیحت دلانا ہے، اس لئے اس قصہ کو اس عنوان سے شروع کیا کہ ہم نے ''تم کو پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں۔'' یہ بات چونکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ ان کی اولاد کو بھی شامل تھی اس لئے اس کو خطاب جمع کے صیغہ سے ذکر کیا، پھر سجدہ کے حکم، اور ابلیس کے انکار اور اس کے مردود ہونے کو ذکر کر کے ابلیس کا یہ انتقامی فقرہ ذکر کیا کہ میں ''ان کو گمراہ کروں گا۔'' چونکہ شیطان کا مقصود صرف آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنا نہیں تھا، بلکہ اولاد آدم سے انتقام لینا مقصود تھا، اس لئے اس نے جمع غائب کی ضمیریں ذکر کیں، چنانچہ آگے آیت: ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ ''اے اولاد آدم شیطان تم کو نہ بہکادے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔'' اس سے صاف واضح ہے کہ شیطان کی انتقامی کاروائی اولاد آدم کے ساتھ ہے۔

اور ہبوط میں جمع کا صیغہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم و حوأ علیہما السلام کے علاوہ شیطان بھی خطاب میں شامل ہے۔

نیز تثنیہ کے لئے جمع کا خطاب بھی عام طور سے شائع و ذائع ہے، اور بایں نظر بھی خطاب جمع ہوسکتا ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی خطاب

میں ملحوظ رکھا گیا ہو۔

س ...... ابتدا میں بشر کا ذکر ہے اور ضمیر واحد غائب کی ہے لیکن جب ابلیس چیلنج دیتا ہے تو ضمائر جمع غائب شروع ہوجاتی ہیں کیوں؟

ج ...... اوپر عرض کرچکا ہوں کہ شیطان کے انتقام کا اصل نشانہ اولاد آدم ہے، اور شیطان کے اس چیلنج سے اولاد آدم ہی کو عبرت دلانا مقصود ہے۔

س ...... اگر حضرت آدم نبی تھے تو نبی سے خطا کیسے ہوگئی اور خطا بھی کیسی؟

ج ...... حضرت آدم علیہ السلام بلاشبہ نبی تھے، خلیفۃ اللہ فی الارض تھے، ان کے زمانہ میں انہی کے ذریعہ احکامات الٰہیہ نازل ہوتے تھے، رہی ان کی خطا! سو اس کے بارے میں خود قرآن کریم میں آچکا ہے کہ: ''آدم بھول گئے'' اور بھول چوک خاصۂ بشریت ہے، یہ نبوت و عصمت کے منافی نہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر روزہ دار بھول کر کھالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت برحق تھی:

س ...... اگر ہمارے تین خلفاءؓ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی اور جب حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے نائب و اہل بیت اور ان کے عزیز بھائی موجود تھے، اور اگر ان میں کچھ بھی نہ ہو لیکن یہ صفت تو موجود تھی، بقول حدیث نبوی ﷺ: ''جس کا میں مولا اس کا علی مولا۔''

اور حضرت عمرؓ نے آکر حضرت علیؓ کو غدیر خم میں مبارک باد دی تھی کہ ''اے علیؓ آپ خدا کے تمام مؤمنین و مؤمنات وکل صحابہ کرامؓ کے مولا مقرر ہوئے۔'' تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرات خلفاءؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ کیوں نہیں بنایا؟ اور کیوں سقیفہ میں ان تین خلفاءؓ میں سے کسی نے بھی حضرت علیؓ کو نامزد نہیں کیا؟

ج ......غدیر خم میں جو اعلان ہوا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کا تھا، خلافت کا نہیں، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر

کھڑا کیا، اور اپنی بیماری میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا، حضرت ابوبکرؓ امام تھے، اور حضرت علیؓ مقتدی، اس لئے خلافت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔

س ...... ہمارے تینوں خلفاءؓ نے رسول ﷺ کے جنازہ مبارک میں شرکت کیوں نہیں کی؟ اور اگر خلافت کا مسئلہ درپیش تھا تو امر خلافت ملتوی کیوں نہیں کیا؟ کیا رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر ان کی خلافت تھی؟ اور کیوں ان حضرات نے خبر نہیں دی کہ یہاں خلافت کا مسئلہ درپیش ہے؟ اور حضرت علیؓ سے اس بارے میں مشورہ کیوں نہ لیا؟

ج ...... حضرات خلفائے ثلاثہؓ نے جنازے میں شرکت فرمائی ہے، اور یہ طے شدہ بات ہے کہ کسی حاکم کے انتقال کے بعد سب سے پہلے اس کے جانشین کا تقرر کیا جاتا ہے، امت جانشین اور حاکم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

س ...... جس طرح ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے آپ اس کو اصولاً کیا کہیں گے؟ الیکشن ہو نہیں سکتا، سلیکشن یہ بھی نہیں ہوسکتا، نومینیشن یہ بھی نہیں، تو کیا معاملہ تھا؟ اور اس کا کیا نام رکھا جائے گا؟ اور کس طرح یہ خلافت جائز قرار دی جائے گی؟

ج ...... تمام صحابہ کرامؓ نے (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی، اس سے بڑھ کر انتخاب (الیکشن) کیا ہوگا؟؟ ایک شخص بھی نہیں تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے مقابلے میں خلافت کا مدعی ہو۔

س ...... جناب فاطمہؓ کی دلی حالت مرتے دم تک ان تین خلفاءؓ سے کیسی رہی؟ اگر آپ رضامند تھیں تو آپ نے اور آپ کے شوہر حضرت علیؓ نے اپنی حیات تک بیعت کیوں نہ کی؟ اور اگر آپ ان لوگوں سے ناراض تھیں اور آپ نے اسی حالت میں انتقال فرمایا تو آپ کا اعتقاد مذہبی وہی ہوا نا جو شیعوں کا ہے؟

ج ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکرؓ سے راضی تھیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت بھی کی تھی۔

س ...... مولانا صاحب میرا آخری سوال یہ ہے کہ ابوطالب کافر تھے یا مسلمان؟

ج ...... ان کا اسلام نہ لانا ثابت ہے۔

علاماتِ قیامت:

س ...... ہم آئے دن لوگوں سے سنتے ہیں کہ قیامت آج آئی کہ کل آئی، مگر ابھی تک تو نہیں آئی، کیا اس کی کوئی نمایاں علامتیں ہیں جن کو دیکھ کر آدمی سمجھ لے کہ بس اب قیامت قریب ہے؟ ایسی کچھ نشانیاں بتلادیں تو احسان عظیم ہوگا۔

ج ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے کے بارے میں بہت سے امور کی خبر دی ہے۔ جن میں سے بہت سی باتیں تو صدیوں سے پوری ہوچکی ہیں۔ بعض کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھا ہے۔ مثلاً آپؐ کا یہ ارشاد مبارک :

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھا الٰی یوم القیمۃ۔

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک اس سے اٹھائی نہیں جائے گی"۔

ولا تقوم الساعۃ حتّٰی یلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتّٰی تعبد قبائل من امتی الاوثان۔

ترجمہ: "اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کئی قبائل مشرکوں سے جاملیں گے، اور یہاں تک کہ میری امت کے کئی قبائل بت پرستی کرنے لگیں گے"۔

وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون ۔کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین ۔لا نبی بعدی۔

ترجمہ :"اور میری امت میں تیس جھوٹے کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین ۔ لا یضرهم من خالفهم حتٰی یاتی امر اللہ

(رواہ ابوداؤد والترمذی (مشکوٰۃ ص۴۶۵)

ترجمہ :"اور میری امت میں ایک جماعت غالب حیثیت میں حق پر قائم رہے گی۔ جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) آپہنچے"۔

آخری زمانے کی جنگوں کے بارے میں بھی ملاحم کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مروی ہے :

عن ذی مخبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ستصالحون الروم صلحا آمنا فتغزون انتم وهم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون وتسلمون ثم ترجعون حتٰی تنزلون بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اهل النصرانیة الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقه' فعند ذلک تغدر الروم وتجمع للملحمة ۔

(رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ ص۴۶۷)

ترجمہ :" حضرت ذو مخبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم اہل روم (نصاریٰ) سے امن کی صلح کروگے۔ پھر تم اور وہ مل کر مشترکہ دشمن سے جہاد کروگے پس

تم منصور مظفر ہوگے' غنیمت پاؤگے اور تم صحیح سالم رہوگے۔ پھر ٹیلوں والی سرسبز و شاداب وادی میں قیام کروگے پس ایک نصرانی صلیب اٹھا کر کہے گا کہ صلیب کا غلبہ ہوا۔ اور ایک مسلمان اس سے مشتعل ہو کر صلیب کو توڑ ڈالے گا۔ تب رومی عہد شکنی کریں گے' اور لڑائی کے لئے جمع ہوں گے"۔

اسلام اور نصرانیت کی یہ جنگ حدیث کی اصطلاح میں "ملحمہ کبریٰ" (جنگ عظیم) ہلاتی ہے۔ اس کی تفصیلات بڑی ہولناک ہیں' جو ابواب الملاحم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ سی جنگ میں قسطنطنیہ فتح ہوگا اور فتح قسطنطنیہ کے متصل دجال کا خروج ہوگا۔

جس امر کی طرف یہاں توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل نصرانیت کا وہ مشترک دشمن کون ہے جس سے یہ دونوں مل کر جنگ کریں گے؟ کیا دنیا کی موجودہ فضا اسی کا نقشہ تو تیار نہیں کر رہی؟

کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں

س ...... علوی مالکی نام کے ایک مکی عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ ''اصلاح مفاہیم'' آج کل زیر بحث ہے بعض حضرات اس کتاب کو دیوبندی بریلوی نزاع کے خاتمہ میں ممد و معاون قرار دیتے ہیں تو بعض دوسرے اسے دیوبندی موٴقف کی تغلیط اور بریلوی موٴقف کی تائید اور تصدیق سمجھتے ہیں صحیح صورت حال سے نقاب کشائی فرما کر ہماری راہ نمائی فرمائی جائے۔

ج: جی ہاں مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ محمد علوی مالکی کی کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" کافی دنوں سے معرکۃ الآراء بنی ہوئی ہے' پاکستان میں اس کا ترجمہ "اصلاح مفاہیم" کے نام سے شائع کیا گیا' اور اب ہمارے حلقوں میں اس پر اچھا خاصا نزاع برپا ہے' "انوار مدینہ لاہور" "الخیر ملتان" اور "حق چار یار چکوال" میں اس

سلسلہ میں کافی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب کے ناشر جناب پروفیسر الحاج احمد عبد الرحمان زید لطفہ نے اس سلسلہ میں اس ناکارہ کی رائے طلب فرمائی' راقم الحروف نے ان کے خط کے جواب میں اس کتاب پر مفصل تبصرہ کا ارادہ کیا اور چند اوراق لکھے بھی' لیکن پھر خیال آیا کہ اس کے لئے طویل فرصت درکار ہوگی' اس لئے ایک مختصر ساخط ان کی خدمت میں لکھ دیا' چونکہ اس بارے میں استفسارات کا سلسلہ جاری رہتا ہے چنانچہ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا اور اس بارے میں اس ناکارہ سے مشورہ طلب کیا گیا' اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کردیا جائے۔

لہٰذا ذیل میں پہلے وہ مختصر ساخط دیا جارہا ہے جو جناب پروفیسر احمد عبد الرحمان کے نام لکھا گیا تھا' اس کے بعد وہ مفصل خط پیش خدمت ہے جو انہی کے نام لکھنا شروع کیا تھا لیکن اسے ادھورا چھوڑ کر مختصر خط لکھنے پر اکتفا کیا گیا۔ اور اس کی تکمیل بعد میں کی گئی اور آخر میں چند حضرات کے خطوط اور اس ناکارہ کی جانب سے ان کے جوابات درج کئے جارہے ہیں۔ واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ۔

پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم ومکرم جناب پروفیسر احمد عبد الرحمٰن صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نامہ کرم مع ہدیہ مرسلہ "اصلاح مفاہیم" کافی دنوں سے آیا رکھا تھا' کثرت مشاغل نے کتاب اٹھا کر دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی' ادھر خود طبیعت بھی اس طرف مائل نہ ہوئی' یہ ناکارہ تو طاق نسیان میں بحفاظت رکھ چکا تھا' یکایک خیال آیا کہ

آنجناب منتظر جواب ہوں گے' چنانچہ کتاب کو پڑھا' داعیہ پیدا ہوا کہ اس پر کسی قدر مفصل تبصرہ کروں' مگر مشاغل اس کی اجازت نہیں دیتے' اس لئے مختصراً لکھتا ہوں کہ کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں' مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ مخمل میں ٹاٹ کی پیوند کاری کی ہے' اور شکر میں اپنے منفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملادیا ہے' لہذا کتاب کے بارے میں اس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبد الستار دام مجدہ (صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان) کے ساتھ متفق ہے' یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں' اور اس سے امت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جو امیدیں وابستہ کی گئی ہیں وہ نہ صرف موہوم بلکہ معدوم ہیں' اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت' یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان منافرت و مغایرت اور تشتت و انتشار کی موجب ہوگی' اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا' نہ اشاعت کا۔ جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے محض مولف کے ساتھ حسن ظن اور عقیدت سے مغلوب ہوکر لکھ دی ہیں' اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں' نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے' بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک "حسن ظن" ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا' اگر ان سے دریافت کرلیا جائے کہ "مفاهیم یجب ان تصحح" کا کیا مطلب ہے؟ تو شاید تیر نشانہ پر نہ لگاسکیں۔ چنانچہ اس کا اردو نام "اصلاح مفاہیم" غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ امید ہے کہ ان اجمالی معروضات کے بعد مفصل تبصرے کی حاجت نہ ہوگی۔ دعوات صالحہ کا محتاج اور ملتجی ہوں۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۰/۷/۱۴۱۵ھ

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مخدوم ومکرم زیدت الطافہم، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا گرامی نامہ موصول ہوئے کئی دن ہوئے، جس میں اس ناکارہ سے "اصلاح مفاہیم" کے بارے میں رائے طلب کی گئی تھی، مگر یہ ناکارہ جناب کے حکم کی تعمیل سے بوجوہ چند قاصر رہا :

۱ : ------ یہ ناکارہ اپنے مشاغل میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ ڈاک کا جواب نمٹانے سے بھی عاجز رہا، اور بعض سوالات ایسے تھے جو ایک مقالے کا موضوع تھے، یہ خیال رہا کہ ذرا ان مشاغل سے فرصت ملے تو کتاب کو دیکھوں تب ہی کوئی رائے عرض کرسکوں گا۔ ایسی عدیم الفرصتی میں ایک ضخیم کتاب کا سرسری پڑھنا بھی مشکل تھا۔ چونکہ آنجناب کا تقاضا بھی سوہان روح بنا ہوا ہے اس لئے دوسرے مشاغل سے صرف نظر کرکے کتاب کو دیکھا اور جواب لکھنے کی نوبت آئی۔

۲ : ------ اس ناکارہ کو اکابر سلف کی کتابوں سے اکتاہٹ نہیں ہوتی، نہ ان کے مطالعہ سے سیری ہوتی ہے، لیکن ہمارے جدید محققین کے اسلوب وانداز سے ایسی وحشت ہوتی ہے کہ ان کی کتابوں کے چند صفحے دیکھنا بھی اس ناکارہ کے لئے اچھا خاصا مجاہدہ ہے، اس لئے اس کتاب کو اٹھاکر دیکھنے ہی کو جی نہیں چاہا۔

۳ : ------ یہ ناکارہ زندگی بھر ملحدین ومارقین سے نبرد آزما رہا، اور اس کا ہمیشہ یہ ذوق رہا کہ :

تیغ براں بہر ہر زندیق باش
اے مسلماں! پیرو صدیق باش

لیکن اپنوں کی لڑائی میں "دخل در معقولات" سے یہ ناکارہ ہمیشہ کتراتا رہا' "اصلاح مفاہیم" کے بارے میں بھی اپنی رائے ظاہر کرنے سے "پرحذر" رہا' کیونکہ یہ کتاب خود ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے حلقہ میں بھی متنازع فیہ بنی ہوئی ہے۔ میرے محترم بزرگ جناب صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی اس کے پرزور حامی و موید ہیں' انہی کے حکم سے یہ کتاب عربی سے اردو میں نقل کی گئی' اور انہی کے حکم سے پاکستان میں شائع کی گئی۔ دوسری طرف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے عقیدت مندوں کا ایک بڑا حلقہ اس کتاب کو "شکر میں لپٹا ہوا زہر" قرار دیتا ہے۔ اس ناکارہ کا یہ خیال رہا کہ تیری حیثیت "نہ تین میں نہ تیرہ میں" اس لئے اگر تو اس معرکہ سے گریز ہی کرے تو بہتر ہے' بقول شاعر:

فقلت لمحرز لما التقینا
تجنب لایقطرک الزحام

چنانچہ قبل ازیں صوفی صاحب زید مجدہ کے احباب کی جانب سے ایک رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" شائع ہوا' اور پھر انہی مضامین کو "اسلامی ذوق" نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا' اور اس ناکارہ سے ان دونوں رسالوں کے بارے میں رائے بھی طلب کی گئی' لیکن "ایاز! بقدر خویش بہ شناس" کے پیش نظر اس ناکارہ نے مہر سکوت نہیں توڑی' اور ان دونوں رسالوں کے بارے میں کچھ لکھنے سے اغماض کیا۔

۴ : ------- دراصل سکوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کی سننے کو تیار نہیں' ہر شخص اپنی رائے ایسے جزم اور اتنی پختگی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ گویا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام حکم خداوندی سے نازل ہوئے ہیں' جب

اپنی رائے پر جزم ووثوق کا یہ عالم ہو تو دوسرے کی رائے کو کون اہمیت دیتا ہے؟ اختلاف کرنے والا خواہ کتنا بڑا عالم ربانی ہو' اور نہایت اخلاص کے ساتھ اختلاف رائے کا اظہار کرے اس کو ـــــ الا ماشاء اللہ ـــــ ہوائے نفس اور کبر وحسد پر محمول کیا جاتا ہے' ایسی فضا میں تنقیدی و اصلاحی رائے تو مفید وکارگر ہوگی نہیں' البتہ قلوب میں منافرت اور فتنہ میں اضافے کا سبب ضرور بنے گی' اس لئے اس ناکارہ نے ایسے نزاعی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو حرز جان بنا رکھا ہے :

"بل ائتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر' حتی اذا رایت شحا مطاعا وھوی متبعا ودنیا موثرة' واعجاب کل ذی رای برایہ' ورایت امرا لا بد لک منہ' فعلیک نفسک' ودع امر العوام"۔ (مشکوۃ' ص ۴۳۷)

ترجمہ :"نیکی کا حکم کرتے رہو' اور برائی سے بچتے رہو' یہاں تک کہ جب دیکھو کہ حرص و آز کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے' اور دنیوی مفاد کو ترجیح دی جارہی ہے' اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر نازاں ہے' اور تم دیکھو کہ کام ایسا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں' تو اپنی فکر کرو' اور عوام کے قصہ کو چھوڑ دو"۔

حضرات سلف میں یہ مقولہ معروف تھا کہ اپنی رائے کو متہم سمجھو' یہ حضرات اپنی فہم کو ناقص اور اپنی رائے کو علیل جانتے تھے' اور ہمیشہ اس کے منتظر رہتے تھے کہ کوئی ان کو غلطی سے آگاہ کرے تو وہ اس سے رجوع کرلیں' حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنی جلالت قدر اور علو

مرتبت کے باوصف فرماتے تھے کہ ابتدائی دور میں (حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق سے قبل) مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں' میرا جی چاہتا ہے کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے حضرات میری کتابوں کو دیکھ کر غلطیوں کی نشاندہی کردیں تو میں اپنی زندگی میں ان سے رجوع کا اعلان کردوں۔

عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبد الحیٔ عارفیؒ فرماتے تھے کہ ایک بار مولانا بنوریؒ نے "بینات" میں ایک مضمون لکھا' بعد میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ بات جو آپ نے لکھی ہے یہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ فوراً کہنے لگے کہ "غلطی ہوئی' معاف کردیجئے' آئندہ نہیں ہوگی۔" حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اس بات کو نقل کرکے فرماتے تھے کہ "بھئی! مولانا بنوریؒ بڑے آدمی تھے"۔ حضرت بار بار یہ فقرہ دہراتے۔

یہ ہمارے ان اکابرؒ کے واقعات ہیں جن کو ان گنہ گار آنکھوں نے دیکھا' ہمارے شیخ برکۃ العصر' قطب العالم مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے یہاں تو مستقل اصول تھا کہ جب تک ان کی تحریر فرمودہ کتاب کو دو محقق عالم دیکھ کر اس کی تصدیق وتصویب نہیں فرمادیتے تھے وہ کتاب نہیں چھپتی تھی۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اسلاف سلف صالحینؒ کی بے نفسی' اخلاص وللّٰھیت اور فنائیت کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن اب ہمارے یہاں استبداد رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کی سننے کو تیار' نہ ماننے کو۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے یہ ناکارہ اپنے احباب کے درمیان متنازعہ فیہ مسائل میں اظہار رائے سے ہچکچاتا ہے۔ کہ اول تو اس ناکارہ کی رائے کی کوئی قیمت ہی نہیں' پھر اظہار رائے سے اصلاح کی توقع بہت کم ہوتی ہے' بلکہ اگر اپنی رائے کسی صاحب کے خلاف ہوئی تو قلوب میں منافرت پیدا ہونے کا خطرہ قوی ہے۔

حیاۃ الصحابہؓ (ج ۲' ص ۱۲۰) میں حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما

کا ایک خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام نقل کیا ہے جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ آخری زمانے میں اس امت کا یہ حال ہو جائے گا کہ ظاہر میں بھائی بھائی ہوں گے' اور باطن میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ ہم نے یہ خط آپ کی ہمدردی و خیر خواہی کے لئے لکھا' خدا کی پناہ! کہ آپ اس کو کسی اور چیز پر محمول کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :

> "آخری زمانے کے بارے میں آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے آپ اس کے مصداق نہیں اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے' یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں رغبت و رہبت ظاہر ہو جائے گی' اور لوگوں کی رغبت ایک دوسرے سے دنیاوی مفادات کی غرض سے ہوگی' بلاشبہ آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے وہ خیر خواہی و ہمدردی کے طور پر لکھا ہے' اور مجھے اس سے استغنا نہیں' اس لئے ازراہ کرم مجھے لکھتے رہا کیجئے"۔

الغرض مذکورہ وجوہات کی بنا پر یہ ناکارہ "اصلاح مفاہیم" کے بارے میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے میں متامل تھا' اور جی یہی چاہتا کہ میں کچھ نہ لکھوں' لیکن پھر خیال ہوا کہ آپ منتظر جواب ہوں گے' اور آپ کو جواب نہ ملنے کی شکایت ہوگی۔ اس لئے محض امتثال حکم کے لئے لکھتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا اور میری تحریر کیا؟ دعا کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر فتنہ میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی۔ وہ رحیم و کریم میری تحریر کے شر سے اپنے بندوں کو محفوظ فرمائے' اور میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے' انہ رحیم ودود۔

کتاب "اصلاح مفاہیم" کے سرسری مطالعہ سے اس ناکارہ نے جو امور نوٹ

کئے' اگر ان پر مفصل گفتگو کی جائے تو اچھی ضخیم کتاب بن جائے گی' اس لئے جزئیات مسائل پر گفتگو کرنے کے بجائے چند اصولی امور کی نشاندہی پر اکتفا کروں گا' واللہ ولی التوفیق۔

اول : —— جناب مصنف سعودیہ میں اقامت پذیر ہیں' اور اس ماحول میں ایسے حضرات کی آواز غالب ہے جو ذرا ذرا سی باتوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں' توسل کا شد ومد سے انکار کرتے ہیں' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنے کو بھی روا نہیں سمجھتے' جناب مصنف کا مطمح نظر ان حضرات کی تشدد پسندی کی اصلاح ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ ان حضرات کے رویے میں لچک اور اعتدال پیدا کیا جائے۔ ہند وپاک کا خرافاتی ماحول جناب مصنف کے سامنے نہیں' اور وہ اس سے واقف نہیں کہ برصغیر پاک وہند کے عوام کیسی کیسی بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں' اس لئے ان عوام کی اصلاح جناب مصنف کے پیش نظر نہیں۔ اسلئے فطری بات ہے کہ جناب مصنف کی تحریر میں سلفی حضرات کی شدت بے جا کی اصلاح کی کوشش تو نظر آتی ہے' کہ یہی ان کی کتاب کا اصل موضوع ہے' لیکن عوام کی غلط روی وکج فکری کی اصلاح ان کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ہمارے اکابر دیوبند کو دونوں فریقوں کے افراط وتفریط سے واسطہ رہا' سلفی حضرات کی شدت وخشکی سے بھی' اور عوام کی عامیانہ روش سے بھی۔ اس لئے ہمارے اکابرؒ افراط وتفریط کے درمیان راہ اعتدال پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی خوبصورتی وکامیابی کے ساتھ میزان اعتدال کے دونوں پلوں کو برابر رکھا :

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام وسندان باختن

الغرض ان متنازع فیہ مسائل میں جو اعتدال و توازن ہمارے اکابر کے یہاں نظر آتا ہے اسے یہ ناکارہ "لسان المیزان" سمجھتا ہے۔ یہیں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف کی یہ کتاب ہمارے اکابر کے ذوق و مسلک کی ترجمان نہیں' بلکہ اس کا پلہ اہل بدعت کی طرف جھکا ہوا ہے' لہٰذا جن حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مالکی صاحب کی یہ کتاب ہمارے اکابر کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے اس ناکارہ کے خیال میں ان حضرات نے نہ تو ہمارے اکابر کے مسلک و مشرب کو ٹھیک طرح سے ہضم کیا ہے اور نہ انہوں نے مالکی صاحب کی کتاب ہی کو دقت نظر سے پڑھا ہے۔

دوم :۔ کتاب پر بہت سے بزرگوں کی تقریظیں ثبت ہیں' جن کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قاری مرعوب ہو جاتا ہے' ان بزرگوں کی تقریظ و تصدیق کے بعد مجھ ایسے کم سواد کے لئے بظاہر اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی' لیکن اس ناکارہ کے خیال میں جن بزرگوں نے اس کتاب پر تقریظیں ثبت فرمائی ہیں انہوں نے حرفاً حرفاً اس کتاب کا مسودہ پڑھنے اور جناب مصنف کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی' یا تو ان بزرگوں نے کتاب کا مسودہ دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی' یا ان کو غور و تامل کا موقع نہیں ملا' محض جناب مصنف کی عقیدت واحترام میں یا بعض کسی لائق احترام بزرگ کی تقریظ دیکھ کر انہوں نے بھی کتاب پر صاد کر دیا۔ ایسی تقریظیں لائق اعتنا نہیں۔

آج کل محض مصنف کے ساتھ حسن ظن کی بنیاد پر تقریظیں لکھنے کا عام رواج ہے' اور اس ناکارہ کے نزدیک یہ روش لائق اصلاح اور یہ رواج لائق ترک ہے۔ خود اس ناکارہ کو ذاتی طور پر اس کے ناخوشگوار نتائج کا تجربہ ہوا ہے' اس ناکارہ کا ذوق خود اپنی کتابوں کے بارے میں یہ رہا ہے کہ اپنی کسی کتاب پر اپنے بزرگوں

کو "بطور تبرک چند کلمات" لکھنے کی کبھی زحمت نہیں دی' نہ اس کی فرمائش کی' کیوں کہ ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ان اکابر کے بے حد قیمتی اوقات میں اتنی گنجائش کہاں؟ کہ مجھ ایسے نابکار کی ژولیدہ تحریر پڑھیں اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کریں۔ لامحالہ بغیر پڑھے ہی "کلمات تبرک" تحریر فرمائیں گے' اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نادان کی غلطیاں میرے بزرگوں کے سر آن پڑیں گی' چنانچہ اس ناکارہ کا رسالہ "اختلاف امت اور صراط مستقیم" جو تمام اکابر نے پسند فرمایا' اور ہند وپاک کے بہت سے ناشرین نے ہزاروں کی تعداد میں اسے شائع کیا مگر اس ناکارہ نے کسی بزرگ سے تقریظ نہیں لکھوائی' سنا ہے کہ ہمارے شیخ برکۃالعصر نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں بھی یہ پورا رسالہ حرفاً حرفاً پڑھا گیا' اور حضرت نور اللہ مرقدہ کے سامعہ مبارک سے گزرا' لیکن اس ناکارہ کے دل میں کبھی اس کی ہوس پیدا نہیں ہوئی کہ کسی بزرگ سے اس پر تقریظ لکھوائی جائے اور اپنے کھوٹے سکوں کو بزرگوں کی تقریظات کی مہر سے چالو کیا جائے (اس ناکارہ کی دو کتابوں پر میرے حضرت بنوریؒ نے مقدمہ تحریر فرمایا تھا' مگر میری خواہش اور فرمائش کے علی الرغم۔ (اس کی تفصیل کا موقع نہیں)۔

الغرض کتاب پڑھے بغیر اس پر تقریظیں لکھوانے اور لکھنے کا رواج اس ناکارہ کے خیال میں صحیح نہیں' یہ روش لائق اصلاح ہے' اس ناکارہ کا خیال ہے کہ جناب علوی مالکی صاحب کی کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" (عربی) پر تقریظات کا جو انبار نظر آرہا ہے' یہ جناب مصنف کے احترام میں بغیر کتاب پڑھے لکھی گئی ہیں' یا کسی لائق احترام شخصیت کو دیکھ کر ان کی تقلید میں صلو کردیا گیا ہے' اس لئے اگر یہ ناکارہ اس کتاب کے بارے میں ایسی رائے کا اظہار کررہا ہے جو تقریظ لکھنے والے بزرگوں کی توثیق وتصدیق کے خلاف ہو تو اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوء ادب کا ارتکاب نہ سمجھا جائے' اور نہ ان اکابر کے علم وفضل کے منافی قرار دیا

جائے' کیونکہ بزرگوں ہی کا ارشاد ہے کہ :

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بہ غلط بر ہدف زند تیرے

سوم : ———اوپر عرض کرچکا ہوں کہ جناب مصنف کا اصل مدعا سلفی حضرات کے تشدد کی اصلاح ہے' جو زیر بحث مسائل میں ان کے یہاں پایا جاتا ہے اور جس میں وہ کسی نرمی اور لچک کے روادار نہیں۔ جناب مصنف ان کو اپنی اس شدت میں فی الجملہ معذور بھی سمجھتے ہیں' چنانچہ لکھتے ہیں :

"ان کو ہم اپنے حسن ظن کی بنا پر معذور سمجھیں گے' اور کہیں گے کہ نیت تو ان کی صحیح ہے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اسطرح ان لوگوں نے کیا ہے' لیکن ہم کہیں گے کہ ان حضرات سے ایک بات رہ گئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت و مصلحت اور عمدہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے"۔ (اصلاح مفاہیم ص۴۹)

یہ دو اصول جو جناب مصنف نے کتاب کے آغاز ہی میں قلمبند کئے ہیں' بڑے ہی قیمتی اور زریں اصول ہیں' بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ داعیانہ اسلوب کی روح رواں ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے مخالفین' ناقدین بلکہ مکفرین تک کے بارے میں بھی یہ حسن ظن رکھا جائے کہ ان کی تنقید کا منشا اگر اخلاص ہے' اور وہ واقعتاً رضائے الٰہی کے لئے ایسا کررہے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ معذور ہیں بلکہ انشاء اللہ ماجور بھی۔

دوم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بلند پایہ کام میں بھی حکمت و مصلحت کے مطابق احسن سے احسن طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے یہ توقع تھی کہ جناب مصنف نے جس داعیانہ اسلوب کی نشاندہی فرمائی ہے وہ خود بھی اس کی پابندی فرمائیں گے اور ان کی یہ کتاب اسلوب دعوت کا شاندار مرقع ہوگی' اور وہ متنازع فیہ مسائل کو قلمبند کرتے ہوئے ایسا عمدہ طریق اپنائیں گے کہ ان کی بات بڑی خوشگواری سے ان کے قاری کے گلے سے اتر جائے۔ بلاشبہ فطری طور پر ہماری یہ خواہش ہوگی کہ جس بات کو ہم حق اور صحیح سمجھتے ہیں دوسرے لوگ بھی اس کی حقانیت کے قائل ہوجائیں' لیکن ہم اپنی بات احسن طریق سے مخاطب کو سمجھانے کے مکلف ہیں' اس کو منوانے کے ہم مکلف نہیں' ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی بات مخاطب کے سامنے پیش کردی' ہم اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوگئے' آگے اسے مخاطب مانتا ہے یا نہیں؟ یہ اس کی ذمہ داری ہے' اور اس کی صوابدید ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب مصنف' جن حضرات کو حسن ظن کی بنا پر معذور سمجھتے ہیں' انہی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے داعیانہ اور مصلحانہ انداز تخاطب اختیار نہیں فرمایا' بلکہ مناظرانہ ومجادلانہ انداز اختیار کیا ہے۔ اور اگر یہ بات یہیں تک محدود رہتی تب بھی فی الجملہ اسے گوارا کیا جاسکتا تھا' مگر افسوس ہے کہ جناب مصنف نے اپنی تحریر میں ترشی بلکہ تلخی کا عنصر اس قدر تیز کردیا ہے کہ یہ توقع از بس مشکل ہے کہ ان کی بات ان کے مخاطب کے گلے سے بہ آسانی اتر جائے گی' مصنف نے شاید ہی کوئی نکتہ ایسا اٹھایا ہو جس میں انہوں نے اپنے مخالفوں کو جاہل' غبی' کم عقل' کم فہم' تنگ نظر' بدفہم جیسے خطابات سے نہ نوازا ہو۔

مثلاً "خالق ومخلوق کا مقام" کے زیر عنوان یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں' جن کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے افراد بشر سے ممتاز ہیں' مصنف لکھتے ہیں :

"یہ امور بہت لوگوں پر، ان کی کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری، اور بد فہمی کی وجہ سے مشتبہ ہوگئے، تو انہوں نے جلدی سے ان امور کے قائلین پر کفر اور ملت اسلامیہ سے خروج کا حکم لگادیا"۔

(اصلاح مفاہیم، ص ۵۷)

ایک جگہ مخالفین کے موقف کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں :

"یہ واضح جہالت ہے"۔ (اصلاح مفاہیم ص ۶۵)

مترجم کا یہ ترجمہ اصل عربی متن کے مطابق نہیں، اصل متن کے الفاظ یہ ہیں " : وھذا جھل محض"۔ اور یہ "محض جہالت ہے" یا "خالص جہالت ہے"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

"حالانکہ حقیقت میں یہ جہالت و تعنت ہے"۔

(مفاہیم عربی ص ۹۲)

الغرض کتاب میں مسلسل یہی انداز چلا گیا ہے، اور جناب مصنف نے اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر جناب مصنف کے پیش نظر واقعی اس طبقہ کی اصلاح ہے تو ان کی اصلاح اس انداز گفتگو سے مشکل ہے، بقول غالب :

نکالا چاہتا ہے کام طعنوں سے تو اے غالب!
ترے بے مہر کہنے پر بھلا وہ مہرباں کیوں ہو؟

اس ناکارہ کا خیال ہے کہ سعودیہ کے جن متشدد حضرات کی اصلاح کے لئے جناب مصنف نے خامہ فرسائی کی ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اصلاح پذیر نہیں ہوں گے بلکہ ان متوحش الفاظ وخطابات کو پڑھ کر ان کے موقف میں مزید شدت پیدا

ہوجائے گی۔ اس کتاب کے خلاف جوابی کتب ورسائل کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ ادھر کچھ عرب حضرات مصنف کی تائید وحمایت میں کھڑے ہوجائیں گے' اور قلمی جہاد کریں گے' یوں یہ کتاب متعلقہ حلقہ کی اصلاح کے بجائے ایک نئے معرکہ کارزار کی راہ ہموار کرے گی۔

یہ تو سعودی ماحول میں اس کتاب کے آثار ونتائج ظاہر ہوں گے' جہاں تک ہمارے ہند وپاک کے ماحول کا تعلق ہے میں اوپر ذکر کرچکا ہوں کہ ان متنازع فیہ مسائل میں یہاں تین فریق پہلے سے موجود ہیں۔ ایک گروہ انہی سلفی حضرات کا ہے جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے' ان پر تو وہی اثرات ہوں گے جو ابھی ذکر کرچکا ہوں' دوسرا گروہ ہمارے اکابر دیوبند کا ہے' میں بتاچکا ہوں کہ یہ کتاب ہمارے اکابر کے ذوق ومشرب کے ساتھ کوئی میل نہیں کھاتی' دیوبندی حلقہ میں یہ کتاب افتراق وانتشار کو جنم دے گی' کچھ حضرات اس کتاب کی تائید وحمایت میں اکابر دیوبند کے مسلک کو اس کتاب کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائیں گے۔ اور کچھ حضرات اس سے برأت کا اعلان واظہار فرمائیں گے۔ یوں اہل حق کے طبقہ میں ایک نئے انتشار وخلفشار کا دروازہ کھلے گا۔ البتہ تیسرا گروہ بریلوی حضرات کا ہے' وہ اپنے موقف کی تائید وحمایت اور ہمارے اکابر کی تجہیل و تحمیق کے لئے اس کتاب کے خوب حوالے دیں گے' اور کتاب پر ثبت شدہ بھاری بھرکم تقریظات کے ذریعہ ان کو دیوبندی حلقہ پر الزام قائم کرنے میں اچھی خاصی آسانی ہوجائے گی۔ کاش! کہ طباعت سے پہلے اس سلسلہ میں مشورہ کرلیا جاتا تو اس ناکارہ کی رائے میں اس کی اشاعت آپ کی جانب سے نہ ہوتی۔

چہارم : ــــــ جس طرح ہر شیخ کی نسبت اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے' جو

اس شیخ کے حلقہ کے اکثر منتسبین پر نمایاں ہوتی ہے' مثلاً رائے پوری حضرات کی نسبت کا رنگ ان کے حلقہ پر اس قدر نمایاں ہے کہ آدمی دور ہی سے دیکھ کر پہچان جاتا ہے کہ یہ حضرات رائے پوری سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حلقہ پر حضرتؒ کی نسبت کا رنگ اتنا نمایاں ہے کہ ایک صاحب بصیرت آسانی سے پہچان لیتا ہے کہ ان حضرات پر حضرت حکیم الامتؒ کا رنگ غالب ہے۔ وعلیٰ ھذا۔ الغرض جس طرح ہر شیخ کی نسبت کا ایک رنگ ہوتا ہے' اسی طرح ہر مصنف کا بھی ایک خاص رنگ ہوتا ہے' جو اس کے حلقہ عقیدت پر غالب اور نمایاں ہوتا ہے۔ مودودی صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے' ڈاکٹر اسرار صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے وغیرہ وغیرہ۔

جناب علوی مالکی صاحب نے بھی زیرِ گفتگو کتاب "مفاہیم" میں اپنا ایک خاص رنگ بھرا ہے' جس کی طرف اوپر اشارہ کرچکا ہوں' یعنی اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کو کم عقل' کم فہم' تنگ نظر' جاہل' بدفہم اور متعنت سمجھنا' اب جو حضرات جناب مالکی صاحب سے عقیدت وارادت رکھتے ہوں گے وہ اسی رنگ کو اپنائیں گے' اور یہی رنگ ان پر غالب ہوجائے گا' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جناب مصنف سے فرط عقیدت کی بنا پر ان سے ذرا سا اختلاف کرنے کو بھی تنگ نظری' جہالت وبدفہمی پر محمول کریں گے' یا اس اختلاف کا منشا ضد وعناد اور تعنت وہٹ دھرمی کو قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن حضرات پر یہ رنگ غالب ہو وہ دوسرے کی بات کو نہ تو صبر وتحمل سے سنیں گے' نہ مسئلہ کے دلائل پر غور کریں گے' نہ ان کے لئے ہمارے اکابرؒ کا حوالہ مفید ہوگا۔ کیونکہ جب ان حضرات کے دل میں بطور عقیدت یہ بات جم گئی ہے کہ جناب محمد مالکی علوی صاحب ہی عاقل وفہیم ہیں' وہی عالم وخوش فہم ہیں' اور وہی منصف ووسیع النظر ہیں تو ان کے مقابلہ میں دوسروں کی بات کیا وقعت

رکھے گی؟

یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس کے تصور ہی سے یہ ناکارہ پریشان ہے کہ جناب علوی صاحب کے عقیدت مندوں سے افہام و تفہیم کی کیا صورت کی جائے؟ اور ان کے دل پر کس طرح دستک دی جائے؟ واللہ المستعان' ولاحول ولاقوۃ الا باللہ' اور اس پریشانی میں اس وقت چند در چند اضافہ ہو جاتا ہے جب دیکھتا ہوں کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے حلقہ ہی کے حضرات جناب مالکی صاحب کے دام عقیدت و محبت کے اسیر ہیں' اور اپنے اکابر کے مسلک و مشرب کو علوی صاحب کے نظریات پر ڈھال رہے ہیں' فالی اللہ المشتکیٰ' کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں تواضع اور فنائیت جو ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کا خصوصی رنگ تھا' اس کا کوئی شمہ بھی نصیب فرمادے۔ تو آپس کے تشتت و انتشار کے منحوس سائے سے ہم محفوظ رہیں۔

پنجم : —— اس ناکارہ نے یہاں تک جو کچھ لکھا وہ یہ سمجھ کر لکھا کہ جناب شیخ محمد علوی مالکی صاحب خوش عقیدہ عالم ہیں' اور ان کے پیش نظر صرف متشدد حضرات کی اصلاح ہے' لیکن "حق چار یار" میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی نے بریلوی مکتب کے رسالہ ماہنامہ "جہان رضا لاہور" کے حوالہ سے یہ عجیب و غریب انکشاف کیا ہے کہ جناب مصنف محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں' اور جناب علوی صاحب کی فاضل بریلوی سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ علوی صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں :

"نحن نعرف تصنیفاته وتالیفاته فحبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة"۔

ترجمہ :"ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ

جانتے ہیں، پس ان سے محبت رکھنا سنت کی علامت اور ان سے عناد، بدعت کی نشانی ہے"۔

(اس تحریر کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی کے پورے مضمون کا فوٹو ماہنامہ "حق چاریار" سے نقل کیا جارہا ہے)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کے اس انکشاف کے بعد غور و فکر کا زاویہ یکسر بدل جاتا ہے اور صاف نظر آنے لگتا ہے کہ :

ا: ـــــ "اصلاح مفاہیم" دراصل بریلوی مکتب فکر کے ایک فاضل اور جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے جو بریلوی عقائد و نظریات کی نشرواشاعت کے لئے مرتب کی گئی ہے۔

۲ : ـــــ اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں (جیسا کہ میں نے بطور حسن ظن اس کا اوپر اظہار کیا تھا) بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطہ نظر کی بھرپور حمایت و تائید ہے۔

۳ : ـــــ جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم اور متعنت وغیرہ الفاظ کی تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہمارے شیخ برکۃ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تک تمام اکابر) کی تجہیل و تحمیق ہے۔

۴ : ـــــ جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابر دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے "اجماعی فتویٰ" لینا ہے، تاکہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل و نادان قرار دینے میں متفق ہو جائیں۔

۵ :—— بریلوی حضرات کے خیالات سعودی مشائخ کے بارے میں سب کو معلوم ہیں لیکن جناب مصنف علوی مالکی نے ازراہ احتیاط شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کانام بڑے احترام سے لیا ہے اور جگہ جگہ ان کے حوالوں سے اپنی کتاب کو مرصع ومزین کیا ہے۔

ایک ایسا شخص جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی محبت کو سنی ہونے کی اور ان کی مخالفت کو بدعتی ہونے کی علامت قرار دیتا ہو' اس سے ان سعودی اکابر کی مدح وتحسین کچھ عجیب سی بات معلوم ہوگی' لیکن یہ شاید ان کی مجبوری ہے کہ اس کے بغیر سعودی ماحول میں اس کتاب کا شائع ہونا مشکل تھا۔

۶ :—— میرے محترم بزرگ جناب صوفی اقبال صاحب زید مجدہ اور ان کے رفقا جو جناب مصنف علوی مالکی صاحب کی کتاب کے بے حد مداح ہیں' اور اس کی نشر واشاعت میں سعی بلیغ فرمارہے ہیں' ان کو بھی اس ناکارہ کی طرح جناب مصنف سے حسن ظن رہا ہوگا' اور یہ خیال ہوا ہوگا کہ یہ بزرگ (جو بہت سی نسبتوں کے جامع ہیں) سلفی تشدد کے مقابلہ میں "جہاد کبیر" فرمارہے ہیں' اس لئے حتی الامکان ان کی اعانت واجب ہے۔ ان حضرات کو جناب مصنف کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی' کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ :

خبث باطن نہ گردد سالہا معلوم

اگر یہ روایت صحیح ہے کہ جناب صوفی صاحب زید مجدہ جناب علوی مالکی صاحب کے باقاعدہ حلقہ بگوش بن گئے ہیں تو یہ بھی اسی ناواقفی اور حقیقت تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مجھے توقع ہے کہ جلد یا بدیر جیسا ان پر اصل حقائق منکشف ہوں گے تو یہ حضرات اپنے موقف پر نظر ثانی میں کسی پس وپیش کا اظہار

نہیں فرمائیں گے۔

۷ : ـــــــ جب شیخ علوی مالکی صاحب کا بریلوی طبقہ سے منسلک ہونا عالم آشکارا ہوچکا ہے تو ان کی کتاب کے نکات پر دیوبندی بریلوی اتحاد و مفاہمت کی دعوت دینا دراصل دیوبندیوں کو بریلوی حضرات کے موقف کی حقانیت کے تسلیم کرنے کی دعوت دینا ہے۔ اور یہ بات بھی کچھ کم اعجوبہ نہیں کہ یہ یک طرفہ دعوت دیوبندی اکابر کے منتسبین کی طرف سے دی جارہی ہے۔ مولانا احمد رضا خان مرحوم کی جماعت کا ایک فرد بھی اس دعوت میں نمایاں نہیں۔ اس لئے دوسرے لفظوں میں بلاتکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دیوبندیوں کو بریلوی بن جانے کی دعوت ہے' اور یہ کہ ہمارے اکابر جو بدعات کے طوفان کے مقابلہ میں اب تک سد سکندری بنے رہے ہیں' اب اس دیوار کو توڑ دیا جائے' اور عوام کو بدعات کی وادیوں میں بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ ولا فعل اللہ ذلک۔

یہ اس ناکارہ نے ارتجالاً چند نکات عرض کردیئے ہیں' دل کو لگیں تو قبول فرمایئے ورنہ "کلائے بد بریش خاوند"۔ امید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

تیسرا خط

جناب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ' اللہ تعالٰی آپ کی زندگی مبارک میں برکتیں عطا فرمائے۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ میں یہ عریضہ نہایت دکھ کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ایک عرصہ سے حضرت

مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم کا مرید ہوں اور حضرت سے محبت بھی ہے۔ ان کے بارے میں دل بالکل صاف ہے لیکن کتاب "اصلاح مفاہیم" کی تائید کی وجہ سے ایک عالم دین کہتے ہیں کہ اب ان کا عقیدہ ٹھیک نہیں رہالہٰذا تمہاری بیعت درست نہیں، حضرت نے مجھے جو معمولات بتائے ان پر عمل کر رہا ہوں۔ آپ بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے عرض ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میرے لئے جو راستہ اختیار کرنا چاہئے ارشاد فرمائیں؟ کیونکہ آپ کو بھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ سے دولت خلافت نصیب ہوئی ہے اس لئے بہتر رائے دیں گے۔ شکریہ!

آپ بزرگوں کا عقیدت مند ایک بندہ خدا

نوٹ : یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

جواب

محترم ومکرم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، حضرت مولانا عزیز الرحمان مدظلہ کے ساتھ اس ناکارہ روسیاہ کو بھی نیاز مندی کا تعلق ہے، وہ میرے خواجہ تاش ہیں، اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر وافضل ہیں، تاہم "اصلاح مفاہیم" کے مضامین سے اس ناکارہ کو اتفاق نہیں، اور یہ ہمارے اکابر حضرت قطب العالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے لے کر ہمارے شیخ برکتہ العصر قطب العالم قدس سرہ تک کے مذاق ومشرب کے قطعاً خلاف ہے۔ اس ناکارہ نے کتاب کے ناشر مولانا احمد عبد الرحمان صدیقی زید لطفہ کے

اصرار پر اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان کے نام ایک خط میں کردیا ہے۔

کتاب کے مصنف جناب علوی مالکی صاحب دراصل بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ سنا ہے کہ ہمارے صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہ ان سے باقاعدہ بیعت ہوگئے' اس لئے ان کی کتاب کی اشاعت کرنے لگے۔ واللہ اعلم' یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ جناب مولانا عزیز الرحمان صاحب زید مجدہ صوفی صاحب سے بہت ہی اخلاص رکھتے ہیں اس لئے وہ بھی اپنے رفقا کے ساتھ اس کے پرزور موید ہوگئے' اور اس تحریک کا نام "دیوبندی بریلوی اتحاد کی مخلصانہ کوشش" رکھ لیا' حالانکہ ہمارے اکابر کی طرف سے تو کبھی افتراق ہوا ہی نہیں تھا کہ ان کو اتحاد کی دعوت دی جائے' جن حضرات (بریلویوں) کی طرف سے افتراق ہوا تھا ان کو اتحاد کی دعوت و تلقین ہونی چاہئے۔

بہرحال اس ناکارہ کے خیال میں یہ بزرگ جو "اصلاح مفاہیم" کی بنیاد پر "دیوبندی بریلوی اتحاد" کی دعوت لے کر اٹھے ہیں' یہ بزرگ اپنی اس تحریک میں مخلص ہیں' تاہم ان کا موقف چند وجوہ سے درست نہیں۔ (والعلم عند اللہ)

اول : ــــــــــ یہ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں سالہا سال رہنے اور خلافت واجازت کی خلعت سے سرفراز ہونے کے بعد ان کا کسی علوی مالکی سے رشتہ عقیدت وبیعت استوار کرنا چہ معنی؟ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے تھا' یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے تعلق ووابستگی سے بے وفائی ہے۔

دوم :ـــ ان حضرات نے جناب علوی مالکی صاحب کی حقیقت اور ان کے نظریات کی گہرائی کو نہیں سمجھا' اور یہ کہ ان صاحب کی شخصیت کی تکوین کن کے

ہاتھ سے ہوئی ہے؟ اگر ان حضرات کو علم ہوتا کہ یہ حضرت دراصل جناب مولانا احمد رضا خان کے خانوادہ کے ساختہ پرداختہ ہیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات ان صاحب کے حلقہ عقیدت میں شامل نہ ہوتے اور ان کے نظریات کی ترویج و تشہیر میں اپنی صلاحیتیں صرف نہ فرماتے۔

سوم : ــــــ "اصلاح مفاہیم" کے ذریعہ ان حضرات نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف ونزاع کا جو میدان کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے اسمیں غلطی اکابر دیوبند ہی کی تھی، اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو ان کی غلطی کا احساس دلاکر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔ دوسری طرف بریلوی حضرات کی اصلاح کی کوشش نام کو بھی نہیں، گویا سارا قصور اکابر دیوبند کا تھا، اہل بدعت اپنے طرز عمل میں سراسر معصوم اور حق بجانب ہیں، چنانچہ بریلوی حضرات اس کو اپنی فتح قرار دے رہے ہیں، اور رسائل میں اس کا برملا اظہار کرنے لگے ہیں، غور کیا جاسکتا ہے کہ اصلاح کی یہ یک طرفہ ٹریفک ــــــ خواہ وہ کتنے ہی جذبہ اخلاص پر مبنی ہو ــــ کہاں تک مبنی برحق اور مثمر خیر ہوسکتی ہے؟

چہارم : ــــــ اصاغر کا کام اکابر کی اتباع و تقلید اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے، نہ کہ ان کی اصلاح۔ یہ ناکارہ اپنے اکابر کا کمترین نام لیوا ہے، اور اپنے اکابر کو ارباب قوت قدسیہ سمجھتا ہے، دوسرے لوگ برسوں کی جھک مارنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں گے میرے یہ اکابر اپنی فراست اور قوت قدسیہ کی برکت سے پہلے دن اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے، لیکن "اصلاح مفاہیم" کی تحریک کی روح یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے غلطی کی تھی۔ اب ان کے اصاغر کو چاہئے کہ اپنے بڑوں کی غلطی کی اصلاح کریں۔ انا

للہ وانا الیہ راجعون۔

پنجم : ——— ان حضرات نے یہ تو دیکھا کہ اگر دیوبندی ' رد بدعات میں ذرا ڈھیلے ہو جائیں تو دونوں گروہوں کے درمیان اتفاق واتحاد کا خوشنما شیش محل تیار ہو سکتا ہے ' مگر ان حضرات کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ پھر تجدید دین اور رد بدعات کا فرض کون انجام دے گا؟ ' اور سنت کے اسلحہ سے لیس ہو کر حریم دین کی پاسبانی کون کرے گا؟ پھر تو عرس ' قوالی اور اس قسم کی چیزیں ہی دین کے بازار میں رہ جائیں گی۔ ولا فعل اللہ ذلک۔

ششم : ———علوی مالکی نسبت ہی کا اثر ہے کہ یہ حضرات جلی یا خفی انداز سے تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں ' اور لوگوں کو "اس بیماری" سے بچانے کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ تبلیغ کے ستون اعظم تھے ' اور اہل تبلیغ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں اور آپ کی تعلیمات کو حرز جان بنائے ہوئے نقل وحرکت کر رہے ہیں ' اگر علوی مالکی صاحب کی نسبت کے بجائے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نسبت کا رنگ غالب رہتا تو ان حضرات سے بڑھ کر تبلیغ کا کوئی موید نہ ہوتا۔

بہرحال یہ ناکارہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرات اپنی جگہ مخلص ہیں ' لیکن اس تحریک میں ان کی نظر سے کئی چیزیں اوجھل ہوگئی ہیں ' اور میں اب بھی توقع رکھتا ہوں کہ جلد یا بدیر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔

آپ کے لئے اس روسیاہ کا مشورہ یہ ہے کہ آپ ' حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب کی بیعت میں بدستور شامل رہیں ' اور ان کے بتائے ہوئے معمولات کو پوری پابندی سے بجالائیں ' لیکن علوی مالکی نسبت کا رنگ قبول نہ کریں ' بلکہ اپنے اکابر کے

ذوق و مشرب پر رہیں' اگر مولانا موصوف آپ کو خود ہی اپنی بیعت سے خارج کردیں تو کسی دوسرے بزرگ سے تعلق وابستہ کرلیں' اس کے بعد بھی مولانا موصوف کے حق میں ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی کا ارتکاب نہ کریں۔

بلا قصد جواب طویل ہوگیا' سمع خراشی پر معذرت چاہتا ہوں' اور کوئی لفظ آپ کے لئے یا آپ کے شیخ کے لئے ناگوار ہو تو اس پر بلا تکلف معافی کا خواستگار ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۵/۱۱/۱۴۱۵ھ

ضمیمہ جات

(۱)

قاضی مظہر حسین مد ظلہ کے انکشافات

ماہنامہ "حق چار یار" کا عکس

"مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں" :

مولانا محمد بن علوی مالکی موصوف کی تصانیف "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" اور زیر بحث کتاب "اصلاح مفاہیم" کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موصوف بریلوی مسلک کے عالم ہیں' یہی وجہ ہے کہ حول الاحتفال کا ترجمہ بھی میلاد مصطفیٰ کے نام سے ایک بریلوی عالم نے لکھا ہے اور اس کتاب کی اشاعت بھی بریلوی مسلک والوں نے کی ہے۔ اسی طرح ان کی بعض دوسری تصانیف کا ترجمہ بھی بریلوی علما نے کیا ہے۔

۲۔ لیکن بریلوی مسلک کے ماہنامہ "جہان رضا" فروری ۱۹۹۴ء کے مطالعہ سے تو اس

میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کٹر بریلوی عالم ہیں۔ چنانچہ اس شمارہ کے ص ۲۶ پر حسب ذیل عنوان سے مولانا مکی مالکی کے حالات بیان کئے گئے ہیں :

"خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر"

فضیلتہ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ

از جناب مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہ العالی

آپ کا اسم گرامی محمد' والد کا نام علوی اور دادا کا نام عباس ہے' آپ کا تعلق خاندان سادات سے ہے۔ سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مسلکاً مالکی اور مشرباً قادری ہیں کیونکہ آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا تھے اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ہیں' وہیں پرورش پائی' مسجد حرام مدرستہ الفلاح اور مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت قد آور شخصیت کے مالک ہیں۔

بیادِ امام اہل سنت مجدد وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

بارگاہ رضویت سے عقیدت علامہ سید محمد علوی مالکی بھی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں ۔ بیعت غالبًا اپنے والد بزرگوار سے ہیں ۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت اجازت سے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی مفتی سعد اللہ مکی کے ایماء پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور فردا فردا سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی شربت پلایا گیا ' قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرما دی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا "سیدی علامہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعے جانتے ہیں ۔ وہ اہلسنت کے علامہ تھے ۔ ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"

مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق:

خود مولانا مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے۔

مولانا ضیاء الدین قادری ہیں ان کی سند نہایت اعلیٰ وافضل ہے۔ انہوں نے جن بزرگوں سے روایت کی ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ ہے جو شیخ زینی دحلان مفتی مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی کتاب "الطالع السعید" کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (ص ۲۷)

یہ مولانا ضیاء الدین صاحب قادری جو مولانا احمد رضا خان کے شاگرد و مرید ہیں وہی ہیں جن کے مکی مالکی صاحب خلیفہ ہیں۔

فن حدیث میں ڈاکٹریٹ :

آپ نے جامعہ ازہر مصر میں فن حدیث اور اصول حدیث کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ (ایضا ص ۲۷)

آپ نے مختلف تعلیمی، تدریسی، تربیتی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تیس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں جو عالم اسلام کے لئے رہتی دنیا تک رہنمائی کا کام دیں گی ۔ (ایضا ص ۳۰)

نمبر۹۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔ (ایضا ص ۳۲)

نمبر۲۲۔ مفاہیم یجب ان تصحح الذخائر المحمدیہ، پر لوگوں نے جو اعتراض وارد کرکے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی، ان کا جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔

(ایضا ص ۳۵)

بارگاہ رضویت سے عقیدت :

علامہ سید محمد علوی مالکی اپنے علم وفضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت میں اپنا حصہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے علم وفضل کے بڑے مداح ہیں۔

بیعت غالبا اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علما ومشائخ کو خلافت واجازت سے نوازا۔ وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی"۔

(ایضا ص ۴۱)

نوٹ : یہ مولانا غلام مصطفیٰ رضا بریلوی' لڑکے ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی سے عقیدت :

مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی۔ مفتی سعد اللہ مکی کے ایما پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور فردا فردا سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی۔ شربت پلایا گیا' قہوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب

فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا :

> "سیدی علامہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعے جانتے ہیں' وہ اہل سنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"۔ (ایضاً ص ۴۱)

تبصرہ

مندرجہ بالا حالات وواقعات سے واقف ہونے کے بعد تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ مولانا مکی مالکی جو فنا فی البریلویت ہیں آپ کو مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے علاوہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے لڑکے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے اور آپ اس حد تک مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے عقیدت مند ہیں کہ ان کو اہل حق واہل باطل اور اہل سنت واہل بدعت کے لئے معیار حق قرار دیتے ہیں اور غیر مبہم الفاظ میں کہتے ہیں کہ :

> "ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"۔

۲ :ـــــ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی علم غیب کے موضوع پر تصنیف الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغنیبہ (عربی طبع جدید ۱۹۸۷ء) کے افتتاحیہ میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں :

> " امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اس وقت عالم تھا اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔

آیئے مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ شرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش کی زبانی سنئے :

"۱۴۰۲ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی (مکہ معظمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ جب اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (غلام مصطفیٰ، سفرنامہ حرمین شریفین، بنگلہ دیش مطبوعہ ۱۹۹۰ء ص۲۶) تو سید محمد علوی سروقد کھڑے ہوگئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور پھر فرمایا :

"نحن نعرف تصنیفاته وتالیفاته فحبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة"۔

ہم امام احمد رضا خان کو انکی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے"۔

(ایضا ص۳۲)

اکابر دیوبند مولانا احمد رضا خان کی نظر میں

یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب حسام الحرمین قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولف بذل المجہود شرح ابی داؤد و مولف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اور حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی صاحب تھانوی رحمہم اللہ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ چونکہ اکابر کی عبارتوں میں قطع وبرید کر کے تکفیر کی مہم چلائی گئی تھی۔ اس لئے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے بھی ان کے جواب میں الشہاب الثاقب لکھی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ علمائے دیوبند نے ان کے رد میں کتابیں لکھیں۔ حسام الحرمین کے تکفیری فتوؤں کی بنا پر ہی علمائے حرمین شریفین نے اکابر علمائے دیوبند کو ۲۶ سوالات بھیجے جن کے جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھے جن پر اس وقت کے اکابر دیوبند اور علمائے حرمین شریفین نے اپنی تصدیقات لکھی ہیں۔ ہم دیوبندی بریلوی محاذ آرائی نہیں چاہتے اور نہ ہی ہماری یہ بحث بریلوی علما سے ہے۔

اس وقت ہماری بحث خصوصی طور پر جناب صوفی محمد اقبال صاحب (مقیم مدینہ منورہ) مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی اور مولانا عزیز الرحمان ہزاروی سے ہے..... جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے متوسلین اور خلفا میں سے ہیں کیونکہ ان حضرات نے مولانا مکی مالکی کی کتاب مفاہیم کا اردو ترجمہ "اصلاح مفاہیم" کے نام سے شائع کیا ہے اور جناب صوفی محمد اقبال صاحب موصوف نے مولانا احمد عبد الرحمان صاحب صدیقی (نوشہرہ) کے نام بعنوان "اردو ترجمہ شائع کرنے کا مقصد" اس کتاب کی مکمل تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

> "زیر نظر کتاب "المفاہیم" کے اردو ترجمہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب وعجم میں فریقین کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے۔"

(ص ۴)

اور مولانا عزیز الرحمان صاحب خطیب جامع مسجد صدیق اکبر' چوہڑ (راولپنڈی) نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے :

"ہم نے فضیلۃ العلامہ الجلیل السید محمد بن العلوی المالکی الحسنی المکی دامت برکاتھم کی کتاب "مفاھیم یجب ان تصحح" کا مطالعہ کیا۔ ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علما کے وقار اور حکما کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز سے جمع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا کثیرا۔ اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اسمیں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین ومتاخرین جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے" الخ۔
(ص ۲۱)

حالانکہ انہوں نے جو نظریات عرس' انعقاد محفل میلاد اور روح نبوی کا ان مجالس مولود میں حاضر ہونے وغیرہ کے پیش کئے ہیں' ان کے رد میں اکابر علمائے دیوبند کتابیں شائع کر چکے ہیں' تو کیا مولانا عزیز الرحمان صاحب کے نزدیک یہ اکابر علما دیوبند جمہور اہل سنت والجماعت میں شامل نہیں ہیں۔

۲ :——— مولانا مکی مالکی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی محبت کو اہل سنت کی اور ان کے ساتھ بغض کو اہل بدعت کی نشانی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک مولانا احمد رضا خان صاحب معیار حق ہیں اور مولانا احمد رضا صاحب اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔

قول فیصل

ہم دیوبندی بریلوی تنازع کو بڑھانا نہیں چاہتے لیکن جب کوئی مسئلہ درپیش

آئے گا تو اس کو ہم اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے مطابق حل کریں گے۔ ہم ان حضرات اکابر علما دیوبند کو' حضرات خاندان ولی اللّٰہی کے بعد مذہباً اہل سنت والجماعت کا ترجمان اور وارث تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات دو کشتیوں میں پاؤں نہ لٹکائیں۔ حق واضح ہے ہم آپ حضرات کو اس وقت تک سابق دیوبندی قرار دیتے رہیں گے جب تک کہ آپ مولانا مکی مالکی موصوف کی کتاب "مفاہیم" اور "حول الا حتفال بالمولد النبوی الشریف" سے صاف طور پر برات کا اعلان نہیں کرتے۔ وما علینا الا البلاغ۔ خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ شعبان ۱۴۱۵ھ"

(ماہنامہ حق چاریار فروری ۱۹۹۵ء)

(۲)

فضیلۃ الشیخ ملک عبدالحفیظ مکی کا خط :

"مخدوم مکرم و محترم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رزقکم اللہ وایانا

محبتہ ورضوانہ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' وبعد : کچھ دنوں قبل لندن پہنچا تھا' وہاں کچھ دوستوں نے رسالہ "بینات" محرم الحرام ۱۴۲۶ھ کا دکھایا جس میں آں مخدوم کا مضمون بعنوان "کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں" دیکھا پڑھا' اس کتاب اور اس کے مصنف سے متعلق کافی کچھ معلومات چونکہ اس سیاہ کار کے ذہن میں ہیں۔ آنجناب کا مضمون چونکہ کئی جگہ ایسا رخ اختیار کرگیا ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھا (اس سیاہ کار کے خیال میں) اور وجہ اس کی بظاہر صحیح معلومات کی عدم دستیابی ہے۔ اس لئے خیر خواہی کے طور پر یہ سوچا کہ آں مخدوم کی وسیع النظری اور وسعت صدری وکریمانہ اخلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضرور یہ چیزیں

خدمت عالی میں عرض کردوں ویسے یہ سیاہ کار بھی ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا ہے کہ جھگڑوں میں نہ پڑے اور جو آپ نے اس بارے میں فرمایا ہے' آج کل کے حالات کے بارے' میں پورا پورا اس کا موید ہے۔ مگر یہاں چونکہ مشکل یہ پڑگئی کہ بظاہر یہ معلومات شائد کسی اور ذریعے سے آں مخدوم تک نہ پہنچ سکتیں اس لئے جلدی میں بے ترتیبی سے ہی سہی چند ملاحظات نمبروار عرض کروں گا۔ آنجناب اپنی عالی حوصلگی وقوی استعداد سے ان شاء اللہ خود ہی اس کا منشاو مقصد حاصل کرلیں گے۔

۱ : ------- آں مخدوم نے کئی جگہ پہلے دوسرے اور تیسرے خط میں یہ اظہار فرمایا ہے کہ (جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے مولف کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے لکھ دی ہیں.... الخ) حالانکہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ چونکہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں بھی اس سیاہ کار کو یہ اندازہ ہوا تھا کہ ان کو بھی بعض لوگوں نے اسکے خلاف مختلف انداز سے ابھارا اور یہی تاثر دیا تو انہوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب مدظلہ کے خلاف باقاعدہ بعض حضرات کو خط لکھا جس کا اس سیاہ کار کو بہت افسوس ہوا۔ مگر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کو اس سیاہ کار نے معذور جانا کہ انہیں صحیح معلومات نہیں تھیں اور لوگوں نے غلط انداز سے بھڑکایا۔ لہٰذا حضرت کی خدمت میں اس سیاہ کار نے اس بارے میں مفصل عریضہ تحریر کیا جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ اس عریضے کے ساتھ ارسال ہے آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اس عریضے کو ضرور اہتمام سے پڑھ لیں تاکہ تقریظات کے بارے میں حقیقت حال واضح ہوجائے۔

۲ : ------ پہلے خط میں جو آنجناب نے آخیر میں لکھا ہے کہ (اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے

بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک "حسن ظن" ہے کہ بہت سے دوسرے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا۔۔۔الخ) یہ سب کچھ آں مخدوم نے لکھ دیا۔۔۔یا للعجب۔۔۔۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ مقرظین میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا سید حامد میاں، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب، اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مد ظلہم العالی جیسے حضرات ہیں۔ یہ سیاہ کار اس پر کیا تبصرے کرے؟۔۔۔۔۔بہرحال آنجناب جو کہ مجسمہ تواضع ہیں طبیعت مبارکہ کے لحاظ سے ایسے جملے ایسے حضرات کے بارے میں باعث حیرت و تعجب ہیں اس لئے یہ شبہ پڑتا ہے کہ کسی نے آنجناب کو بھی اس بارے میں گرمانہ دیا ہو ورنہ ایسے کیوں لکھا جاتا؟ واللہ اعلم۔ لندن میں ایک صاحب علم و تحقیق نے آں مخدوم کا مضمون پڑھ کر ازخود اس سیاہ کار سے فرمایا مسکراتے ہوئے (ایسا لگتا ہے کہ کسی نے حضرت مولانا لدھیانوی کو بھڑکایا اور ان سے یہ مضمون لکھوایا ہے) واللہ اعلم۔

۳ :۔۔۔۔۔ آں مخدوم نے دوسرے خط کے دوسرے صفحہ پر "اکابر کا مسلک و مشرب" کا ذکر بھی فرمایا ہے اس رسالے کا تازہ ایڈیشن بھی یہ سیاہ کار بھجوا رہا ہے جس میں اس نابکار کا مفصل مقدمہ بھی ہے، اور وہ اسی غرض سے ارسال ہے کہ جیسے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کی خدمت میں بھی عرض کیا ہے اسی طرح آں مخدوم کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ اسے بغور و اہتمام ملاحظہ فرمایا جائے اور مقدمہ یا اصل رسالہ میں جو اصلاحات آپ تجویز فرمادیں گے ان شاء اللہ ان پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ مقصود رسالہ کے خلاف نہ ہو۔ یہ بات حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب سے بھی طے ہو چکی ہے وہ بھی بالکل تیار ہیں کہ جو اصلاح و ردوبدل فرمادیں گے ان شاء اللہ کردیا جائے گا بشرطیکہ رسالہ کا مقصد فوت نہ ہو، اس سے متعلق اصلاحات کے

بارے میں چاہے اس سیاہ کار کو مطلع فرمادیا جائے اور چاہے حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب کو راولپنڈی۔

۴ : ــــــــ آں مخدوم نے دوسرے اور تیسرے خط میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ سید محمد علوی مالکی سے بیعت ہو گئے ہیں' تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق تو سید محمد علوی مالکی کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے۔ اس سیاہ کار نے ایک دفعہ صراحتًا ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں کسی کو بیعت نہیں کرتا' البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت وخلافت دی ہے اور یہ آنجناب کے علم میں ہو گا کہ حضرت صوفی صاحب کو کئی مشائخ نے حضرت کے بعد اجازت مرحمت فرمائی' اس سیاہ کار کے علم کے مطابق ان میں حضرت مولانا محمد میاں' حضرت مولانا فقیر محمد' اور ایک نقشبندی بزرگ جو کہ غالبًا ڈیرہ غازی خان میں تھے' اسی طرح ایک اور جگہ سے بھی غالبًا ہوئی ہے اور تصوف کے لحاظ سے اس میں بظاہر کوئی حرج بھی نہیں۔ جیسا کہ خود آں مخدوم کو حضرت اقدس ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب قدس سرہ نے اجازت مرحمت فرمائی' اسی طرح اور حضرات کو کئی اور حضرات نے۔

۵ : ــــــــ حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب کے ایک مرید نے آں مخدوم کو جو خط لکھا اس میں انہوں نے نوٹ دیا کہ "یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے" اور اس کو من وعن آں مخدوم نے مان کر یہ بھی بے چارے سید محمد علوی مالکی کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حالانکہ اس سیاہ کار کے یقینی علم کے مطابق سید محمد علوی مالکی تبلیغی کام اور تبلیغی اکابرین سے قلبی تعلق رکھتے ہیں اور خود وہ سعودی حضرات مکہ مکرمہ' جدہ ومدینہ منورہ والے جو چشتی

سے تبلیغی کام میں لگے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ ان کی مجلس میں پابندی واہتمام سے آتے ہیں بلکہ سید محمد علوی صاحب کے ہاں سبقاً سبقاً اور درساً درساً "حیاۃ الصحابہ" پڑھائی جاتی ہے جسے سید صاحب طلبہ کو خود پڑھاتے ہیں۔

بہرحال حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب مدظلہم العالی کے متعلق یہ الزام کہ وہ تبلیغ کے خلاف ذہن بناتے ہیں اس سیاہ کار کے خیال میں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ چونکہ رائے ونڈ والوں نے حضرت شیخ قدس سرہ کے انتقال کے فوراً بعد تبلیغی نصاب سے "فضائل درود شریف" کو نکال دیا تھا اور جب ان سے محاسبہ کیا گیا تو ان میں سے ایک صاحب نے غلط بیانیوں سے پر ایک خط لکھا' جس کے جواب میں ان کی غلط بیانیاں واضح کی گئیں اور یہ کہ یہ کام تبلیغی اصول کے بھی خلاف ہے.....الخ' چونکہ ایسے عناصر کی مخالفت ہو گئی ہو گی اس لئے اس مرید نے یہ سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب مدظلہ نے نفس تبلیغی کام کی مخالفت کی ہے۔ حالانکہ یہ سیاہ کار جانتا ہے کہ حضرت مولانا کے کتنے ہی مریدین اگر کہا جائے کہ ان کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مریدین تبلیغی جماعت میں اہتمام سے لگے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا خود انکا تعارف کئی بار اس سیاہ کار سے کروا چکے ہیں' کئی ان میں سے اپنے اپنے محلوں اور علاقوں کے امیر وذمہ دار ہیں۔ یہ سیاہ کار یہ سب چیزیں خود دیکھ چکا ہے تو کیسے یقین کر لیا جائے اس الزام کا۔ ہاں البتہ وہ بات برحق ہے کہ بعض ایسے افراد وعناصر کی ضرور مخالفت کرتے ہوں گے اور کی ہو گی جنہوں نے فضائل درود شریف نکالا یا اور کوئی بے اصولی کی ہو اور اس طرح کی تنقید وافراد کی مخالفت جماعت کی مخالفت تو نہیں ہوتی وحاشاہ ان یکون ذلک اور حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب تو حضرت شیخ قدس سرہ کے عاشق صادق ہیں ان سے کیسے ایسی توقع کی جا سکتی ہے؟ نعوذ باللہ۔

۶ : ______ آخری اور اہم بات یہ کہ آنجناب نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

صاحب مدظلہ کے "حق چار یار" میں مضمون کی وجہ سے یہ طے کرلیا کہ "سید محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں" اھ۔

اس بارے میں یہ سیاہ کار اپنی معلومات آں مخدوم کی خدمت میں بھی اور آپ کے توسط سے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں (پھر اس کے بعد ان شاء اللہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات ودلائل پر بھی کچھ عرض کروں گا) :

عرض ہے کہ سید محمد علوی مالکی جن کی پیدائش غالباً ۱۳۶۴ھ یا ۱۳۶۵ھ کی ہے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے سادات حسنی خاندان ہے دسیوں پشتوں سے ان کے ہاں علم کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ علمی لحاظ سے نہایت وجیہہ خاندان ہے۔ ان کے والد سید علوی بن عباس مالکی مرحوم کے ہمارے تمام اکابر سے تعلقات تھے اور ہمارے اکابر کے بہت زیادہ مداح تھے۔ بچپن سے یہ سیاہ کار خود دیکھ رہا ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں ان کا ہمیشہ آنا جانا رہتا تھا ہمارے آقا حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں جب تک حیات رہے ہمیشہ بہت ہی محبت و تعلق سے آتے رہے طرفین سے عجیب مودت ومحبت کا معاملہ ہوتا مرحوم سید علوی صاحب کی طرف سے بہت ہی زیادہ حضرت کا اکرام ہوتا۔ بالکل حضرت کے شایان شان۔ اسی طرح حضرت مولانا خیر محمد صاحب بہاولپوری مکی کے ہاں بھی ان سید علوی مالکی صاحب کی ہمیشہ آمد ورفت رہتی تھی۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا ان کے ہاں ہمیشہ جانا اور ان کا بہت اہتمام سے ان کے ہاں آنا۔ ایک دفعہ یہ سیہ کار بھی حضرت مولانا کے ساتھ سید صاحب مرحوم کے ہاں تھا تو سید صاحب نے حضرت مولانا سعید صاحب کے بہت محبت سے ہاتھ پکڑے اور سب لوگوں کو (حاضرین کو) مخاطب کرکے فرمایا "اشہدوا انی احب ھذا الرجل" کئی بار

جوش وجذبہ میں یہ جملے دہرائے۔ اسی طرح جو بھی اپنے اکابر ہند وپاک سے مکہ مکرمہ جاتے سب ہی سے تعلق ومحبت کا معاملہ فرماتے' اسی وجہ سے جب ان کے بیٹے یہ سید محمد علوی مالکی "مصنف مفاہیم" تعلیم سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے ان کو دارالعلوم دیو بند تکمیل تعلیم کے لئے بھیجا اور جیسا کہ (سید محمد علوی صاحب نے اس سیاہ کار کو خود سنایا کہ وہ چھ ماہ تک دارالعلوم دیو بند میں مقیم حضرت مولانا معراج الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مہمانی ونگرانی میں رہے اور سب اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب اور حضرت مولانا فخر الحسن وغیرہ سے استفادہ کیا' مگر وہاں طبیعت سخت خراب ہوگئی جس کی وجہ سے رہنا مشکل ہوگیا اور مجبوراً حسرت سے رخصت لے کر پاکستان سے ہوتے ہوئے واپس مکہ مکرمہ چلے گئے اور پھر جامعہ الازہر سے پی ایچ ڈی کیا۔

خود ان سید محمد علوی مالکی کا حال یہ ہے کہ بہت محبت سے اپنے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے قصے سناتے ہیں بلکہ جب رابطہ کی طرف سے ندوۃ العلما کے پچاس سالہ جشن میں گئے تو اسکے بعد خاص طور سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم وہاں کے اکابر سے ملنے واستفادہ کرنے کے لئے گئے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب اور حضرت بنوری قدس سرہ سے بہت زیادہ تعلق تھا اور ہے' ہمیشہ ان کے تذکرے کرتے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب نے اپنی تقریظ میں اس تعلق کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جب حضرت بنوری ختم نبوت کی تحریک سے قبل حرمین شریفین آئے تو اس وقت اس سیاہ کار نے خود دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کئی روز تک لگاتار سید محمد علوی مالکی بڑے اہتمام سے حضرت بنوری قدس سرہ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

اسی طرح جتنے بھی اکابر علما دیوبند ہند وپاک سے حرمین میں آتے سید محمد علوی کا

معمول ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ رہا ہمارے حضرت شیخ کے ساتھ ان کا تعلق تو وہ تو بیان سے باہر ہے ہمیشہ اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے حضرت شیخ کو اپنے والد کی جگہ جانا بلکہ "ابی" کہہ کے ہی مخاطب کرتے۔ جب بھی حضرت کی خدمت میں آتے (اور اکثر آتے ہی رہتے تھے) ہمیشہ پہلے حضرت شیخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے پھر کبھی کندھے کو بوسہ دیتے پھر ماتھے پہ بوسہ دیتے پھر کبھی گھٹنوں کو اور کبھی پاؤں کو بھی بوسہ دے دیتے اور حضرت اس پر محبت و شفقت سے ان کو لپٹا لیتے حضرت شیخ ان سے بہت بے تکلف رہتے اور مزاح بھی فرماتے بالکل جیسے اپنے خواص کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے تقریباً تمامی خدام اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت نے ہمیشہ سید محمد علوی مالکی کے ساتھ باپ کی طرح معاملہ فرمایا اور انھوں نے بیٹے کی طرح۔ حضرت ہی کی نسبت سے انہیں اس سیاہ کار او دیگر حضرت کے خدام و متعلقین سے نہایت زیادہ انس و محبت ہے۔ ان کے اسباق میں ہمیشہ موقع بموقع اکابر علماء حرمین و سلف صالحین کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر کا بھی تذکرہ آتا رہتا ہے' اسی ذیل میں ایک واقعہ سناتا جاؤں کہ کئی سال قبل مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ سید محمد مالکی علوی صاحب سے وقت لے لیں ہم نے ملاقات کرنی ہے اور چونکہ وقت تھوڑا ہے اس لئے مختصر ملاقات ہوگی۔ میں نے وقت لے لیا مغرب سے عشا تک۔ یہ حضرات یعنی مولانا آزاد صاحب اور ان کے ساتھی مولانا حنیف جالندھری' مولانا عبد القوی ملتان اور مولانا ضیاء القاسمی عین مغرب کے قریب آئے۔ چائے کے بعد مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے فرمایا کہ آزاد صاحب فرمارہے ہیں کہ سید محمد علوی سے ملنے جاتا ہے' اور میرا دل تو نہیں چاہ رہا چونکہ سنا ہے کہ وہ بریلوی ہے اس کے ہاں مولود ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ بریلوی دیوبندی جھگڑا ہند وپاک کا ہے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ عرب نہ کوئی پکا

دیوبندی ہوتا ہے نہ بریلوی۔ البتہ اگر آپ مولود شریف کی مجلس ان کے ہاں ہونے کی وجہ سے انہیں بریلوی کہتے ہیں یا جس نے آپ کو بتایا ہے تو یہ تو بڑی مشکل پڑجائے گی کیوں کہ مولود تو عربوں میں عام ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں' شیخ محمد علی صابونی جن کی کتابیں مختصر تفسیر وغیرہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھائی جاتی ہیں ان کے ہاں بھی مولود ہوتا ہے' اور شیخ زینی دحلان و شیخ سید برزنجی جن کی اسانید حدیث ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے لی ہیں' ان کے ہاں بھی ہوتا تھا اور خود سید الطائفہ مکہ مکرمہ میں شرکت فرماتے تھے اور خود حضرت امام ربانی گنگوہی قدس سرہ کو مکہ مکرمہ کے مولود پر اشکال نہیں تھا۔ ہندوستان میں وہاں کے حالات کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔۔۔ الخ' اس طرح کی بات کی اور یہ صاف کہہ دیا کہ دیکھئے بہرحال سید محمد علوی مالکی میری معلومات یقینیہ کے مطابق بریلوی تو قطعاً نہیں ہیں البتہ کٹر دیوبندی بھی نہیں ہیں البتہ انہیں ہمارے حضرات اکابر واصاغر سے خوب تعلق ہے۔ اگر شرح صدر سے جانا چاہیں تو بسم اللہ' ورنہ میں فون کر کے معذرت کرلیتا ہوں کہ یہ حضرات نہیں آرہے۔ انہوں نے آخر طے کیا کہ نہیں' چلتے ہیں' چلنے میں کیا حرج ہے۔ لہٰذا گئے۔ وہاں پہنچے مغرب کو تقریباً آدھا گھنٹہ ہوچکا تھا سید محمد علوی صاحب ہمارے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ غالباً حدیث شریف ہی کا درس تھا' ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے اعلان کردیا کہ سبق ختم' چونکہ مہمان حضرات آگئے ہیں' طلبہ نے جو کہ تیس چالیس غالباً ہوں گے تپائیاں اٹھانی شروع کردیں۔

اور ہم لوگوں نے آگے بڑھ کر باری باری مصافحہ شروع کیا سب سے پہلے سید عبد القادر آزاد صاحب کا تعارف ہوا پھر مولانا محمد حنیف جالندھری کا جس پر خیر المدارس کا بھی تذکرہ آیا اور ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور حضرت اقدس تھانوی کا بھی۔ پھر آخیر میں مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے مصافحہ کیا جب اس سیاہ کار

نے ان کا نام بتایا تو سید صاحب نے فرمایا "القاسمی نسبة الی من؟" تو عرض کیا کہ "الی قاسم العلوم مدرسة فی ملتان" تو سید صاحب نے فرمایا "والمدرسة نسبة الی الشیخ محمد قاسم النانوتوی الیس ھکذا؟" تو ہم نے کہا کہ "نعم" تو جھٹ سید صاحب نے اپنے ایک شاگرد کو جو تپائی اٹھارہا تھا پوچھا "تذکر الشیخ محمد قاسم النانوتوی این ذکرناہ الیوم فی الدرس؟" تو طالب علم نے تپائی دوسرے کو پکڑا کر کہا کہ "نعم..." اور پھر تفصیل بتائی کہ فلاں مسئلہ چھڑا تھا تو آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے بتائی تھی اور اس پر اعتراض اور پھر اس اعتراض کا جواب یہ ساری بات ہورہی تھی اور سید صاحب نے مولانا قاسمی کا ہاتھ محبت سے پکڑا ہوا تھا چھوڑا نہیں۔ سید صاحب نے پوچھا طالب علم سے کہ اور کن کن علما ومشائخ ہند کا ہم نے اس بحث میں تذکرہ کیا تو انہوں نے حضرت انور شاہ صاحب اور حضرت بنوری کا بھی نام لیا تو اس پر پھڑک کر مولانا ضیاء القاسمی نے اپنے انداز میں ہاتھ لہرا کر فرمایا "واہ قاسم نانوتوی تیرے ڈنکے کے تے مدینے"۔

سید صاحب نے قاسمی صاحب کا جوش دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ کیا کہا انہوں نے؟ تو میں نے ٹالا کہ "انہوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے" تو سید صاحب اڑ گئے کہ انہیں ان کے جوش والے جملے کا لفظی ترجمہ کرکے بتائیں۔ تو اس سیاہ کار نے اس کا حرفاً حرفاً ترجمہ کردیا۔ تو اس پر سید صاحب سنجیدہ ہوگئے اور جوش میں فرمایا کہ " نعم، کیف لا وھو الامام الکبیر المجاھد العظیم الذی جمع بین العلم والعمل والجھاد والرد علی النصاری والھندوس...الخ" بہت کچھ تقریباً دو چار منٹ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی ہی سیرت مبارکہ، ان کے کارنامے، ان کے علوم ومعارف کو ہی بیان کرتے رہے۔ جس کا رد عمل یہ ہوا کہ جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا ضیاء القاسمی صاحب مصر ہوئے کہ سید صاحب انہیں کوئی ہدیہ دیں اور انہوں

نے اپنے سبز رداء جو کندھوں پر تھا (غالباً) وہی ان کو پیش فرمادیا۔

بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جس کے گواہ سب کے سب زندہ سلامت ہیں ان سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ چونکہ اس وقت سعودی عرب وخلیجی ممالک میں جو ایک فکری وعقایدی معرکہ برپا ہے اسمیں اگر سلفی حضرات کے بڑے شیخ بن باز ہیں تو اہل حق وجمہور اہل سنت کے بڑے سید محمد علوی مالکی ہی لوگوں کی نظروں میں شمار ہوتے ہیں اس وجہ سے بریلوی حضرات کی یہ پوری کوشش ہے کہ وہ سید محمد علوی مالکی کو بریلوی ثابت کردیں اس لئے بعض جگہ غلط بیانیاں بھی ہورہی ہیں اور کہیں مبالغہ بھی (جیسے کہ آخیر میں یہ سیاہ کار ثابت کرے گا) لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ خود سید محمد علوی مالکی صاحب اپنے آپ کو کس پلڑے میں ڈالتے ہیں۔ اس سیاہ کار کی یقینی وحتمی معلومات کے مطابق وہ اکابر دیوبند کی طرف مائل ہیں اور اسی پلڑے میں اپنا وزن ڈالتے ہیں، موقع بموقع اور جگہ جگہ اس کا اظہار کرتے ہیں، خود اسی تقاریظ کے مسئلے میں دیکھیے کہ انہوں نے صرف علماء دیوبند ہی کی تقاریظ لی ہیں یہ نہ کہا جائے کہ بریلوی علما کی تقاریظ شاید اس لئے نہ لی ہوں کہ "یہ نجدی سلفی علما کے مخالف مشہور ہیں تو اس سے فائدہ نہ اٹھاسکتے" چونکہ انہوں نے عرب کے کئی ملکوں کے ایسے علما کی تقاریظ لی ہیں جو کہ بریلویوں ہی کی طرح ان حضرات نجدی سلفی علما کے کٹر مخالف سمجھے جاتے ہیں۔

بلکہ اس سیاہ کار کی قطعی رائے ہے کہ انہوں نے قصداً وعمداً ایسا کیا ہے تاکہ عملاً وہ اکابر علماء اہل سنت وجماعت (دیوبند) ہی کے پلڑے میں پڑیں۔ اس کی تائید میں عرض کروں کہ حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب کی تقریظ میں جو یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں :

"فقد راینا دائما شیخنا الامام القطب
محمد زکریا الکاندھلوی المدنی قدس اللہ سرہ
یحبہ حبا شدیدا ویعتبرہ کاحد ابنائہ وھو
ایضا من اعظم المحبین لشیخنا فی حیاتہ
وبعد مماتہ کما انہ عظیم المحبۃ والتقدیر
لمشایخہ ومشایخنا الذین استفاد من علومھم
وفاضت علیہ برکاتھم کامام العصر المحدث
الجلیل السید محمد یوسف البنوری الحسینی
والامام المحدث الکبیر السید فخر الدین
المراد آبادی شیخ الحدیث بدار العلوم دیوبند
والامام المفتی محمد شفیع الدیوبندی المفتی
الاعظم لباکستان والامام الداعیۃ المحدث
الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی وامثالھم
قدس اللہ سرھم والارواح جنود مجندۃ ما
تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا
اختلف"۔اھ

توجب یہ جملے سید صاحب نے تقریظ میں پڑھے تو ہمارے سامنے تقریظ والے ورق کو محبت وعقیدت سے اپنے سر پر رکھا اور یہ الفاظ فرمائے "نعم علی الراس والعین" تو بتایئے ایسے کوئی بریلوی کرسکتا ہے' ہاں یہ ضرور ہے کہ چونکہ یہ دیوبندی، بریلوی جھگڑا ہند وپاک کا ہے انہیں ان زیادتیوں کی خبر نہیں جو بریلوی حضرات نے اکابر دیوبند کے ساتھ کی ہیں اس لئے علماء عرب کے علم میں بریلویوں کے بارے میں وہ

حساسیت (الرجک) بھی نہیں جو عام طور پر دیوبندیوں میں ہوتی ہے' اور یہ ایک طبعی امر ہے اس لئے جب کوئی بریلوی عالم ان کے ہاں جاتا ہے تو وہ حضرات نقاء قلب سے اس سے ملتے ہیں اور اگر وہ عقیدت و محبت کا اظہار بھی کرے اور ان کے فکری وعقایدی مخالفین کے ساتھ اپنی بدعقیدگی اور دشمنی کا کھل کر اظہار بھی کرے تو وہ ان سے کھل جاتے ہیں۔

ہر علاقے کے کچھ معروضی حالات ہوتے ہیں جن کے اثرات لازمی ہوتے ہیں' عرب علاقوں خصوصاً سعودیہ اور خلیجی علاقوں میں و مصروشام میں تین مسائل میں اختلافات چوٹی پر ہیں :

۱۔ سلفیت اور اس کے مقابل اشعریت وماتریدیت۔

۲۔ تقلید وعدم تقلید۔

۳۔ تصوف کی حقانیت اور انکار تصوف۔

خود ہمارا حال یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس سیاہ کار کے پاس مصروشام وعرب کا آتا ہے تو حکمت عملی سے ان تینوں چیزوں کے بارے میں تحقیق کرتا ہوں کہ وہ ہمارا موافق ہے یا مخالف؟ تو جب کوئی ان تینوں امور میں ہمارے اکابر کے موافق ہوتا ہے تو اگر ایسا شخص اجازت حدیث وغیرہ مانگتا ہے تو دے دیتا ہوں اور ایسوں سے بے تکلفی ہوجاتی ہے۔ اب اگر کوئی مصروشام وغیرہ ان ملکوں میں ان کا کوئی مقامی جھگڑا یا اختلافات ہوں اور ان میں سے کسی میں کوئی گمراہی ہونی بھی ممکن ہے تو یہ سیاہ کار معذور ہوگا کہ اس سے لاعلم تھا' اسی طرح وہاں کے علماحرمین شریفین کا عموماً حال ہے' گو اب بہت سی باتیں کھل کر سامنے آرہی ہیں۔ سید محمد علوی مالکی کے بارے میں یہ سیاہ کار اپنی یقینی معلومات کے مطابق عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے اکابر کے بہت ہی قریب اور انتہائی محب وچاہنے والے اور ان کے علم وبزرگی کے نہایت اعلیٰ درجے کے مداح'

اور ان کے دین و معرفت میں قرب خداوندی میں اعلی المراتب پر فائز ہونے کے مقر و معترف ہیں۔ دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ ان کو علم ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ یہ اختلافات ختم ہونے چاہئیں اور ان حضرات (بریلویوں) کی طرف سے اکابر دیوبند کی تکفیر کا انہیں علم ہے جس کی وجہ سے اس امر کی شدید اور پر زور مذمت کرتے ہیں اور اس پر شدید ترین نکیر کرتے ہیں' البتہ یہ چاہتے ہیں دل سے کہ اس وقت جب کہ عالمی کفر اسلام و مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے تو دیوبندی بریلوی اختلافات کو بھی ختم ہونا چاہئے۔ (یہ ان کی خواہش ہے جس کا وہ ہمیشہ اس سیاہ کار سے اظہار کرتے رہتے ہیں' گو اس کتاب مفاہیم میں یہ جذبہ کار فرما نہیں تھا) بلکہ یہ کتاب تو سلفی حضرات کی طرف سے جب تکفیر بازی کی گئی تو اس کے رد میں یہ لکھی گئی کہ تکفیر کرنی غلط ہے۔

اب یہ سیاہ کار حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے دلائل کی طرف آتا ہے جس سے انہوں نے سید محمد علوی مالکی کا بریلوی بلکہ "کٹر بریلوی" ہونا مستنبط فرمایا ہے۔ یہاں سفر میں یہ سیاہ کار اصل رسالہ "حق چار یار" کی طرف تو رجوع نہ کرسکا البتہ آنجناب نے جو "بینات" میں ان کا پورا مضمون اس امر سے متعلق نقل فرمایا ہے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے اور اسی لئے "بینات" ہی کے صفحات وسطور کے حوالے ہوں گے۔

دعویٰ نمبر ۱: بینات ص ۴۸ سطر ۱۹ پر ہے کہ "آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔۔۔الخ"۔

یہ تو دعویٰ ہے جناب مفتی محمد خان صاحب قادری کا ماہنامہ "جہان رضا" میں مگر اس دعویٰ کی دلیل جو چند سطروں کے بعد دی گئی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے "بینات" ص ۴۸ سطر ۲۳' جو بلفظہ یہ ہے :

"خود مولانا مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں
نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ
جن کی عمر سو سال سے زائد ہے مولانا ضیاء الدین قادری
ہیں۔۔۔۔الخ"اھ

تو قصہ اجازت طریق وخلافت کا نہیں ہے بلکہ اجازت حدیث کا ہے' اور اس سے کوئی کسی کا خلیفہ نہیں بنتا بلکہ اجازت حدیث کے لئے معتقد ہونا اور ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہونا کچھ بھی ضروری نہیں ہے جیسا کہ اہل فن سے مخفی نہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ تو باطل ہو گیا کہ سید محمد علوی مالکی صاحب مولانا ضیاء الدین قادری مدنی کے خلیفہ ہیں۔

دوسرا دعویٰ : ـــــ ملاحظہ ہو بینات ص ۵۰ سطر ۲۴ :

"بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں حضور مفتی اعظم
علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج
وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے علما ومشائخ کو
خلافت واجازت سے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام
سلاسل کی اجازت عطا فرمائی"۔

اس سیاہ کار کی رائے یہاں بھی یہی ہے کہ یا تو یہ بھی اجازت حدیث ہے جس کو خلافت وطریقت پر محمول کیا گیا ہے' پھر یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے اسکی بھی کچھ خبر نہیں اور کیا نوعیت ہوئی؟ بہر حال دعوے کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی گئی۔

بہر حال تیسرے دعوے ودلیل کو ملاحظہ فرمایئے اور بریلویوں کی غفلت اور ہمارے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی سادگی بھی ملاحظہ ہو :

تیسرا دعویٰ : ---------بینات ص۵۱ سطر ۸ اور اسی طرح ص۵۳ سطر ۸ پر اور ص۴۹ سطر ۱۵ پر یہ ہے کہ :

"مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم ڈھاکہ حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی۔ مفتی سعد اللہ مکی کے ایما پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور فردا فردا سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی' شربت پلایا گیا' قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

"سیدی علامہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعے جانتے ہیں وہ اہل سنت کے علامہ تھے ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سی بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"۔اھ

اسی طرح ص ۵۱ اور ص۴۹ پر ہے مگر دیکھئے ص ۵۲ پر بعینہ یہی قصہ جب ڈاکٹر محمد سعود احمد صاحب "الدولتہ المکیہ" کے افتتاحیہ میں نقل فرماتے ہیں تو ذرا تحقیقی انداز سے اس کا سن بھی درج فرماتے ہیں تو لکھتے ہیں بلفظہ بینات ص ۵۲ سطر ۶ ملاحظہ ہو :

"آیئے مولانا غلام مصطفیٰ مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راجشاہی

بنگلہ دیش کی زبانی سنئے' ۲۷ ۱۳ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی مالکی (مکہ معظمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے.... الخ" اھ

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حاضری ۲۷ ۱۳ھ میں ہوئی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ممکن ہے کہ سہو ہوگیا ہو اور یہ حاضری ۱۹۷۲ عیسوی سن میں ہوئی ہو' اس لئے کہ جس سفرنامہ سے یہ حکایت نقل کی جارہی ہے وہ ۱۹۰۶ء میں چھپا ہے جیسا کہ اسی بینات ص ۵۲ سطر ۱۱ پر مذکور ہے۔

اب آیئے دیکھئے ۲۷ ۱۳ھ میں سید محمد علوی مالکی کی عمر شریف مشکل سے آٹھ سال کی ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں مذکورہ وفد ان سے ملنے نہیں آیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وفد ان کے والد بزرگوار سید علوی بن عباس مالکی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے آیا ہوگا اور انہوں نے حرمین شریفین کے عام علما و اشراف کے طریقہ پر جیسے ہر مہمان خصوصاً اگر علما ہوں تو ان کا بھی اکرام شربت وقہوہ سے کیا' البتہ جو عبارت نقل کی گئی وہ "اگر ثابت ہوجائے" اور اسمیں بھی مبالغہ نہ ہو تو اسی پر محمول کی جائے گی کہ اس سے مراد انہی مذکورہ تین مسائل "سلفیت' تقلید' تصوف" کی بنا پر' بر بنائے مخاصمت سلفیوں غالیوں کے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں نہ کہ بمقابل اکابر دیوبند۔ چونکہ ۲۷ ۱۳ھ یعنی آج سے تقریباً چوالیس سال پہلے علما نجد وہابیین سلفیین اور علما حجاز اہل سنت وجماعت کا آپس میں اختلاف بہت زوروں پر نہایت گرم تھا۔ دیکھئے "الشہاب الثاقب" میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے قلم مبارک سے اس کا کچھ نمونہ مل جائے گا۔

بہرحال یہ ملاقات جو کہ سید محمد علوی کی طرف منسوب کی گئی اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بھی اس کے دھوکے میں آگئے اور اس کی بنا پر سید محمد علوی

پر کٹر بریلویت کا الزام لگاتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق "حق واضح" قرار دیتے ہیں یہ صاف صاف ثابت ہوگیا کہ نہ ملاقات ہمارے ان سید محمد علوی سے ہوئی اور نہ ہی وہ عبارت انہوں نے کہی۔

اس لئے اس سیاہ کار کا یہ پختہ خیال ہے کہ جیسے پہلے دعویٰ میں خلافت مولانا ضیاء الدین سے قطعاً غلط ہے وہ صرف اجازت حدیث ہے اور یہ تیسرا دعویٰ بھی قطعاً غلط ہے۔ اسی طرح دوسرا دعویٰ بھی یا تو اجازت حدیث پر ہی محمول ہے اور یا وہ ان کے والد صاحب کا قصہ ہے ان کا نہیں۔ اور ہے بھی اس زمانے کا جب سارے امور مخفی تھے اور وہ تین امور جو اوپر اس سیاہ کار نے ذکر کئے ہیں کہ انہی کو اصل سب سمجھتے ہیں چونکہ سید علوی کو پتہ چلا ہوگا کہ یہ لوگ (بریلوی) ۱۔ غالی سلفی نہیں اشعری ماتریدی ہیں' ۲۔ حنفی کٹر ہیں' ۳۔ تصوف کو مانتے ہیں بلکہ قادری ہیں تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہم ان کو اہل سنت سمجھتے ہیں یقین کرتے ہیں اور یہ سب کچھ بمقابل سلفی منکرین تصوف تقلید کے نہ کہ بمقابلہ اکابر دیوبند کے چونکہ سید علوی مالکی مرحوم کی زندگی بھی ساری ہمارے سامنے ہے کہ ہمارے اکابر کے ہمیشہ مداح ومعترف واکرام وتعظیم میں ہمیشہ مبالغہ کرنے والے رہے خود اپنے بیٹے کو دارالعلوم دیوبند بھیجا تو کیسے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے مقابلہ علماء دیوبند کہی ہوگی۔

یہ کچھ معلومات ہیں جو عرض کردی گئیں۔ آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اسے خالی الذہن ہوکر ماحول سے متاثر ہوئے بغیر پڑھیں اور ارشاد ربانی:

"یآیہا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین"

کو ملحوظ رکھا جائے مزید کسی استیضاح کی ضرورت سمجھیں تو یہ سیاہ کار حاضر ہے' البتہ

جو کچھ غلط بنا پر لکھا گیا گزارش ہے کہ احسن انداز سے اس کا تدارک ضرور فرمالیا جائے۔ یہی آں مخدوم سے امید ہے۔

وزادکم اللہ توفیقا لمحابہ وقربا لدیہ بفضلہ

وکرمہ آمین والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عبد الحفیظ۔ لندن

۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء"

راقم الحروف کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی :

بخدمت عالی قدر مخدوم و معظم جناب الشیخ المحترم مولانا عبد الحفیظ مکی' حفظہ اللہ'

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

کرامت نامہ بسلسلہ "اصلاح مفاہیم" جناب محترم حافظ صغیر احمد زید لطفہ کے ذریعہ موصول ہوا تھا' اور لندن سے واپسی پر اس کی نقل مولوی محمد رفیق میمن کے ہاتھ بھی موصول ہوئی' جواب لکھنے بیٹھا تو ہجوم مشاغل نے آدبوچا' بقول صائب :

دیدن یک روئے آتشناک را صد دل کم است

من بیک دل عاشق صد آتشیں رخسارہ ام

بہرحال مختصراً عرض کرتا ہوں :

ا۔۲ : ــــــــ آنجناب نے پہلے اور دوسرے نمبر میں حصول تقریظات کی تفصیل (بحوالہ خط بنام مولانا عاشق الٰہی مدظلہ) درج فرمائی ہے' اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ

ان تقریظات کا مہیا ہونا دراصل آنجناب کی جدوجہد اور وجاہت وشہامت کی کرامت ہے :

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

قارئین کی سہولت کے لئے مناسب ہوگا کہ آنجناب کے مکتوب بنام مولانا عاشق الٰہی مدظلہ کا وہ حصہ جس میں آپ نے حصول تقریظات کی تفصیل تحریر فرمائی ہیں' یہاں نقل کردیا جائے :

"......جس زمانے میں یہ سیاہ کار مدینہ منورہ میں مقیم تھا تو غالباً ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ کے کسی دن سید محمد علوی مالکی کا لندن سے فون آیا کہ میں کچھ دن کے لئے لندن آیا ہوا ہوں۔ حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کے ہاں دو روز دارالعلوم بری گزار کر آیا ہوں' انہوں نے جزاہ اللہ خیرا میری بہت خاطرمدارات کی بڑا جلسہ بھی کرایا جس میں ہزاروں کا مجمع ہوا وغیرہ وغیرہ..... پھر یہ بھی بتایا کہ میں نے اپنی کتاب "مفاہیم یجب ان تصحح" کا ایک نسخہ بھی انہیں ہدیہ دیا جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور خصوصاً جو عالم اسلام کے مختلف علما کرام نے تقاریظ لکھی ہیں ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تو میں نے کہا کہ گویا یہ اجماع ہے علما اسلام کا نجدیوں کے غلط عقائد ونظریات کے خلاف جس پر حضرت مولانا یوسف متالا نے ہنس کر کہا مگر اس میں ایک کمی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں علما اہل السنت والجماعۃ دیوبندی حضرات

کی تقاریظ نہیں اور ان کے بغیر اجماع نہیں ہو سکتا چونکہ ایک عالم ان کے علم کا لوہا مانتا ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ یہ آپ نے سچ کہا اور میں اب فوراً اس کی کوشش کروں گا۔ کچھ اور تفصیل بھی اس ذیل کی بتائی اور پھر یہ کہا کہ میں ابھی تو فوراً انڈونیشیا سنگاپور وغیرہ جارہاہوں غالباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد فلاں فلاں تاریخوں میں چار پانچ دن میرے پاس ہیں اگر تم بھی ان تاریخوں میں فارغ ہو تو میں سنگار پور سے کراچی آجاؤں گا اور کراچی سے لاہور اکٹھے چلیں گے چونکہ مجھے تقاریظ میں زیادہ اہمیت ایک تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی کی ان کے علم کی وجہ سے اور دوسرے مولانا سید عبد القادر آزاد کی ان کی سیاسی وجاہت کی بنا پر۔ میں (عبد الحفیظ) نے ان سے وعدہ کرلیا کہ آپ احتیاطاً ایک ہفتہ اس تاریخ سے قبل مجھے فون کریں تاکہ بات پکی ہونے پر ان شاء اللہ پاکستان پہنچ جاؤں گا۔

لہذا ایک ہفتہ قبل ان کا فون آگیا اور متعین تاریخ سے ایک روز قبل یہ سیاہ کار کراچی پہنچ گیا۔ معہد الخلیل میں حضرت مولانا یحییٰ مدنی مدظلہ کے ہاں مہمان رہے۔ وہاں سے میں نے سید محمد علوی مالکی سے کہا کہ یہاں کراچی میں ہمارے تین بڑے علمی مراکز ہیں (دارالعلوم، فاروقیہ، بنوری ٹاؤن) ان کی بھی اگر تقاریظ لے لیں تو بہتر ہوگا، تو انہوں نے اس کو مناسب جانا لہذا رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب تو وہاں نہیں ہیں البتہ دونوں جگہ وقت طے کرکے ہم دونوں مع حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے گئے۔ دونوں جگہ کے حضرات نے نہایت محبت و اکرام کا معاملہ

فرمایا اور دونوں نے یہ مناسب سمجھا کہ کتاب ہمیں دے دی جائے جب آپ پنجاب سے واپس آویں گے تو ہم اچھی طرح مطالعہ کرکے تقریظ لکھ دیں گے۔ سید صاحب اس پر راضی ہوگئے اور ہم لاہور روانہ ہوگئے وہاں ہم رات کو پہنچے حضرت حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ حضرات لینے آئے ہوئے تھے۔ مطار لاہور پر حضرت حافظ صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی تو اگلے دن کسی سفر پر جارہے ہیں لہٰذا مطار لاہور سے سیدھا حضرت مولانا کاندھلوی کے گھر ہی گئے۔ وہ منتظر تھے کہ انہیں خبر کردی گئی تھی۔ مل کر بہت خوش ہوئے اور جب سید صاحب نے مقصود بتایا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ ابھی تو مجھے کتاب دیدیں رات کو انشاء اللہ مطالعہ کرلوں گا اور صبح آپ میرے ہاں ناشتہ کریں اسی وقت تقریظ بھی دے دوں گا۔ صبح ہم لوگ ناشتہ کے لئے پہنچے تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بہت ہی زیادہ اس کتاب پر خوشی کا اظہار فرمایا وہاں کے بعض نجدیوں کے غلو کے کچھ لطیفے بھی سنائے اور کتاب کو بہت سراہا۔ پھر اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی تقریظ مرحمت فرمائی جس کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں :

"وفی الحقیقة ان هذا الکتاب یحتوی علی موضوع مبتکر ومضامین عالیة تحتاج الیه العلماء والطلاب وفیه من حسن ذوق المؤلف وعلو فکرته ما تحل به المغلقات فی موضوعات کثیرة فی اصول الدین ولا شک ان

هذا الكتاب كشف الحجاب عن نكات مستورة وبعيدة عن انظار العلماء فجزاه الله احسن الجزاء واسبغ عليه من نعمه الظاهرة وباطنة نسال الله تعالٰى ان يمنع المسلمين وخاصة اهل العلم به ويعلوه دائما فی مشارق الارض ومغاربها"۔

یہ الفاظ اپنے قلم مبارک سے شیخ الحدیث علامہ جلیل حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی قدس سرہ نے لکھے ہیں اور خوشی و مسرت کے اس بارے میں جو آثار ان کے چہرے مبارک پر تھے وہ بیان سے باہر ہیں اور بہت ہی محبت و شفقت اور اکرام واعزاز کا معاملہ سید محمد علوی صاحب سے کیا جس سے سید صاحب بہت محجوب بھی ہوئے پھر حضرت مولانا عبید اللہ اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی کے ہاں دارالاہتمام میں گئے انہوں نے بھی بہت زیادہ اعزاز واکرام فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ دکھایا اور دونوں حضرات نے حضرت کاندھلوی کی تقریظ کی تائید وتصدیق کی۔ پھر یہاں سے مولانا سید عبد القادر آزاد صاحب سے وعدہ تھا وہاں گئے انہوں نے جب حضرت کاندھلوی کی تقریظ دیکھی تو بہت خوش ہوئے اس وقت مولانا آزاد صاحب نے اپنے کچھ رفقا وعلما کو بھی مدعو کر رکھا تھا جن میں حضرت شاہ نفیس صاحب' مولانا عبد الغنی صاحب' مولانا علی اصغر صاحب' اور مولانا عبد الواحد صاحب بھی تھے۔ مولانا آزاد صاحب نے

سید صاحب کو پیشکش کی کہ جن الفاظ میں آپ چاہیں ہم تقریظ لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جب ہمارے علمی پیشوا حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے پوری رات مطالعہ کے بعد اس کتاب پر یہ تقریظ لکھ دی ہے تو پھر جو چاہیں اس کے بارے میں ہم سے لکھوالیں مگر سید صاحب نے کہاکہ نہیں جس طرح آپ لوگ مناسب سمجھیں لکھ دیں پھر سب نے مشورہ سے ایک مختصر جامع مضمون تیار کیا جسے اسی وقت ہاتھوں ہاتھ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمادیا جس کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں :

"بانني اصالة عن نفسي ونيابة عن مجلس علماء باكستان واعضائه المنتشرين بفضل الله في كل مدنية من مدن باكستان وخارجها والذى يضم نحو عشرين الف عالم لقد اطلعنا على كتاب مفاهيم يجب ان تصحح الذى صنفه فضيلة العلامة السيد الشريف محمد بن السيد علوى مالكى المكى فوجدناه يحتوى على ما عليه اهل السنة والجماعة سلفا وخلفا وقد اجاد فيه وافاد بالادلة القرآنية والحديثية ونرجو من الله سبحانه وتعالٰى ان يجمع كلمة المسلمين على الحق المبين ونحن معه فى جهاده فى الدعوة الى الله ونصرة اهل

الحق اھل السنۃ والجماعۃ...الخ"

مولانا سید عبد القادر آزاد صاحب نے تقریظ پر دستخط کئے اور اوپر مذکورہ بالا چاروں حضرات نے اس پر تائید وتصدیق فرمائی......"۔

نیز یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس ناکارہ نے تقریظات کے بارے میں جو بات محض ظن وتخمین سے کہی تھی وہ بڑی حد تک صحیح نکلی' چنانچہ جناب نے مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہ کی تقریظ کا حوالہ دیا ہے' یہ اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزری' مگر اب البلاغ (ربیع الاول ۲۶ اگست ۸۵ء) میں شائع ہوچکی ہے' اس کی تمہید سے واضح ہے کہ یکسوئی کے ساتھ کتاب کو دیکھنے کا موقع ان کو نہیں ملا' یہ ان کی ذہانت ودقیقہ رسی تھی کہ انہوں نے ایک شب کے طائرانہ مطالعہ میں بھی کتاب کے اصلاح طلب چند پہلوؤں کی نشاندہی کردی' ورنہ ان کے لحات فرصت میں اس کی گنجائش نہیں تھی اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ البلاغ ۱۴۰۶ھ میں شائع شدہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی تقریظ مع ترجمہ اور اس کے ملاحظات بھی یہاں نقل کردیئے جائیں۔

وہ لکھتے ہیں :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ محمد علوی مالکی کی عربی کتاب "مفاھیم یجب ان تصحح" آج کل بعض علمی حلقوں میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے' بالخصوص اس کے اردو ترجمے کی اشاعت کے بعد یہ بحث شدت اختیار کرگئی ہے' اس بحث کے دوران یہ حوالہ بھی دیا جارہا ہے کہ احقر نے اس کتاب پر کوئی تقریظ لکھی تھی' اس بنا پر صورت حال کی وضاحت کے لئے درج ذیل تحریر شائع کی

جاری ہے:

"اس کتاب کے مصنف شیخ محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ کے ایک ممتاز و مشہور عالم شیخ سید علوی مالکیؒ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے والد سے اکابر علماء دیوبند مثلاً احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہم اللہ کے تعلقات رہے ہیں، اور انہی تعلقات کی بنا پر ان کے صاحبزادے محمد علوی مالکی علوم دین کی تحصیل کے لئے کچھ مدت پاکستان میں رہے، اور احقر کے والد ماجدؒ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحبؒ سے تلمذ اور استفادے کا شرف حاصل کیا۔ اس زمانے میں ان سے احقر کی بھی ملاقاتیں رہیں، لیکن ان کے واپس سعودی عرب جانے کے بعد مدتوں ان سے کوئی رابطہ نہ ہوا۔

اب سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ اچانک ان کا فون آیا کہ میں کراچی میں ہوں، اور انڈونیشیا سے سعودی عرب جاتے ہوئے صرف آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے لئے کراچی میں ٹھہرا ہوں، اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ دارالعلوم تشریف لائے، ان کے ساتھ محترم مولانا ملک عبد الحفیظ صاحب بھی تھے۔ اس وقت انہوں نے ذکر کیا کہ نجد کے علما جن مسائل میں غیر ضروری تشدد کرتے ہیں، ان کی وضاحت کے لئے انہوں نے "مفاھیم یجب ان تصحح" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کتاب پر برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد

رفیع صاحب مدظلہم اور احقر تقریظ لکھے۔ اتفاق سے اس وقت میں انتہائی مصروف تھا اور ایک دن بعد ایک سفر پر جانے والا تھا۔ احقر نے عذر کیا کہ اس مختصر وقت میں کتاب کو پڑھنا اور تقریظ لکھنا میرے لئے مشکل ہوگا' اس پر انہوں نے عالم عرب اور پاکستان کے بعض علما کی تقریظات دکھائیں جن میں کتاب کی بڑی تعریف کی گئی تھی' ان کا کہنا تھا کہ آپ ان تحریروں میں سے کسی پر دستخط کر سکتے ہیں' یا ان کی بنیاد پر چند تائیدی سطریں لکھ سکتے ہیں جس کے لئے زیادہ وقت درکار نہ ہوگا۔

اس کے جواب میں احقر نے عرض کیا کہ اگرچہ یہ حضرات علما احقر کے لئے قابل احترام ہیں لیکن تقریظ ایک امانت ہے' اور کتاب کو دیکھے بغیر اس کے بارے میں کوئی مثبت رائے ظاہر کرنا میرے لئے جائز نہیں۔ انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا' لیکن ساتھ ہی یہ اصرار بھی فرمایا کہ میں کسی نہ کسی طرح کتاب پر نظر ڈال کر اس پر ضرور کچھ لکھوں۔

وقت کی تنگی کے باوجود میں نے ان کے اصرار کی تعمیل میں کتاب کے اہم مباحث کا مطالعہ کیا' اس مطالعے کے دوران جہاں مجھے ان کی بہت سی باتیں درست اور قابل تعریف معلوم ہوئیں' وہیں بعض امور قابل اعتراض بھی نظر آئے' اس لئے میں نے انہیں فون کیا کہ میں کتاب کی کلی تائید و تقریظ سے قاصر ہوں۔ کیونکہ اس میں بعض امور ایسے موجود ہیں جو قابل اعتراض ہیں۔ فاضل مولف نے مجھ سے کہا کہ میں وہ قابل اعتراض امور بھی اپنی

تقریظ میں شامل کردوں۔ احقر نے پھر یہ درخواست کی کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میری تحریر پوری شائع کی جائے اور اس میں کوئی حصہ چھوڑا نہ جائے۔ انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا۔ اسکے بعد میں نے ایک تحریر لکھی جس میں کتاب کے قابل تعریف اور قابل اعتراض دونوں پہلوؤں کی ممکنہ حد تک وضاحت کی کوشش کی۔ میرے برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی کتاب کے متعلقہ حصوں کو دیکھنے کے بعد اس تحریر سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر دستخط فرمائے' اور یہ تحریر مولف کے حوالے کردی گئی۔

اسکے بعد مجھے اس بات کا انتظار رہا کہ کتاب کے نئے ایڈیشن میں یہ تحریر شائع ہو' لیکن باوجود یہ کہ کتاب کے کئی ایڈیشن اب تک نکل چکے ہیں' غالباً اس کے کسی ایڈیشن میں میری یہ تحریر شامل نہیں کی گئی۔

اب جب کہ بعض حضرات نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرکے اسے پاکستان میں شائع کیا تو میرے بارے میں بعض جگہ یہ حوالہ بھی دیا گیا کہ ہم نے بھی اس کتاب پر تقریظ لکھی تھی۔ اس لئے عزیز گرامی قدر مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب سلمہ نے ضرورت محسوس کی کہ ہماری اس تحریر کا اردو ترجمہ شائع کردیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہوسکے کہ ہماری تحریر میں کیا بات لکھی گئی تھی۔

چنانچہ انہوں نے ہماری اس عربی تحریر کا سلیس اور واضح

ترجمہ کیا ہے جو ذیل میں پیش کیا جارہا ہے' اس کے ساتھ ہی شروع میں اہل علم کے لئے اصل عربی تحریر کا متن بھی شائع کیا جارہا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ جب میں نے یہ تحریر لکھی تھی تو کتاب عربی میں شائع ہورہی تھی' اور اس کے مخاطب اہل علم تھے' اس لئے کتاب کے اچھے یا برے پہلوؤں کی طرف مختصر اشارہ کرکے کتاب میں اس تحریر کی اشاعت میں ہم نے کوئی حرج نہیں سمجھا۔ لیکن چونکہ کتاب کے قابل اعتراض پہلو عوام کے لئے مضر اور مغالطہ انگیز ہوسکتے تھے اس لئے ہماری رائے میں اس کے اردو ترجے کی اشاعت مناسب نہیں تھی۔ لہٰذا اس تحریر کے اردو ترجے کو کتاب کے اردو ترجے پر تقریظ ہرگز نہ سمجھا جائے۔ اور نہ تقریظ کی حیثیت میں اسے شائع کرنے کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اصل عربی تحریر مصروفیت اور عجلت کی حالت میں لکھی گئی تھی جس میں اشارے کافی سمجھے گئے۔ کتاب کے ہر ہر جزء پر تبصرہ اس وقت پیش نظر نہیں تھا' لہٰذا یہ بات خارج از امکان نہیں کہ جن باتوں پر اس تحریر میں تنقید کی گئی ہے' کتاب میں اس کے علاوہ بھی قابل تنقید حصے موجود ہوں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ الموفق۔

محمد تقی عثمانی

۵ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

==========================

بسم الله الرحمٰن الرحيم

"تقريظ على كتاب "مفاهيم يجب ان تصحح"

الحمد لله رب العالمين' والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد النبى الامين' وعلى آله واصحابه اجمعين' وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

وبعد فقد طلب منا الاخ الكريم فضيلة العلامة المحقق الشيخ السيد محمد علوى المالكى' حفظه الله ورعاه' ان اتقدم اليه برايه فى كتابه "مفاهيم يجب ان تصحح" وما ذلك الا من تواضعه فى الله' ومحبته للعلم وطلابه' وطلبه للحق والصواب' فانه من اسرة علمية نبيلة هى اجل من ان تحتاج الى تقريظ مثلنا لمولفاتها' وان والده رحمه الله تعالٰى معروف فى عالم الاسلام بعلمه وفضله' وورعه وتقواه' وانه بفضل الله تعالٰى خير خلف لخير سلف' ولكننا نتشرف بكتابة هذه السطور امتثالا بامره' ورجاء لدعواته' وابداء لما اخذنا من

السرور والاعجاب باكثر مباحثه' وما سنح لنا من الملاحظات فی بعضها۔

ان الموضوعات التی تناولها المولف بالبحث فی هذا الکتاب موضوعات خطیرة ظهر فیها من الافراط والتفریط ما فرق کلمة المسلمین' وآثار الخلاف والشقاق بینهم بما یتألم له کل قلب مؤمن' وقلما یوجد فی هذه المسائل من ینقحها باعتدال واتزان' ویضع کل شی فی محله' سالکا مسلک الانصاف' محترزا عن الافراط والتفریط۔

وان کثیرا من مثل هذه المسائل مسائل فرعیة نظریة لیست مدارا للایمان' ولا فاصلة بین الاسلام والکفر' بل وان بعضها لا یسئل عنها فی القبر' ولا فی الحشر' ولا عند الحساب' ولو لم یعلمها الرجل طول حیاته لم ینقص ذلک فی دینه ولا ایمانه حبة خردل' مثل حقیقة الحیاة البرزخیة وکیفیتها' وما الی ذلک من المسائل النظریة والفلسفیة البحتة' ولکن من المؤسف جدا انه لما کثر حولها النقاش وطال الجدال' اصبحت هذه المسائل کانها من المقاصد الدینیة الاصلیة' او من

عقائد الاسلام الاساسية فجعل بعض الناس
يتشدد فی امثال هذه المسائل فيرمی من
يخالف رايه بالكفر والشرک والضلال وان
هذه العقلية الضيقة ربما تتسامح وتتغاضی
عن التيارات الهدامة التی تهجم اليوم علی
اصول الاسلام واساسه ولكنها تتحمس لهذه
الابحاث النظرية الفرعية اكثر من حماسها
ضد الالحاد الصريح والاباحية المطلقة
والخلاعة المكشوفة والمنكرات المستوردة
من الكفار والاجانب۔

لقد تحدث اخونا العلامة السيد محمد
علوی المالكی حفظه الله عن هذه العقلية
بكلام موفق واثبت ان من يومن بكل ما علم
من الدين بالضرورة فانه لايجوز تكفيره
لاختياره بعض الآراء التی وقع فيها الخلاف
بين علماء المسلمين قديما۔

ثم تحدث عن بعض هذه المسائل الفرعية
التی وقع فيها الخلاف بين المسلمين وطعن
من اجلها بعضهم بعضا بالتكفير والتضليل
مثل مسئلة التوسل فی الدعاء والسفر لزيارة
قبر النبی صلی الله عليه وسلم والتبرک بآثار

الانبياء والصحابة والصالحين' وحقيقة النبوة والبشرية والحياة البرزخية' وان الموقف الذى اختاره فى هذه المسائل موقف سليم موىد بالدلائل الباهرة من الكتاب والسنة' وتعامل الصحابة والتابعين والسلف الصالحين' وقد اثبت بادلة واضحة واسلوب رصين' ان من يجيز التوسل فى الدعاء' او التبرك بآثار الانبياء والصلحاء' او يسافر لزيارة روضة الرسول صلى الله عليه وسلم ويعتقده من اعظم القربات' او يومن بحياة الانبياء فى قبورهم حياة برزخية تفوق الحياة البرزخية الحاصلة لمن سواهم' فانه لا يقترف اثما فضلا عن ان يرتكب شركا او كفرا' فان كل ذلك ثابت بادلة من القرآن والسنة' وتعامل السلف الصالح واقوال جمهور العلماء الراسخين فى كل زمان۔

وكذلك تحدث المؤلف عن الاشاعرة ومسلكهم فى تأويل الصفات' لاشك ان الموقف الاسلم فى هذا هو ما عبر عنه المحدثون بقولهم" : امروها بلا كيف" ولكن التاويل اتجاه ادى اليه اجتهاد الاشاعرة

حفاظا على التنزيه' ومعارضة للتشبيه' وما اداهم الى ذلک الا شدة تمسکهم بعقيدة التوحيد' وصيانتها عن شوائب التجسيم' وقد نحا هذا المنحى کثير من فطاحل العلماء المتقدمين الذين لا ينکر فضلهم الا جاهل او مکابر' فکيف يجوز رمى هولاء الاشاعرة بالکفر والضلال' واخراجهم من دائرة اهل السنة' واقامتهم فى صف المعتزلة والجهمية' اعاذنا الله من ذلک۔

وما احسن ما قاله اخونا المؤلف فى هذا الصدد :

"افما کان يکفى ان يقول المعارض : انهم رحمهم الله اجتهدوا فاخطاوا فى تاويل الصفات' وکان الاولى ان لا يسلکوا هذا المسلک' بدل ان ترميهم بالزيغ والضلال' ونغضب على من عدهم من اهل السنة والجماعة"۔ (ص ٣٩)

وان هذا المنهج للتفکير الذى سلکه المؤلف سلمه الله فى امثال هذه المسائل' لمنهج عادل لو اختاره المسلمون فى خلافاتهم الفرعية بکل سعة فى القلب ورحابة

فی الصدر' لانحلت كثیر من العقد' وفشلت كثیر من الجهود التی یبذلها الاعداء فی التفریق بین المسلمین۔

ثم لا بد من ذکر الملاحظات التی سنحت لنا خلال مطالعة هذا الکتاب' ولا منشا لها الا اداء' واجب الود' والنصح للّه' وامتثال امر المولف نفسه' وهی کالتالی :

ا: ــــــان المباحث التی تکلم عنها المولف حفظه اللّه' مباحث خطیرة قد اصبحت حساسة للغایة' ووقع فیها من الافراط والتفریط ما وقع' وان ترمیم ناحیة ربما یفسد الناحیة الاخرٰی والترکیز علی جهة واحدة قد یفوت حق الجهة الثانیة' فالمطلوب من المتکلم فی هذه المسائل ان یاخذ باحتیاط بالغ' ورعایة للجانبین' ویکون علی حذر ممن یستغل عباراته لغیر حق۔

وبما ان هذا الکتاب متجه الی رد الغلو فی تکفیر المسلمین ورمیهم بالشرک من اجل تعظیمهم ومحبتهم للرسول الکریم صلی اللّه علیه وسلم' او الاولیاء والصلحاء' فمن

الطبیعی ان لا یکون فیہ رد مبسوط علی من یغلو فی ھذا التعظیم غلوا نھی عنہ الکتاب والسنۃ وعلماء الشریعۃ فی کل زمان ومکان، ومع ذلک، کان من الواجب فیما اری، نظرا الی خطورۃ الموضوع، ان یکون فیہ المام بھذہ الناحیۃ ایضا، فیرد فیہ، ولوبا یجاز، علی من یجاوز الحد فی ھذا التعظیم بما یجعلہ موھما للشرک علی الاقل۔

۲: ـــــوجدنا فی بعض مواضع الکتاب اجمالا فی بعض المسائل المھمۃ ربما یخطی، بعض الناس فھمہ، فیستدلون بذلک علی خلاف المقصود، ویستغلونہ لتایید بعض النظریات الفاسدۃ، ومنھا مسئلۃ "علم الغیب" فان المولف حفظہ اللّٰہ تعالٰی مر علیھا مرا سریعا، فذکر ان علم الغیب للّٰہ سبحانہ وتعالٰی، ثم اعقبہ بقولہ :"وقد ثبت ان اللّٰہ تعالٰی علم نبیہ من الغیب ما علمہ، واعطاہ ما اعطاہ" وھذا کلام حق ارید بہ انباء الغیب الکثیرۃ التی اوحاھا اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی الی نبیہ الکریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ولکن من الناس من

لا يكتفى بنسبة هذه الانباء اليه صلى الله عليه وسلمؐ بل يصرح بكونه عليه السلام عالم الغيبؐ علما محيطا بجميع ما كان وما يكون الى قيام الساعةؐ فنخشى ان يكون هذا الاجمال موهما الى هذه النظرية التى طال رد جمهور علماء اهل السنة عليها۔

٣: ــــــوكذلك قال المولف فى نبينا الكريم صلى الله عليه وسلم" : فانه حى الدارين دائم العناية بامتهؐ منصرف باذن الله فى شؤنها خبير باحوالها تعرض عليه صلوات المصلين عليه من امته ويبلغه سلامهم على كثرتهم"۔(ص ٩) والظاهر انه لم يرد من التصرف التصرف الكلى المطلقؐ ولا من كونه "خبيرا باحوالها" العلم المحيط التام بجميع الجزئياتؐ فان ذلک باطل ليس من عقائد اهل السنةؐ وانما اراد بعض التصرفات الجزئية الثابتة بالنصوصؐ كما يظهر من تمثيله بعرض الصلوات والسلام عليهؐ واجابته عليهاؐ ولكن نخشى ان يكون التعبير موهما لخلاف المقصودؐ ومتمسكا لبعض المغالين فى الجانب الآخر۔

۳: ـــــلقد احسن المولف، كما سبقت الاشارة منا الى ذلك، فى تاكيده على الاحتياط اللازم فى امر تكفير مسلم، فلا يكفر مسلم مادام يوجد لكلامه محمل صحيح، او محمل لا يوجب التكفير على الاقل، ولكن التكفير شيى، ومنع الرجل من استعمال الكلمات الباطلة او الموهمة شيى آخر، والاحتياط فى التكفير الكف عنه ما وجد منه مندوحة، ولكن الاحتياط فى الامر الثانى هو المنع من مثل هذه الكلمات بتاتا۔

ومن ذلك قول المولف :"فالقائل : يا نبيَّ الله اشفنى واقض دينى، لو فرض ان احدا قال هذا، فانما يريد اشفع لى فى الشفاء، وادع لى بقضاء دينى، وتوجه الى الله فى شانى، فهم ما طلبوا منه الا ما اقدرهم الله عليه وملكهم اياه من الدعاء والتشفع، فالاسناد فى كلام الناس من المجاز العقلى"۔ (ص۸۵) وهذا تاويل حسن للتخلص من التكفير، وهو من قبيل احسان الظن بالمومنين، ولكن حسن الظن هذا انما يتاتى فيمن لا يرفض تاويل كلامه بذلك، اما من لا يرضى بهذا التاويل بنفسه، كما هو واقع

من بعض الناس، فیما اعلم، فکیف یؤول کلامه بما لا یرضیٰ به هو؟

وبالتالی، فان هذا التاویل وان کان کافیا للکف عن تکفیر القائل، ولکنه هل یشجّع علی استعمال هذه الکلمات؟ کلا! بل یمنع من ذلک تحرزا من الابهام والتشبه علی الاقل، کما نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن استعمال لفظ "عبدی" للرقیق لکونه موهما،

فالواجب عندی علی من یلتمس التاویل لهؤلاء القائلین ان یصرح بمنعهم عن ذلک، لئلا یشجعهم تاویله علی استعمال الکلمات الموهمة، فان من یرعی حول الحمیٰ اوشک ان یقع فیه، ومثل ذلک یقال فی کل توسل بصورة نداء، وباطلاق "مفرج الکربات" و "قاضی الحاجات" علی غیر اللّٰه سبحانه وتعالیٰ۔

٥: ـــــقد ذکر المؤلف حفظه اللّٰه ان البدعة علی قسمین : حسنة وسیئة، فینکر علی الثانی دون الاول، وان هذا التقسیم صحیح بالنسبة للمعنی اللغوی لکلمة البدعة، وبهذا المعنی استعملها الفاروق الاعظم رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

حین قال" : نعمت البدعة هذہ" واما البدعة
بمعنا ها الاصطلاحی' فلیست الا سیئة" وبھذا
المعنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :
"کل بدعة ضلالة"۔

۲: ـــــلقد کان المولف موفقا فی بیان
الخصائص النبویة حیث قال :"والانبیاء
صلوات اللہ علیھم وان کانوا من البشر یاکلون
ویشربون..... وتعتریھم العوارض التی تمر علی
البشر من ضعف وشیخوخة وموت' الا انھم
یمتازون بخصائص ویتصفون باوصاف عظیمة
جلیلة ھی بالنسبة لھم من الزم اللوازم الخ"۔
(ص۳۷) ثم ذکر عدة خصائص الانبیاء' ولا سیما
خصائص النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم
لئلا یزعم زاعم انہ علیہ السلام یساوی غیرہ
فی الصفات والاحوال' والعیاذ باللہ' والحق
ان خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم فوق ما
نستطیع ان نتصورہ ولکننا نعتقد ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اجل من ان نحتاج فی
اثبات خصائصہ الی الروایات الضعیفة' فان
خصائصہ الثابتة بالقرآن والسنة الصحیحة

اکثر عددا' واعلی منزلة' واقوی تاثیرا فی القلوب من الخصائص المذکورة فی بعض الروایات الضعیفة' مثل ما روی انه لم یکن له ظل فی شمس ولا قمر' فانه روایة ضعیفة عند جمهور العلماء والمحققین۔

۷: ـــــــیقول المولف سلمه الله تعالیٰ :"ان الاجتماع لاجل المولد النبوی الشریف ما هو الا امر عادی' ولیس من العبادة فی شیئ' وهذا ما نعتقده وندین الله تعالی به" ثم یقول :" ونحن ننادی بان تخصیص الاجتماع بلیلة واحدة دون غیرها هو الجفوة الکبری للرسول صلی الله علیه وسلم"۔

ولا شک ان ذکر النبی الکریم صلی الله علیه وسلم وبیان سیرته من اعظم البرکات وافضل السعادات اذا لم یتقید بیوم او تاریخ' ولا صحبه اعتقاد العبادة فی اجتماع یوم مخصوص بهیئة مخصوصة' فالاجتماع لذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذه الشروط جائز فی الاصل' لا یستحق الانکار ولا الملامة۔

ولکن هناک اتجاها آخر ذهب الیه کثیر

من العلماء المحققين المتورعين، وهو ان هذا الاجتماع، وان كان جائزا في نفس الامر، غير ان كثيرا من الناس يزعمون انه من العبادات المقصودة، او من الواجبات الدينية ويخصون له اياما معينة على ما يشوبه بعضهم باعتقادات واهية، واعمال غير مشروعة، ثم من الصعب على عامة الناس ان يراعوا الفروق الدقيقة بين العادة والعبادة.

فلو ذهب هؤلاء العلماء، نظرا اليه هذه الامور التي لا ينكر اهميتها، الى ان يمتنعوا من مثل هذه الاجتماعات رعاية لاصل سد الذرائع، وعلما بان درء المفاسد اولى من جلب المصالح فانهم متمسكون بدليل شرعي، فلا يستحقون انكارا ولا ملامة.

والسبيل في مثل هذه المسائل كا السبيل في المسائل المجتهد فيها، يعمل كل رجل ويفتي بما يراه صوابا ويدين الله عليه، ولا يفوق سهام الملامة الى المجتهد الآخر الذي يخالفه في رايه.

وبالجملة، فان فضيلة العلامة المحقق السيد محمد علوي المالكي حفظه الله تعالى

ونفع به الاسلام والمسلمين' على الرغم من بعض هذه الملاحظات' نقتح فى هذا الكتاب كثيرا من المسائل التى ساء عند بعض الناس فهمها' فاتى بمفاهيمها الحقيقة' وادلتها من الكتاب والسنة' فارجو ان يدرس كتابه بعين الانصاف' وروح التفاهم' لايعماس الجدل والمراء' واسال الله تعالىٰ ان يوفقنا نحن وجميع المسلمين ان نكون قائمين بالسقط شهداء لله ولو على انفسنا' انه تعالىٰ سميع قريب مجيب الداعين' وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين۔

مفتي محمد تقي عثماني   خادم طلبه بدار العلوم كراتشي

مفتي محمد رفيع عثماني   رئيس دارالعلوم كراتشي ١٤

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد النبی الامین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین!

برادر مکرم، علامہ محقق جناب شیخ السید محمد علوی مالکی، حفظہ اللہ ورعاہ، نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ ان کی کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" پر ہم اپنی رائے تقریظ کی صورت میں پیش کریں، وہ جس شریف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں،

اس کی بنا پر وہ اپنی تصانیف میں ہم جیسوں کی تقریظ سے بے نیاز ہیں، ان کے والدؒ اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی بدولت عالمِ اسلام میں معروف شخصیت کے حامل تھے اور خود مصنف بحمداللہ اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں۔ اس لئے ان کی یہ خواہش درحقیقت ان کی تواضع فی اللہ، علم اور طالبان علم سے ان کی محبت، اور ان کی طرف سے تلاش حق کی آئینہ دار ہے۔

بہرحال آئندہ سطور کی تحریر کا مقصد ان کی خواہش کی تکمیل بھی ہے اور ان کی دعاؤں کا حصول بھی، نیز جہاں اس تحریر کا مقصد اپنی مسرت کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ کتاب کے اکثر مباحث کو دیکھ کر ہمیں بہت مسرت ہوئی وہاں اس تحریر کے ذریعہ کتاب کے بعض مباحث کے بارے میں اپنا تبصرہ ظاہر کرنا بھی پیش نظر ہے۔

مؤلف نے اپنی کتاب میں جن مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے، بلاشبہ وہ نازک موضوعات ہیں، ان مباحث میں افراط وتفریط نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان میں اختلاف وافتراق کی فضا کو جنم دیا ہے، جس سے آج ہر مؤمن کا دل دکھا ہوا ہے، ان مباحث میں ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے، جو اعتدال اور توازن کے ساتھ ان مسائل کو پرکھیں، ہر بات کو اپنی صحیح جگہ پر رکھیں، اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے انصاف کا راستہ اختیار کریں۔

ان مسائل میں اکثر مسائل وہ ہیں جو فروعی بھی ہیں اور نظریاتی بھی، نہ ان پر ایمان کا دار و مدار ہے، نہ یہ مسائل

اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض مسائل تو وہ ہیں کہ ان کے بارے میں نہ قبر میں سوال ہوگا نہ حشر میں، نہ حساب و کتاب کے وقت ان کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ اگر کسی شخص کو عمر بھر ان مسائل کا علم نہ ہو تو نہ اس کے دین میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ اس کے ایمان میں رائی برابر فرق آتا ہے، جیسے مثلاً یہ مسئلہ کہ حیات برزخی کی کیا حقیقت اور اس کی کیا کیفیت ہے؟ اس جیسے مسائل محض نظریاتی اور فلسفیانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انہی جیسے مسائل میں جب بحثیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور طویل مناظرے کئے گئے تو یہی مسائل ''دین کے اصلی مقاصد'' یا ''اسلام کے بنیادی عقائد'' سمجھے جانے لگے اور کتنے ہی لوگ ان جیسے مسائل میں تشدد کی راہ اختیار کر کے اپنے مخالفین پر کفر، شرک اور گمراہی کے الزامات عائد کرنے لگے۔ بسا اوقات اس انتہا پسندانہ تنگ نظری کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ ان جیسے فروعی نظریاتی مسائل میں تو بہت پر جوش ہوتی ہے، مگر اسلام کے اساسی اصولوں پر حملہ آور ان قوتوں کے مقابلہ میں چشم پوشی سے کام لے کر ان سے صرف نظر کر لیتی ہے جو کھلی دہریت، مادر پدر آزادی اور کھلی عریانی کو پھیلانا، اور کفار و اغیار سے درآمد شدہ منکرات کو فروغ دینا چاہتی ہوں۔

برادرم جناب علامہ سید محمد علوی مالکی (حفظہ اللہ) نے اس ذہنیت کے بارے میں خاص توفیق کے ساتھ گفتگو کی ہے

اور یہ بات ثابت کی ہے کہ جو آدمی دین کی تمام ضروریات پر ایمان رکھتا ہو تو محض اس بنا پر اس کی تکفیر جائز نہیں کہ اس نے ان اختلافی مسائل میں کسی ایک جانب کی رائے کو اختیار کرلیا ہے، جن میں علمائے اسلام کے مابین شروع سے اختلاف رہا ہے۔

پھر مؤلف نے ان فروعی مسائل میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، جن میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اور کچھ لوگوں نے محض ان مسائل کی وجہ سے دوسروں کو کافر یا گمراہ قرار دیا۔ ان مسائل میں دعا میں وسیلہ کا جواز، نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کی اجازت، انبیاؑ کرامؑ، صحابہؓ اور صلحاؒ کی نشانیوں سے برکت حاصل کرنا، نبوت، بشریت اور حیات برزخی کی حقیقت میں اختلاف جیسے مسائل شامل ہیں۔

مؤلف نے ان جیسے مسائل میں جو درست موقف اختیار کرلیا وہ بلاشبہ قرآن و سنت کے روشن دلائل، اور صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کے تعامل سے ثابت ہے، مؤلف نے واضح دلائل اور قوی اسلوب کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ جو شخص دعا میں توسل کو جائز سمجھتا ہو، یا انبیاؑ اور صلحاؒ کی باقی ماندہ نشانیوں کو باعث برکت جانتا ہو، یا روضۂ اطہر کی زیارت کو باعث ثواب عظیم سمجھ کر اس کے لئے سفر کرتا ہو، یا انبیاؑ علیہم السلام کے لئے قبروں میں ایسی حیات برزخی پر ایمان جو دوسروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے تو ایسا شخص کسی گناہ کا بھی مرتکب نہیں چہ جائیکہ وہ شرک یا کفر میں مبتلا گردانا جائے، چونکہ یہ سب

باتیں قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہیں، سلف صالحین کا ان پر عمل رہا ہے، اور جمہور علمائے راسخین ہر زمانہ میں اس کے قائل رہے ہیں۔

اسی طرح مؤلف نے اشاعرہ اور ان کی جانب سے صفات باری تعالیٰ میں تاویل کے مسلک پر بھی گفتگو کی ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سب سے بہتر سلامتی کا موقف تو وہی ہے جسے محدثین نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا ہے: "امروھا بلا کیف" یعنی بلا کیفیت بیان کئے ان کے قائل رہو، لیکن بہرحال تاویل کا وہ مسلک جسے اشاعرہ نے تشبیہ کے بالمقابل تنزیہ باری تعالیٰ کے پیش نظر اجتہادی طور پر اختیار کیا ہے وہ بھی ایک جائز توجیہ ہے، جسے اشاعرہ نے محض عقیدہ توحید پر مکمل تمسک اور تجسیم کے شبہات سے بچنے کے لئے اختیار کیا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متقدمین میں سے بہت سے ایسے اکابر علمأ نے اس مسلک کو اختیار فرمایا ہے، جن کے علم وفضل سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو یا جاہل ہو، یا حقائق کا منکر، اس لئے ان اشاعرہ پر کفر وگمراہی کی تہمت لگانا یا انہیں اہل سنت کے دائرہ سے نکال کر معتزلہ اور جہمیہ کی صف میں لاکھڑا کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ أعاذنا اللّٰہ من ذالک

برادر مؤلف نے اس سلسلہ میں کتنی اچھی بات کہی ہے:

"کیا معترض کے لئے اتنا کافی نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ ان (علمأ اشاعرہ) نے اجتہاد کیا تھا، جس میں ان سے تاویل

صفات کے مسئلہ میں چوک ہوگئی، اور بہتر یہ تھا کہ وہ یہ راستہ اختیار نہ کرتے، بجائے اس کے کہ ہم ان پر کجی اور گمراہی کی تہمتیں لگائیں اور جو شخص انہیں اہل سنت والجماعت میں سے سمجھتا ہو اس پر غضبناک ہوں۔" (ص:۳۹)

ان جیسے مسائل میں مؤلف سلمہ اللہ نے جو فکری راستہ اختیار کیا ہے بلاشبہ وہ اعتدال کا راستہ ہے، جسے اگر مسلمان کشادہ قلبی اور وسعت صدر کے ساتھ اختیار کریں تو بہت سی الجھنیں دور ہوسکتی ہیں، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والی دشمن کی کوششوں پر پانی پھیرا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بعض ایسے امور بھی سامنے آئے جن کے بارے میں اپنا تبصرہ پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا مقصد بھی ادائیگی محبت، جذبہ خیرخواہی نیز مؤلف کے حکم کی اطاعت کے سوا کچھ اور نہیں ہے، وہ امور درج ذیل ہیں:

ا:......جن مباحث کے بارے میں مؤلف (حفظہ اللہ) نے گفتگو چھیڑی ہے، وہ مباحث نازک بھی ہیں اور انتہائی درجہ کے حساس بھی، ان مسائل میں افراط وتفریط کی بہت گرم بازاری ہوچکی ہے، ان مسائل میں کسی ایک جانب کی اصلاح بعض اوقات دوسری جانب میں فساد پیدا کردیتی ہے، اور کسی ایک جہت میں پوری توجہ مرکوز کرلینے سے بھی کبھی دوسری جہت کا حق بالکل ضائع ہوجاتا ہے، لہٰذا ان مسائل میں گفتگو کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ دونوں جانب کا پورا خیال رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط کو اپنائے تاکہ اس کی عبارات خلاف حق میں استعمال نہ

ہوسکیں۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ان لوگوں کے غلو پر رد کیا جائے جو عام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، یا ان لوگوں کو مشرک قرار دیتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ اور اولیاؒ وصلحاؒ کے ساتھ محبت و تعظیم کا معاملہ کرتے ہیں، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ کتاب میں ان دوسرے لوگوں پر تفصیلی رد موجود نہ ہو جو اس تعظیم کے اندر ایسے غلو میں مبتلا ہیں، جس سے کتاب وسنت نے بھی منع کیا ہے اور علمائے شریعت بھی ہر زمانے میں اور ہر جگہ اس پر رد کرتے آئے ہیں، مگر اس کے باوجود ہمارے خیال میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ بات ضروری تھی کہ اس جانب بھی توجہ دی جاتی اور چاہے مختصراً ہی سہی، مگر ان لوگوں پر ضرور رد کیا جاتا جو اس تعظیم میں ایسا غلو کرتے ہیں جو کم از کم موہم شرک ضرور ہو جاتا ہے۔

۲۔ ہم نے محسوس کیا کہ بعض اہم مسائل میں اتنے اجمال سے کام لیا گیا ہے کہ جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے اور وہ اس سے خلاف مقصود پر استدلال کرتے ہوئے (ان مجمل عبارات کو) اپنے فاسد نظریات کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک "علم غیب" کا مسئلہ ہے جس پر مولف۔ حفظہ اللہ۔ بہت تیزی سے گزر گئے ہیں۔ انہوں نے اتنا تو ذکر کیا کہ علم غیب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے (خاص) ہے مگر اس کے فوراً بعد لکھا:

"یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کا جو

حصہ سکھلایا تھا وہ سکھلایا اور جو دینا تھا وہ دیدیا۔"

(ص ۱۵)

یہ بات تو حق ہے جس سے مولف کی مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی انباء الغیب کی ایک بڑی تعداد عطا فرمائی۔ لیکن بعض لوگ ان انباء الغیب کی حضور ﷺ کی جانب اس نسبت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ صراحتاً یہ بات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عالم الغیب تھے اور انہیں قیامت تک کا جمیع ماکان وما یکون (جو کچھ ہوچکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم محیط حاصل تھا۔ ہمیں ڈر ہے کہ مولف کا یہ اجمال کہیں اس نظریہ کا وہم نہ پیدا کردے جس کی جمہور علما اہل سنت تردید کرتے چلے آئے ہیں۔

۳۔ اسی طرح مولف نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

"بے شک وہ دارین میں زندہ ہیں' اپنی امت کی طرف مسلسل متوجہ ہیں' امت کے معاملات میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں' امت کے احوال کی خبر رکھتے ہیں۔ آپ کی امت کے درود پڑھنے والوں کا درود آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور ان کی کثیر تعداد کے باوجود ان کا سلام آپ تک پہنچتا رہتا ہے"۔

(ص ۹۱)

ظاہر تو یہی ہے کہ تصرف سے مولف کی مراد تصرف تام' مطلق نہیں اور نہ امت کے احوال سے باخبر رہنے کا مطلب یہ ہے

کہ آپؐ کو تمام جزئیات کا علم محیط حاصل ہے۔ کیونکہ ایسا سمجھنا بالکل باطل بھی ہے اور اہل السنت والجماعت کے عقائد کے خلاف بھی۔ بظاہر مولف کی مراد یہ ہے کہ آپؐ کے لئے بعض جزئی تصرفات' نصوص سے ثابت ہیں جیسا کہ خود مولف نے مثال میں صلاۃ وسلام کا پیش ہونا اور آپؐ کا جواب دینا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ یہ تعبیر بھی خلاف مقصود کا وہم پیدا کرنے والی ہے اور دوسری جانب کے بعض غلو پسند افراد اس کو اپنا مستدل بنا سکتے ہیں۔

۳۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مولف نے یہ موقف بہتر اختیار کیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کی تکفیر میں پوری احتیاط لازم رکھی جائے اور جب تک کسی مسلمان کے کلام کا صحیح محمل ممکن ہو یا کم از کم اس کے کلام کا ایسا مطلب مراد لینا ممکن ہو جو اسے کفر سے بچاتا ہو حتی الامکان اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ لیکن (یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے) کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنا اور بات ہے اور مسلمان کو باطل کلمات یا موہم کلمات سے روکنا دوسرا معاملہ ہے' تکفیر میں تو احتیاط یہ ہے کہ جب تک ممکن ہوسکے تکفیر سے بچا جائے' لیکن دوسرے معاملہ میں احتیاط ہی یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال سے بالکلیہ روکا جائے۔

مولف نے اس سلسلے میں لکھا ہے :

" کہنے والے کا یہ کہنا کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفا دیدے اور میرے قرض ادا کردے' اگر فرض کرلیا جائے کہ کسی نے یہی کہا تو

بھی اس کی یہی مراد ہوگی کہ اے نبی آپؐ شفاء کے لئے سفارش فرمادیں اور میرے قرض کی ادائیگی کے لئے دعا فرمادیں اور میرے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ فرمائیں' تو انہوں نے حضور ﷺ سے صرف وہی چیز طلب کی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قدرت دی اور مالک بنایا ہے یعنی دعاء اور سفارش تو عوام کے کلام میں یہ اسناد مجاز عقلی کے قبیل سے ہے"۔ (ص ۹۵)

تکفیر سے بچنے کے لئے یہ اچھی تاویل ہے اور یہ مومنین کے ساتھ حسن ظن رکھنے پر مبنی ہے مگر یہ حسن ظن وہیں کام دے سکتا ہے جہاں قائل خود اپنے کلام کی اس تاویل کو رد نہ کرتا ہو لیکن اگر کوئی قائل اس تاویل کو بذات خود قبول نہ کرتا ہو۔ جیسا کہ ہمارے علم کے مطابق بعض حضرات کا یہی حال ہے تو پھر اس کے کلام کی وہ تاویل کیسے ممکن ہے جس پر وہ خود راضی نہیں۔

مزید برآں یہ تاویل اگر اس قائل کو تکفیر سے بچا بھی لے تو کیا ان جیسے کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں' بلکہ ان جیسے کلمات سے اس قائل کو روکا جائے تاکہ ایہام شرک اور مشرکین کے ساتھ تشبیہ کم ازکم پیدا نہ ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث شریف میں اپنے غلام کو "عبدی" کہنے سے صرف اس لئے منع فرمایا کہ یہ لفظ موہم تھا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ المصابیح ص ۴۰۷)

اس لئے ہمارے خیال کے مطابق جو شخص ان قائلین کے کلام میں تاویل کا خواہش مند ہو اس پر واجب ہے کہ وہ صراحتا

انہیں اس جیسے کلام سے روکے تاکہ موہم شرک کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی نہ ہو اس لئے کہ جو شخص حمی (سرکاری چراگاہ) کے گرد چراتا ہے اس کے حمی میں چلے جانے کا امکان بہت غالب ہے۔ (اشارۃ الی الحدیث الذی اخرجہ الشیخان وفیہ "ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام آکراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ' الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۱)

اسی طرح ہروہ توسل جس میں الفاظ ندا اختیار کئے جائیں یا غیراللہ کے لئے "مفرج مکروبات" یا "قاضی الحاجات" جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں اسی حکم میں داخل ہیں۔

۵۔ مولف (حفظہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ' دوسری قسم منکر ہے مگر پہلی نہیں۔ بدعت کے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ تقسیم صحیح ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے معروف قول "نعمت البدعۃ ھذہ" (رواہ البخاری۔ مشکوۃ المصابیح ص ۱۱۵) میں بدعت کو اسی لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔ لیکن بدعت اگر اپنے معنی اصطلاحی میں لی جائے تو وہ سیئہ ہی سیئہ ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل بدعۃ ضلالۃ" (رواہ مسلم' بمشکوۃ المصابیح ص ۲۷) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

۶۔ مولف نے بتوفیق خداوندی اپنی کتاب میں خصائص نبویہ

کا بھی ذکر کیا اور فرمایا :

"انبیائے کرام علیہم السلام اگرچہ انسانوں میں سے ہوتے ہیں، کھاتے اور پیتے ہیں...... اور ان پر بھی وہ تمام عوارض پیش آتے ہیں جو باقی انسانوں کو پیش آتے ہیں۔ کمزوری، بڑھاپا، موت وغیرہ، مگر وہ اپنی بعض خصوصیات کے ذریعہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور ان جلیل القدر عظیم الشان صفات کے حامل ہوتے ہیں جو ان کے حوالہ سے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں"۔ (ص ۴۷)

پھر مولف نے انبیائے کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کی خصوصیات ذکر فرمائیں تاکہ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ العیاذ باللہ حضور ﷺ صفات اور احوال میں دوسرے عام انسانوں کے برابر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خصوصیات ہمارے تصورات سے بھی کہیں بالاتر ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مبارک اس سے بالاتر ہے کہ ہم ضعیف روایات سے آپ کی خصوصیات ثابت کریں۔ اس لئے کہ قرآن کریم او احادیث صحیحہ سے آپ کی جو خصوصیات ثابت شدہ ہیں وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور فضیلت میں بھی، نیز قلوب انسانی میں ان کی تاثیر، روایات ضعیفہ سے ثابت ہونے والی خصوصیات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہے۔ مثلاً کتاب میں ذکر کردہ یہ روایت کہ آپ کا سایہ مبارک نہ تھا، جمہور علما اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۷۔ مولف سلمہ اللہ لکھتے ہیں :

"مولد نبوی شریف کے لئے اجتماعات عادت پر مبنی ایک معاملہ ہے اس کا عبادت سے کوئی تعلق نہیں، ہم اسی کا اعتقاد رکھتے ہیں اور فیما بیننا وبین اللہ اسی کے قائل ہیں"۔

پھر آگے لکھتے ہیں :

"ہم اعلان کرتے ہیں کہ صرف ایک رات کے ساتھ اجتماع کو مخصوص کرلینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی بے وفائی ہے۔ (ص ۲۲۵)"

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اور آپؐ کی سیرت مبارکہ کا بیان انتہائی بابرکت اور باعث سعادتِ عمل ہے جب کہ اسے کسی خاص دن یا خاص تاریخ کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، اور یہ بھی اعتقاد نہ ہو کہ کسی خاص دن میں کسی خاص ہیئت کے ساتھ اجتماع کرنا عبادت ہے۔ ان شروط کا لحاظ رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے لئے اجتماع فی نفسہ جائز ہے جو انکار یا ملامت کا مستحق نہیں۔

لیکن یہاں ایک اور نقطہ نظر ہے جسے محقق اور اہل تقویٰ علما کی ایک بڑی جماعت نے اختیار فرمایا اور وہ یہ کہ یہ اجتماع خواہ فی نفسہ جائز ہو لیکن بہت سے لوگ اسے عبادات مقصودہ یا واجبات دینیہ میں سے سمجھتے ہیں اور اس کے لئے مخصوص دنوں کو متعین کیا جاتا ہے اور پھر اس میں غلط اعتقادات اور ناجائز افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مزید برآں عام لوگوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عادت اور عبادت کے درمیان دقیق فرق، کا خیال، رکھیں گے بڑا مشکل ہے،

لہٰذا ان مذکورہ بالا امور کے پیش نظر کہ جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا' اگر ان متقی علما کرام نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ سد ذرائع اور جلب مصالح پر دفع مفاسد کو مقدم رکھنے جیسے اصولوں کی بنا پر ان جیسے اجتماعات سے رکنا ہی ضروری ہے تو یقیناً ان کا موقف دلیل شرعی پر مبنی ہے اور ان پر انکار وملامت بھی ہرگز جائز نہیں۔

ان جیسے مسائل میں وہی راستہ درست ہے جو مجتہد فیہ مسائل میں اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر آدمی اپنے عمل اور فتوی میں وہ راستہ اختیار کرے جو اس کی نگاہ میں درست ہے اور جس کا وہ فیما بینہ وبین اللہ جواب دہ ہوگا' اور اسے چاہئے کہ دوسرے اجتہادی موقف کے قائل حضرات پر ملامت کے تیر برسانے سے گریز کرے۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے مذکورہ تبصرہ میں جو گزارشات پیش کی ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے محترم جناب علامہ محقق السید محمد علوی المالکی (حفظہ اللہ ونفع بہ الاسلام والمسلمین) نے اپنی کتاب میں ان بہت سے دلائل کو منقح کیا ہے جن کے سمجھنے میں لوگوں کو غلطی ہوتی ہے۔ مولف نے ان کا حقیقی مفہوم کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ان کی کتاب مخاصمت اور مخالفت کے جوش کے بجائے انصاف کی آنکھ سے مفاہمت کی فضا میں پڑھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے حق کی گواہی دینے

ہوئے انصاف قائم کرنے والے بنیں اگرچہ ہمارے اپنے خلاف ہی
کیوں نہ ہو۔ انه تعالٰی سمیع قریب مجیب الداعی
وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سید نا ومولانا محمد و آله
واصحابه اجمعین۔

المفتی محمد رفیع العثمانی　　محمد تقی العثمانی
رئیس جامعة دار العلوم کراتشی　　خادم الطلبة
بدار العلوم کراتشی"

یہی قصہ مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کے ساتھ ہوا' کہ ان کو بھی ایک رات کی مہلت ملی' چونکہ ان کو کتاب کے اصل ہدف سے پہلے ہی سے آگاہ کردیا گیا تھا تاکہ یہ کتاب تکفیر کرنے والے سلفی متشددین کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے انہوں نے اسی نقطہ نظر سے سرسری دیکھا اور راتوں رات تقریظ لکھ کر صبح ناشتہ پر آپ کے حوالہ کردی' مرحوم زندہ ہوتے اور متنازع فیہ نکات کے بارے میں ان سے رجوع کیا جاتا تو ان کی رائے مولانا محمد تقی صاحب سے مختلف نہ ہوتی' باقی بزرگوں نے مولانا مرحوم کی بھرپور تقریظ دیکھ کر ان کے احترام میں کتاب کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی' حد یہ کہ ایک بزرگ نے اپنی طرف سے اصالۃً اور بیس ہزار علما کی جانب سے نیابتاً صاد کردیا۔ یہ شاید اپنی نوعیت کی منفرد اور بے نظیر مثال ہوگی۔

۳ : —— آنجناب نے "اکابر کا مسلک و مشرب" نامی رسالہ کے بارے میں (جس کا ذکر میری تحریر میں استطراداً آگیا تھا) رائے طلب فرمائی ہے' اور یہ کہ "جو اصطلاحات تجویز کی جائیں ان پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ مقصود رسالہ کے خلاف نہ

ہو" یہ ایک مستقل اور تفصیل طلب موضوع ہے' تاہم یہ ناکارہ اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہے کہ اس ناکارہ کے خیال میں "مقصود رسالہ" ہی محل نظر ہے' جن حضرات نے ہمارے اکابر قدس اللہ اسرارہم کے خلاف فتوے لگائے (اور جن کا سلسلہ تادم تحریر پوری حدت وشدت کے ساتھ جاری ہے) ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی' نہ کہ ہمارے اکابر کے حاشیہ برداروں کو "ودوالو تدھن فیدھنون" کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی جاتی' اور اہل بدعت کو اہل سنت منوانے کی راہ اختیار کی جاتی' کیا ہمارے "اکابر کا مسلک ومشرب" یہی تھا؟

۴ : ــــــ جناب صوفی محمد اقبال دام اقبالہ' کے بارے میں اس ناکارہ نے سماعی روایت نقل کردی تھی کہ وہ جناب سید علوی سے بیعت ہوگئے ہیں' میں آنجناب کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس کی اصلاح فرمادی کہ سید علوی تو کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے "البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت وخلافت دی ہے" انتہی بلفظکم الشریف۔ جن صاحب نے مجھ سے نقل کیا تھا غالباً انہوں نے خلافت واجازت ہی کو بیعت کرنے سے تعبیر کردیا ہوگا' بہرحال اس اصلاح پر جناب کا تہ دل سے ممنون ہوں' گو اس ناکارہ کی تفریع اب بھی صحیح ہے' یعنی شیخ علوی سے حضرت صوفی صاحب کی ہم مشربی وہم رنگی' اور ان کے مسلک ومشرب کی اشاعت کا جذبہ۔

۵ : ــــــ حضرت مولانا عزیز الرحمان کے مسترشد کا نوٹ کہ "یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف ذہن بناتے ہیں" آنجناب نے غلط فہمی قرار دیا ہے کیونکہ "حضرت موصوف کے ہزاروں مرید اس کام میں لگے ہوئے ہیں' ہاں البتہ یہ بات برحق ہے کہ بعض افراد وعناصر کی ضرور مخالفت کرتے ہوں گے' جنہوں نے فضائل درود شریف کو

تبلیغی نصاب سے نکالا" چلئے یہ غلط فہمی ہی سہی' اللہ تعالٰی کرے کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے لوگوں میں کوئی اس مبارک کام کی مخالفت کرنے والا نہ ہو' حضرت موصوف کو بھی اس غلط فہمی سے جو ان کے مرید کو ہوئی رنجیدہ نہ ہونا چاہئے کہ بقول عارف :

دریائے فراواں نشود تیرہ بہ سنگ
عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

۲ : ــــــــ آنجناب نے شیخ علوی کا ہمارے اکابر خصوصاً ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ والہانہ تعلق بہت ہی تفصیل کے ساتھ زیب رقم فرمایا ہے' اور بریلویت کے ساتھ ان کے تعلق کی تردید فرمائی ہے' اور بریلوی ماہنامہ سے "حق چار یار" میں جو کچھ نقل کیا ہے اس کی بھرپور تغلیط فرمائی ہے' اس سے اس ناکارہ کو بہت ہی انشراح ہوا' فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ قاضی مظہر حسین صاحب اس ناکارہ کی طرح سید علوی کے حالات سے واقف نہیں ہوں گے اس لئے ان کا بریلوی پرچہ "جہان رضا" پر اعتماد کرکے ان کو بریلوی قرار دینا ایک فطری امر تھا۔ اس لئے ان کو (اور ان کی تقلید میں اس ناکارہ کو) تو معذور سمجھنا چاہئے' "جہان رضا" کا یہ پرچہ فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا' جس میں بڑے دھڑلے سے سید علوی کو بریلوی ثابت کیا گیا' پورے تین سال کے عرصہ میں شیخ علوی کی جانب سے یا ان کے مداحوں کی جانب سے کوئی تردید نہیں آئی' نہ کسی وضاحت کی زحمت کی گئی' پھر سید علوی کے رسالہ "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ بریلوی حلقہ کی جانب سے "میلاد مصطفٰی" کے نام سے شائع کیا جاتا ہے' ادھر ان کی کتاب، کا ترجمہ "اصلاح مفاہیم" کے نام سے ہمارے

سامنے آتا ہے جس میں متنازع فیہ مسائل میں مصنف کا جھکاؤ بریلویت کی طرف نظر آتا ہے، جبکہ "جہان رضا" میں ان کا فقرہ بلا خوف تردید نقل کیا جاچکا ہے کہ "سیدی علامہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات و تعلیقات کے ذریعہ جانتے ہیں، وہ اہل سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"۔ اور یہ کہ "سید علوی کو فاضل بریلوی کے خلیفہ ضیاء الدین قادری سے، جو معمر ترین بزرگ تھے، اور جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، تمام سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل ہے"۔

ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر انصاف کیجئے کہ ایک خالی الذہن آدمی کو جناب مصنف کے بارے میں کیا رائے قائم کرنی چاہئے؟ جناب قاضی مظہر حسین صاحب پر خفا ہونے کے بجائے ہونا یہ چاہئے تھا کہ خود شیخ علوی مالکی کی جانب سے "جہان رضا" کے مندرجات کی تردید کراوی جاتی، اور انتساب الی البریلویت سے اظہار برات کرادیا جاتا، جب تک یہ نہ ہو میں یا آپ اس کی ہزار تردید کریں اس کی کیا قیمت ہے؟ تین سال سے علی رؤس الاشہاد اعلان کیا جارہا ہے کہ وہ بریلوی ہیں، اور جناب شیخ اپنے سکوت سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمارہے ہیں "آپ کی تردید کو کون مانے گا؟ اس لئے اگر بریلویت کے انتساب سے ان کی برأت کرانی ہے تو خود انہی کی جانب سے برأت کا اعلان کرایئے، اگر شیخ علوی کی حیات میں یہ کام نہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ ہماری توجیہات رائیگاں اور بے سود قرار پائیں گی، بلکہ اندیشہ ہے کہ آپ تینوں بزرگوں (قبلہ صوفی صاحب، آپ اور جناب مولانا عزیز الرحمان صاحب زید مجدہ) کو بھی یار لوگ اسی لپیٹ میں نہ ڈالیں کہ "یہ تینوں حضرت شیخ محمد مالکی بریلوی کے حلقہ نشین دراصل دیوبندی نما بریلوی تھے، اسی بنا پر دیوبندیوں کو بریلویوں کے ساتھ

متحد ہو جانے کے داعی تھے' لہٰذا دیو بندیوں کے مقابلہ میں بریلوی مذہب برحق ہے"۔
یہ صرف خدشات نہیں بلکہ آپ حضرات کی دعوت اتحاد پر بریلوی صاحبان نے ایسے شوشے چھوڑنے شروع کر دیئے' مرور ایام کے بعد نہ جانے اسکو کیا کیا رنگ دیا جائے گا' الغرض جناب کی یہ وضاحتیں ہم خدام کے تو سر آنکھوں پر' آمنا وصدقنا' لیکن جب تک آپ خود جناب شیخ علوی مالکی کی جانب سے بریلویت سے اظہار برأت نہیں کراتے اور خصوصاً اس فقرے سے جو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کے بارے میں "جہان رضا" نے ان سے منسوب کیا ہے تب تک مخالفوں پر حجت نہیں قائم ہوگی' اور وہ برابر یہ کہتے رہیں گے کہ فروری ۱۹۹۲ء میں شیخ موصوف کے بریلوی ہونے کا مدلل اعلان کیا گیا' لیکن شیخ نے خود خاموشی اختیار کر کے اس کی تائید کر دی' اس کے بعد دوسروں کی وضاحت اور عذر معذرت کا کیا اعتبار؟

آخر میں گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر میرے کسی لفظ سے قبلہ صوفی صاحب کی' مولانا عزیز الرحمان صاحب کی' آپ کی یا کسی اور کی دل آزاری ہوئی ہو اس سے بصد ندامت غیر مشروط معافی کا خواستگار ہوں' جن ایسے الفاظ کی نشاندہی کر دی جائے نشان دہی کے بعد ان کو قلم زد کر دوں گا' حلفاً کہتا ہوں مجھے نہ ان بزرگوں سے پرخاش ہے' نہ کدورت' بلکہ جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں ان کو اپنے سے بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

جہاں تک شیخ علوی کی کتاب "اصلاح مفاہیم" کا تعلق ہے وہ آپ کے عرب ماحول میں مفید ہو یا نہ ہو' مگر ہمارے یہاں کے ماحول میں مفید ہونے کے بجائے مضر ہے' کاش کہ اسے یہاں شائع نہ کیا جاتا۔

آنجناب نے ایک بزرگ کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ لدھیانوی کو بھی کسی نے بھڑکا دیا ہے' یوں تو اس فقرہ کی کوئی اہمیت نہیں' بے چاری مٹی پر ہزار جوتے رسید

کردو' اس کو شکایت نہیں ہوگی' تاہم یہ عرض کردینا بے جا نہیں ہوگا کہ مجھے میرے اکابر کے تقدس نے بھڑکایا تھا' بقول عارف رومی۔

گفتگوئے عاشقاں درامر رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

جن "اکابر" کے انتساب سے ہماری دنیا و آخرت وابستہ ہے ایک طبقہ ان کی عزت و حرمت سے کھیل رہا ہو اور ہم بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے پلڑے میں اپنا وزن ڈال رہے ہوں تو مجھ ایسی مٹی کے لئے بھڑکنا لازم ہے' آپ یا آپ کے محترم بزرگ اس بارے میں جو رائے بھی قائم فرمائیں آپ کا حق ہے'

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم

والسلام
محمد یوسف عفا اللہ عنہ
کراچی

(۳)
مولانا زرولی خان کا خط

"محترم و مکرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج سامی بخیر ہوں آنجناب کا بلاد عرب کے مشہور اور محقق عالم شیخ محمد علوی مالکی پر تبصرہ اور ان کی کتاب مفاہیم اور اس کے ترجمہ اصلاح مفاہیم پر مبسوط تبصرہ نظر سے گزرا تبصرہ خالص مخلصانہ مگر حد درجہ غیر ناقدانہ اور غیر محتاط ہے کیونکہ موصوف کی صرف ایک کتاب بلکہ اس کے ترجمہ کو دیکھ کر انہیں بریلوی اور رضا خانی

سمجھنا کم از کم ہمارے بزرگوں کا اور آپ جیسے دانش مند شاہکار لکھنے والے کی شان کے لائق نہیں یہ دیکھ کر حد درجہ حیرت ہوئی کہ تبصرہ نگار کو شیخ علوی اور ان کی مطبوعہ اور متداول کتب کے بارے میں معلومات نہیں ہیں یا ان کے تبصرہ میں کوئی کام نہیں لیا گیا' حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم بوجوہ ہم سب کے مخدوم اور کریم بزرگ ہیں مگر ان کی تحریر اور مزاج اقدس کی پر تشدد جولانیوں میں کبھی کبھی اپنے ہی زیر وزیر ہو جاتے ہیں۔ حضرت والا ہی کے فاضلانہ قلم سے قافلہ حق کے سالار محمود الملتہ والدین حضرت اقدس مولانا مفتی محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف احتجاجی مکتوب بنام مولانا مفتی محمود جیسے سوہان روح رسالہ شائع ہوا ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحبؒ سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ہم اہل باطل سے مقابلہ کرتے ہیں تو بفضلہ تعالٰی کامیاب ہوتے ہیں لیکن اپنے جو پیچھے سے چھرا گھونپتے ہیں تو اس سے چلا نہیں جاتا۔ حضرت قاضی صاحب کا اخلاص تدین منصب احقاق حق وابطال باطل ہم جیسے خوردہ نالائق تو کیا اکابر صلحا کے ہاں مسلمہ ہیں مگر مسلسل ردوقدح کے میدان نے شاید ان کی تحریر میں کچھ اس طرح کی شدت بھی پیدا فرمائی ہے آپ نے اپنی پوری تحریر کی اساس وبنیاد حضرت قاضی صاحب کے انکشافات جو مبتدعین کی جاہلانہ اور مقلوب حکایات پر مشتمل ہے رکھی ہے' میرے خیال میں شیخ علوی کی کتاب آپ نے دیکھی ہی نہیں جس میں انہوں نے محدث کبیر حضرت اقدس الشیخ السید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ اپنا شرف تلمذ بخاری وترمذی میں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے موطا امام مالک اور سنن ابی داؤد میں بلکہ صحیح مسلم میں بھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دیگر اجلہ علماء دیوبند سے اپنا شرف تلمذ کا ذکر فرمایا ہے۔ شیخ کی کتاب کا نام الطالع السعید المنتخب من المسلسلات والاسانید"

ہے نیز شیخ علوی جامعہ ازہر جانے سے پہلے جامعہ اسلامیہ (مدرسہ عربیہ) میں سال دو پڑھ چکے ہیں اور اس کا والہانہ عقیدت و محبت بھرا تذکرہ وہ اپنے حضرات میں اور مجالس میں کرتے رہتے ہیں' حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے "آپ بیتی" وغیرہ میں ان کا محبت بھرا برتاؤ اور ان پر اعتماد کا اظہار فرمایا ہے بلاشبہ شیخ علوی ہمارے علماء دیوبند کی طرح محدثات مرسومہ میں متشدد نہیں ہیں لیکن وہ رضا خانی یا بریلوی یا بدعتی ہرگز نہیں ہیں' انعقاد میلاد کا مسئلہ خود اجلہ محدثین اور سید الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ بلکہ اوائل عمر میں خود حکیم الامتؒ کے ہاں بھی رہا ہے' علما کو وسیع علم اور بسیط معلومات کے ساتھ کچھ علاقائی مسائل کا بھی کبھی ساتھ دینا ہوتا ہے جس میں خطا وصواب کا ایک پہلو غالب رہتا ہے خدانخواستہ اگر اس قسم کے تبصرے ہمارے جانے پہچانے اور معروف معتمدین پر بغیر تحقیق اور چھان بین کے ہونے لگیں تو کہیں مولوی یونس سہارنپوری کی طرح شیخ ابو الوفاء افغانی اور اپنے زمانے کے امام شیخ زاہد الکوثریؒ جیسے اکابر امت پر بدعتی کے احکام صادر نہ ہونے لگیں' آنجناب کے بارے میں تو کبھی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ صوفی اقبال صاحب یا مولوی عزیز الرحمان صاحب کی جماعت تبلیغ یا حضرت شیخ الحدیث صاحب کی نسبت کریمہ کے دوسری طرف ملتفت ہونے سے متاثر ہو کر اس قدر غیر محتاط تبصرہ فرمائیں گے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب اسکندر دامت برکاتہم اور خود حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہ شیخ علوی اور ان کے نظریات مجھ سے زیادہ بہت قریب سے جانتے ہیں کم از کم ان سے مشورہ ضروری تھا "بینات" جو ملک وملت کا نمائندہ شمارہ ہے اسے کسی ایک فرد متشدد کے صرف اخلاص اور تقدس کا سہارا لے کر ایسے رجال کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہئے جن پر ہمارے بڑے اعتماد کر چکے ہیں' میں نے یہ چند سطور حضرت والا سے قریبی عقیدت اور حضرت کی تحریر

اور شوکت تنقید کا غیر معیب پہلو دیکھ کر لکھی ہیں اگر تیر نشانے پر بیٹھا تو مناسب احتذار بینات میں کرنا ہمارے اسلاف کا وطیرہ دیانت رہا ہے ورنہ سقطتہ المتاع کی جگہ ردی کی ٹوکری ہے:

بشنود یا نشنود من ہائے ھوئی می کنم

قاضی صاحب دامت برکاتہم کا انکشاف کہ شیخ علوی بریلوی عقیدے کے حامل اور مولوی احمد رضا خان کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں اور جناب علوی کی فاضل بریلوی کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ وہ احمد رضا خان کے بارے میں لکھتے ہیں:

نحن نعرف تصنیفاتہ وتالیفاتہ فحبہ
علامۃ السنۃ وبغضہ علامۃ البدعۃ"۔

واقعی یہ انکشاف و تحقیق عجیب تو کچھ نہیں غریب و مسکین ضرور ہے' کیونکہ اس کا حوالہ مولوی غلام مصطفیٰ مبتدع ہے اگر واقعی شیخ علوی کو مولوی احمد رضا سے یہ عقیدت ہے تو اجلہ علما دیو بند کو انہوں نے مشائخ حدیث کیسے تسلیم کیا ہے جن کے بارے میں مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"دیو بندی عقیدہ رکھنے والے کافر اور اسلام سے خارج ہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ ص۲۲۲ ج۴)

اور ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ:

"مولوی خلیل احمد' رشید احمد اور غلام احمد اور اشرف علی من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر"۔

صرف ضیاء الدین مقدسی سے اوراد میں اجازت لینے سے علوی صاحب علما دیوبند کے مخالف اور رضا خانی بدعتی بنتے ہیں تو حضرت بنوری' حضرت مفتی محمد شفیعؒ

اور حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا عبد الغفور مدنی رحمہم اللہ سے اسانید حدیث اور اجازت اوراد سے اہل حق کے قریب کیوں نہیں مانے جاتے امید ہے کہ ان مختصرات پر آپ غور فرمائیں گے :

اندک پیش تو گفتم غم دل ترسیدن
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

یہ خوش فہمیاں تو اہل حق کو بھی لاحق ہو جاتی ہیں جیسے آپ کی تحریر میں اور قاضی صاحب کی تحریر میں احمد رضا کے لئے مولانا اور مرحوم کے الفاظ لکھنا بھی مبتدع کے ساتھ لائق برتاؤ روش کے خلاف ہے جس کے رد میں بہت کچھ مواد موجود ہے تاہم شیخ علوی کی ضیاء مقدسی بدعتی اور مولوی احمد رضا جیسے مبتدع کے بارے میں خوش فہمی اس درجہ کی ہے ورنہ وہ علماء دیوبند کے شاگرد اور ان کے مستفید اور ان کے حد درجہ معتقد اور معترف ہیں۔ جو ان شاء اللہ العزیز آپ کے سامنے بتدریج آئے گی۔ والسلام مع التحیہ والاکرام خادمکم الفقیر

محمد زرولی خان عفی عنہ

۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

راقم الحروف کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مخدوم و محترم جناب مولانا زرولی خان صاحب، زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

۱: ــــــــ "اصلاح مفاہیم" کے بارے میں اس ناکارہ و نابکار کی جو تحریر شائع ہوئی ہے اس کے بارے میں آنجناب کا کرامت نامہ موصول ہو کر موجب امتنان ہوا،

آنجناب کو اس ناکارہ کی "غیر ناقدانہ و غیر محتاط" تحریر سے اذیت پہنچی، اس پر نادم ہوں، میرے قلم سے جو لفظ ایسا نکلا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو، اس پر بارگاہ الٰہی سے صدق دل سے توبہ کرتا ہوں، اور آنجناب سے اور آپ کی طرح دیگر احباب سے، جن کو اس تحریر سے صدمہ پہنچا ہو، غیر مشروط معافی کا خواستگار ہوں۔

۲ : ـــــــ جو جو الفاظ آنجناب کو غیر ناقدانہ اور غیر محتاط محسوس ہوئے ہوں، ان کو نشان زدہ کر کے بھیج دیجئے، میں ان سے رجوع کا اعلان کردوں گا، اور انکی جگہ جو محتاط الفاظ استعمال ہونے چاہئیں وہ بھی لکھ دیے جائیں۔

۳ : ـــــــ شائع شدہ تحریر کے صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۴۱ تک جو کچھ لکھا ہے وہ جناب شیخ محمد علوی مالکی کو "ایک خوش عقیدہ عالم" سمجھ کر لکھا ہے، جس کی تصریح صفحہ ۴۱ کے نکتہ ۵ کی پہلی دو سطروں میں موجود ہے، البتہ نمبر۵ سے جو عبارت شروع ہوتی ہے وہ جناب قاضی صاحب کے انکشافات پر مبنی ہے، یعنی صرف دو صفحے کی تحریر۔ لیکن آنجناب نے میری پوری تحریر ہی کو جناب قاضی صاحب کی تقلید کا نتیجہ قرار دے دیا۔

۴ : ـــــــ قاضی صاحب نے "جہان رضا" کا حوالہ دیا ہے، جو فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا، ساڑھے تین سال بعد اس ناکارہ نے قاضی صاحب کے حوالہ سے اس کا فوٹو شائع کردیا تو سارا نزلہ اس "غریب مسکین" پر آگرا، تین ساڑھے تین سال تک کسی عقیدت کیش کو خیال تک نہیں آیا کہ شیخ علوی کو خانوادہ بریلویت سے منسلک کیا جارہا ہے۔

۵: ـــــــ "جہان رضا" میں "خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر" کے عنوان سے "فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ" پر پورا ایک مضمون شائع ہوتا ہے، جس میں اعلان کیا جاتا ہے کہ "آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ

حضرت، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفٰی رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا تھے، اور آپ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں"۔ پاکستان کے کسی دیو بندی حلقہ سے اس کے بارے میں "صدائے برنخواست" تین سال کے بعد اگر قاضی صاحب "جہان رضا" کے اس مضمون کا فوٹو شائع کر رہے ہیں، اور یہ روسیاہ اس کا حوالہ دے ڈالتا ہے تو یہ روسیاہ بھی مجرم اور قاضی صاحب بھی متشدد۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۶ : ------شیخ علوی کی تالیف لطیف "الطالع السعید" کامطالعہ واقعی اس مجہول مطلق نے نہیں کیا، اس میں ملاحظہ فرمالیا جائے، اسمیں کسی بدعتی کا تذکرہ تو نہیں ہے؟ اگر واقعی ایسا ہو تو کیا تعجب کہ "جہان رضا" کی روایت (جس کی تردید آج تک اس روسیاہ کے علم میں نہیں آئی) بھی کچھ غلط نہ ہو، کیونکہ خواجہ حافظؒ بہت پہلے فرماگئے ہیں :

"اے کبک خوش خرام کجا مے روی بناز
غرہ مشو کہ گربہ زاہد نماز کرد..."

اور یہ بھی ممکن ہے کہ :

معشوق ما بہ مشرب باہر کس برابر است
بلما شراب خورد دبازاہد نماز کرد

۷ : ------جناب علوی صاحب کی دوسری کتابوں میں ان کی کتاب "حول الاحتفال النبوی" بھی تو ہے، جس کو بریلوی حضرات نے اردو میں شائع کیا ہے، آنجناب نے انعقاد میلاد کے لئے "سید الطائفہ" کا حوالہ تو دیدیا، لیکن یہ نہیں دیکھا کہ

اعاظم خلفا (اور ہمارے اکابرؒ دیوبند) کا طرز عمل اس بارے میں کیا رہا؟ اور آج شیخ علوی مالکی کی کتاب پر جو "دیوبندی بریلوی اتحاد" کی تحریک چل رہی ہے اسکا انجام کیا ہو گا؟

۸ : ـــــــ اس ناکارہ نے تو "اصلاح مفاہیم" کے ایک دو حوالے' بطور نمونہ دیئے تھے' جس میں موصوف نے اپنے نقطہ نظر سے اختلاف کرنے والوں پر کم عقلی' کم فہمی' تنگ نظری' بد فہمی اور جہالت و تعنت کے فتوے صادر فرمائے ہیں' کتاب کا خود مطالعہ فرمالیجئے اور پھر بتایئے کہ ہمارے اکابرؒ تو ان فتووں کی زد میں نہیں آئے؟

آخر میں سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے اصلاح کا طالب ہوں' یہ ناکارہ تو واقعی "نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں" میرے اکابرؒ جو فرمائیں ان کا مقلد محض ہوں' اور آپ حضرات جو اصلاح فرمائیں وہ سر آنکھوں پر۔

اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی' ومن شر الشیطان وشرکہ' ومن الفتن ما ظھر منھا وما بطن۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۹/۱/۱۹۹۶ء

(۴)

جناب محمد ابو زبیر سکھر کا خط

"بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم...... سلام مسنون

ماہنامہ بینات کا بندہ مستقل خریدار ہے محرم الحرام کا رسالہ پڑھ کر بندہ حیران ہوا کہ اصلاح مفاہیم کے سلسلے میں اختلاف کچھ کم ہوا تھا کہ جناب کے مضمون نے

تمل چھڑکنے کا کام کیا آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تڑپ خانقاہوں کو آباد کرنے کی تھی اس کے لئے آپ نے آخری عمر میں مختلف سفر بھی کئے حضرت کے وصال کے بعد حضرت شیخ کی تڑپ کو لے کر چلنے والے اگر کوئی ہیں تو وہ یہ ہیں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم' یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے خانقاہوں کو آباد کرنے کے لئے رات دن ایک کردیا اور اس اہم کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا اور پوری دنیا میں جگہ جگہ اس کام کے لئے یہ حضرات سفر فرمارہے ہیں' اس وقت ان حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ جگہ جگہ ذکرودرود شریف کی مجالس قائم ہوگئیں اور روزانہ لاکھوں مرتبہ درود شریف پڑھا جارہا ہے' غالی مماتیوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح ان کا راستہ بند کیا جائے آخر کار ان کو یہ موقع ملا اور اصلاح مفاہیم کے اختلاف کو اتنا بڑھایا گیا گویا کہ کفرواسلام کی جنگ ہورہی ہے اور ہمارے مخلص حضرات نے اپنے رسالے میں اس اختلاف کو بڑھانے کے لئے وقف کردیئے اس کتاب کو مشہور کرنے والے درحقیقت یہی لوگ ہیں ورنہ اس کتاب کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اصلاح مفاہیم پر تقریظیں لکھنے والے کئی ایک بزرگ ہیں لیکن جب تبصرہ کیا جاتا ہے تو سب کو چھوڑ کر حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم پر نزلہ اتارا جارہاہے اس کو ناانصافی نہ کہیں اور تو کیا کہیں آنجناب نے بھی اپنے تبصرہ میں اس ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے آپ جیسے مخلصوں سے ایسی توقع نہ تھی یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت شیخ کے مشن کو لے کر چلنے والوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی جارہی ہے اور ان کو بدنام کیا جارہاہے اور اب تو ذاتیات تک نوبت پہنچ گئی ہے جس کی لپیٹ میں آنجناب بھی ہیں کہ ایک نجی خط کو

شائع کر کے عوام کو ان حضرات سے دور کرنے کی کوشش کی ہے ایک نجی خط تھا اس کو ویسے ہی جواب دے دیا جاتا آنجناب کا قلم غیروں کے مقابلے میں اپنوں کے لئے بہت سخت تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مکی مالکی صاحب نے وہ کتاب سلفیوں کے خلاف لکھی ہے تبصرہ کے شروع میں آنجناب نے بھی یہی فرمایا لیکن آگے چل کر حضرت قاضی صاحب نے انکشاف فرمایا کہ وہ ہمارے علما کے بارے میں لکھا ہے عجیب بات ہے کہ ہم خود اپنے اکابرین کو گالیاں دلوا رہے ہیں مکی مالکی صاحب نے اپنی کتاب شفاء الفواد میں ہمارے اکابرین کا تذکرہ بڑے عمدہ طریقے سے کیا ہے اور "الہند" سے تقریباً چھ صفحات اپنی کتاب میں ذکر کیے اور ہمارے اکابرین کا کبار محدثین فی الہند کے نام سے تذکرہ کیا۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت شیخؒ ان کو سید ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور آج بھی مالکی صاحب کے ہاں حیات صحابہ کی تعلیم کرائی جاتی ہے۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب جب پاکستان تشریف لائے تو میں خود ان کے ساتھ تھا مختلف علما کرام سے انہوں نے اصلاح مفاہیم پر تقریظیں لکھوائیں تو حضرت مکی صاحب نے عرض کیا کہ کچھ تقریظیں بریلوی علما سے بھی لکھوالیں اس پر مکی مالکی صاحب نے فرمایا کہ ان میں کوئی بڑا عالم نہیں ہے اب آپ بتائیں ایسے شخص کو جو ہمارے اکابر کی خدمت میں بھی حاضری دے، ہمارے بزرگوں کا تذکرہ بھی کرے اور ہمارے حضرات کی کتاب کی تعلیم بھی کرائے اس کو ہم زبردستی بریلوی بنانے کی کوشش کریں اور سلفیوں کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا اسکو اپنے اکابر پر چسپاں کردیں یہ کہاں کا انصاف ہے آنجناب کو اگر مالکی صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہی کرنا تھا تو وہ آپ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب

مکی سے معلوم کرتے' حضرت قاضی صاحب کو ان کے بارے میں کیا علم ہے ان کے حالات تو وہی بتاسکتا ہے جو مکہ شریف میں ان کے قریب ہو' حضرت قاضی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ بندہ کی پچھلے مہینے ملاقات ہوئی۔ نعل شریف پر کچھ بحث چل پڑی' بندہ نے عرض کیا کہ میرا تعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے فوائد ذکر کیے ہیں اس پر حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ کو چھوڑدو ان کی بات کیوں مانتے ہو حضرت تھانویؒ کی بات مانو' اب ان کو تو حضرت شیخ سے اتنا بغض ہے اور آنجناب ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

پھر مکی مالکی صاحب مکہ شریف میں ہیں وہاں پر دنیا بھر کے لوگ آتے ہیں ہر مسلک والے آتے ہیں اور ان سے بھی مل لیتے ہیں اور ملاقات کے دوران مالکی صاحب ان کی تعریف فرمادیتے ہیں تو کیا اس کی وجہ سے وہ کٹر بریلوی ہوگئے؟۔

آنجناب نے یہ بھی الزام لگایا کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بے وفائی کی ہے کہ مالکی صاحب کے حلقہ میں داخل ہوگئے ہیں۔

کاش کہ آنجناب اس کی تحقیق فرمالیتے مالکی صاحب کی کیا حیثیت ہے حضرت صوفی صاحب زید مجدہ کے مقابلے میں یہ سراسر حضرت پر بہتان ہے قیامت کے دن ان جھوٹے الزامات کا جواب دینا ہوگا حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم پر ہزار مکی مالکی جیسے قربان ہوجائیں۔

ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب بھی مکی مالکی صاحب کے اور ان کی کتاب کے مداح ہیں آنجناب ان سے تحقیق فرمالیتے۔

چند دن قبل بندہ کا صوبہ سرحد جانا ہوا کئی علماء سے اس سلسلے میں بات ہوئی اکثر علما کی رائے یہ تھی کہ آنجناب ایک بڑی شخصیت ہیں آپ کا ایک علمی مقام ہے آپ

کو ایسی باتیں نہیں لکھنی چاہئیں تھیں۔

تحریر کی طوالت کی معافی چاہتا ہوں اگر کوئی سخت بات محسوس ہو تو اسکی معافی چاہتا ہوں اللہ پاک تمام قلوب کو حق پر جمع فرمادے امید ہے کہ دعوات صالحہ میں فراموش نہیں فرمائیں گے۔

والسلام

محمد ابو زبیر سکھر"۔

محمد ابو زبیر سکھروی کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم و مکرم! زیدت مکارمکم' السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکتہ

نامہ کرم لائق صد احترام واکرام ہوا' یہ ناکارہ تو واقعہ "نہ آناں میں ہے نہ ایناں میں" "نہ تین میں نہ تیرہ میں"۔

آنجناب کا گرامی نامہ تین مضامین پر مشتمل ہے' ۱۔ اکابر ثلاثہ (صوفی صاحب' مولانا مکی اور مولانا عزیز الرحمان دامت برکاتہم وزیدت فیوضہم) کا شیخ نور اللہ مرقدہ کے فیض کو عام کرنا' اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اخلاص کے ساتھ مزید ترقیات سے نوازیں' یہ ناکارہ ان پر اسی طرح پر رشک کرتا ہے جس طرح ایک فقیر بے نوا کسی رئیس پر رشک کرے' اس لئے اس ناکارہ نے بلا تکلف اپنے خط میں لکھا ہے :

> "حضرت مولانا عزیز الرحمان مدظلہ کے ساتھ اس ناکارہ وروسیاہ کا بھی تعلق ہے' وہ میرے خواجہ تاش ہیں' اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر وافضل ہیں"۔

لہٰذا اس ضمن میں تو آنجناب نے میری معلومات' اور میرے حسن ظن میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا'

۲: ـــــــ شیخ علوی مالکی کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ بریلویوں کے پرچہ جہان رضا کے حوالے سے لکھا' اگر یہ غلط ہے تو بہت آسان بات ہے' شیخ علوی مالکی صاحب سے "جہان رضا" کے مندرجات کی تردید کرادی جائے میں اس تردید کو شائع کرکے اپنی تفریعات واپس لے لوں گا۔

۳: ـــــــ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے بارے میں ایک ثقہ راوی کی سماعی روایت درج کی ہے' اگر یہ غلط ہے تو اس سے توبہ کرتا ہوں' اور موصوف سے بھی معافی چاہتا ہوں' مناسب ہوگا کہ اس روایت کی تردید حضرت صوفی صاحب زید مجدہ ہی سے کرادی جائے تاکہ اس کو شائع کرکے اس کے ساتھ اپنا توبہ نامہ بھی شائع کردوں۔

ان امور کے علاوہ جو بات بھی اس ناکارہ نے غلط لکھی ہو اس کی نشاندہی فرمادی جائے اس سے بلاتکلف رجوع کرلوں گا' امید ہے مزاج بعافیت ہوں گے' دعاؤں کا محتاج اور ملتجی ہوں'

والسلام

محمد یوسف عفااللہ عنہ

۱۲/۲/۱۴۲۹ھ

(۵)
جناب اختر علی عزیزی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ وفغان نیز کنند

محترمی جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج بخیر!

اگر چہ بندہ ماہنامہ "بینات" کا خریدار نہیں تاہم مستقل قاری ضرور ہے اور آپ کے لوارییے اور بیانات محبت سے دیکھتا ہے لیکن اس شمارہ محرم الحرام میں آپ کا مضمون "کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں" نظر سے گزرا' اپنے پیر و مرشد' ولی کامل' عالم باعمل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے باغ تصوف اور چمنستان سلوک کے حقیقی وارث و نگران مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم کے متعلق آپ کے تحریر کردہ مضمون کا مطالعہ کیا' فطری بات ہے کہ حزن وملال سے رنجیدہ اور غم و فکر سے نڈھال ہوا' جناب محترم! آپ نے ایک ایسے عظیم مجاہد کے خلاف (بدون تحقیق کے) اوراق کثیرہ سیاہ کئے ہیں جو کہ ہر باطل کے خلاف سیف بے نیام ہو کر میدان عمل میں کودتے ہیں۔ رد روافض کا فریضہ ہو' یا مودودی صاحب کے غلط نظریات پر ضرب کاری کا۔ مرزائیت کا جنازہ نکالنا ہو یا توہین رسالت کیس' ڈاکٹر اسرار احمد کا تعاقب ہو یا پروفیسر طاہر القادری کا مقابلہ ہر موقع پر یہ مجاہد فی سبیل اللہ اغیار اور اسلام دشمن قوتوں کا قلع قمع کرتے ہیں اور مع حذا مثبت رویہ اور تعمیری سوچ رکھتے ہوئے اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر خصوصاً اپنے شیخ قدس سرہ کی نیابت کرتے ہوئے ہزاروں مخلوق خدا کو اللہ کا پیارا نام سکھایا اور ان کی وساطت سے ان بندگان خدا کا تعلق اپنے مولیٰ کریم سے بن گیا۔ (اگر اغماض نہ فرمائیں تو آپ بھی اس کے قائل ہوں گے) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی توجہ و برکات سے اور اسلوب اکابر اپنانے کی وجہ سے راولپنڈی میں (اور جہاں جہاں ان کے مسترشدین ہیں ان کے علاقوں میں بھی) کتنی مساجد بریلوی مکتب فکر والوں سے آزاد ہو کر دیوبندیوں کے ہاتھ آگئی ہیں' خود راقم سطور کا جو علاقہ ہے کاٹنگ ضلع مردان' پہلے بریلویوں کے قبضہ میں تھا ہمارے پانچ چھ علما کرام (جو کہ جید مدرس عالم ہیں اکوڑہ خٹک اور امداد العلوم پشاور سے فارغ التحصیل ہیں اور حضرت مولانا عزیز

الرحمان صاحب زید مجدہ سے بیعت ہیں) نے یہاں اپنے شیخ کے اصول پر کام شروع کیا۔ الحمد للہ کہ کافی علاقہ بریلویت کے زہر سے بچ گیا لیکن نہ جھگڑا ہوا' نہ خون خرابہ' اپنے اکابر کے طرز پر ذکر ودرود شریف اور تصوف کا راستہ اختیار کر کے بریلویت کا جنازہ نکل گیا' جس کی تصدیق آپ مولانا عطاء الرحمان صاحب اور مولانا امداد اللہ صاحب مدرسین جامعہ بنوری ٹاؤن سے کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے علاقے کے رہنے والے ہیں۔

میرے محترم! آپ نے کتاب "اصلاح مفاہیم" اور اصل عربی کتاب پر جو تبصرہ کیا ہے عجیب ہے آپ نے لکھا ہے "جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت کی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ کہ انہوں نے بے پڑھے محض مولف کے ساتھ حسن ظن اور عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھ دی ہیں"۔ (ص ۳۰) بات یہ ہے کہ آپ نے صرف کتاب کو دیکھا ہے لیکن کتاب کے پس منظر اور پیش منظر سے اطلاع حاصل نہیں کی ہے واقعہ اس کا شاہد ہے کہ جن حضرات نے تقریظات ثبت کی ہیں وہ بعد مطالعہ کتاب کی ہیں مثلاً شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ مرحوم نے بغیر مطالعہ کے تقریظ کرنے سے معذرت ظاہر کی تھی پھر جب مطالعہ فرمایا تو تقریظ ثبت فرمائی (اس کی آپ معلومات کر سکتے ہیں) اس طرح باقی حضرات کے تقاریظ بھی' لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا احساس مبارک مبنی بر غلط ہے اور ان حضرات نے تقریظات کتاب پڑھ کر عقیدہ رکھتے ہوئے اظہار حق کی بنیاد پر ثبت فرمائی ہیں۔ پھر آپ نے لکھا ہے "اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں' نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے الخ۔" (بینات ص ۳۱) تو یہ بھی علم کے سمندر پر اجارہ داری اور ٹھیکیداری کا دعویٰ ہے کہ صرف آپ کا مطالعہ اور فہم ٹھیک ہے باقی تمام حضرات (شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں

اعمال کا حصہ یہاں سے حاصل کر کے جاؤ، دنیوی زندگی میں تمہارا حصہ، جو تمہیں مرنے کے بعد کام آئے گا یہی اعمال صالحہ ہیں، اسی طرح جو مال تم نے رضائے الٰہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کردیا وہ تمہارا حصہ ہے، لہٰذا جب دنیا سے جاؤ تو یہاں سے اپنا حصہ وصول کر کے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرو

"اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرو"۔ قیامت کے دن کافر کہیں گے کہ:

> "یحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللّٰہ وان کنت لمن السخرین" (الزمر:۵٦)
>
> ترجمہ: "ہائے میری حسرت! اس پر جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے معاملہ میں، اور بے شک میں تھا ہنسی کرنے والوں میں سے"۔

پس اللہ کے معاملہ میں کوتاہی نہ کی جائے، اور اس کے معاملہ میں کسل یعنی سستی سے کام نہ لیا جائے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اور چیزوں سے پناہ مانگتے تھے، وہاں اس چیز سے بھی پناہ مانگتے تھے کہ یا اللہ میں کسل سے تیری پناہ چاہتا ہوں، کسل کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے معاملے میں سستی کا برتاؤ کرنا، سستی سے کام لینا۔

ایمان و یقین لانے میں کوتاہی

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سستی کرنا، اس کی ایک صورت تو سب سے بڑی

کفار میں پائی جاتی ہے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان نہیں لائے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب فرمادی، یعنی ایمان، یہ بہت بڑی دولت ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، لیکن ایمان کے بھی مختلف درجات ہیں، ایمان، ایمان میں بھی فرق ہے، تو کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے درجات میں ترقی عطا فرمائے اور ہمیں کامل ترین ایمان نصیب فرمائے آمین۔ محنت بھی کرنی چاہئے، دعا بھی کرنی چاہئے۔

فرائض میں کوتاہی

ایمان کے بعد دوسرا درجہ اعمال کا ہے، اور اعمال میں سے سب سے اول فرائض کا درجہ ہے، نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے، اگر مالی و بدنی استطاعت ہے تو حج فرض ہے، اسی طرح جو حقوق واجبہ ہیں، ان کے ادا کرنے میں سستی نہ کی جائے۔

ہم سے جو فرائض و واجبات ادا کرنے میں غفلت ہو جاتی ہے، کوتاہی ہو جاتی ہے، یہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمیں ان فرائض و واجبات کی اہمیت کا اندازہ نہیں، اور ان کو ترک کرنے کے وبال کا احساس نہیں، اگر ہمیں معلوم ہو کہ ان فرائض میں کوتاہی کرنے سے ہمارا کتنا نقصان ہو رہا ہے تو ہم ان کے بجالانے میں کبھی سستی نہ کریں، کبھی سستی نام کو بھی نہ آئے، اور برا ماحول بھی سستی پیدا کرتا ہے، اچھا خاصہ دین دار آدمی اگر بے دین لوگوں میں چلا جائے، جن کو دین کی پرواہ نہیں، تو یہ بھی ڈھیلا ہو جائے گا، اور ایک آدمی جو دین کے اعتبار

سے سُست ہے، اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور وہ کسی اچھی محفل میں چلا جائے، اچھے ماحول میں چلا جائے، وہاں اس کو کچھ وقت گزارنے کا موقع ملے تو اس کی سستی بھی کافور ہوجائے گی، ہمارے وہ نوجوان جو پانچ وقت کی نماز بھی نہیں پڑھتے، جب تبلیغ میں نکلتے ہیں تو تہجد بھی پڑھنے لگتے ہیں، اور چند دن میں تہجد گزار بن جاتے ہیں، اس لئے کہ ان کو مسجد کا پاکیزہ ماحول ملا ہے، اور معاشرے کے گندے ماحول سے ان کو نکلنے کا موقع ملا ہے، اس وقت تو ان کا ماحول محدود ہوتا ہے، شب و روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سُننا سنانا ہوتا ہے، ذکر ہے، تسبیح ہے، نماز ہے، دعوت ہے، الغرض تبلیغ میں نکلنے کے بعد آدمی کو سراپا خیر کا ماحول مل جاتا ہے، اور آدمی کے مزاج پر اس ماحول کے اثرات پڑتے ہیں، اس لئے میں اپنے عزیز نوجوانوں کے لئے تبلیغ میں نکلنے کو ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ یہاں کے زہریلے ماحول نے ان کے مزاج میں جو زہریلے اثرات پیدا کردیئے ہیں تبلیغ میں نکل کر ان کے مزاج کی اصلاح ہوجائے، اور اس زہر کا تریاق مہیا ہوجائے۔

نیک اعمال میں کوتاہی

اور تیسری قسم کی سستی یہ ہے کہ ان چیزوں میں کوتاہی جو فرض نہیں ہیں، واجب نہیں ہیں، فرائض اور واجبات کو تو آدمی ادا کرتا ہے، لیکن دوسری جو عبادتیں ہیں نفلی، ان میں نفس کہتا ہے، چلو یہ چیز کوئی فرض تو نہیں، نہ کرو، لیکن قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ ہم نے کتنی دولت کھودی، اور ہمارے نفس نے تساہل پسندی اور سستی سے کام لے کر کتنا خسارہ اٹھایا، اس لئے اس معاملے میں بھی جہاں تک اپنے امکان میں ہو سستی نہ کی جائے، فرائض کے بعد نوافل

ادا کرنے میں اور دوسرے نیک کام کرنے میں، اگرچہ یہ چیز فرائض میں شامل نہیں، مگر آخرت کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے ضروری ہے۔

مرنے والے کی حسرت

ایک حدیث میں ہے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن احد یموت الا ندم قالوا وما ندامتہ یا رسول اللّٰہ! قال ان کان محسنا ندم ان لایکون ازداد وان کان سیئا ندم ان لایکون نزع۔ رواہ الترمذی" (مشکوٰۃ: ۴۸۴)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مرتا ہے اس کو ندامت ضرور ہوتی ہے، چاہے نیک ہو، چاہے بد ہو، اچھا ہو، یا برا ہو، پھر اس کی تشریح فرمائی کہ نیک آدمی کو یہ حسرت ہوتی ہے کہ اس نے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کیوں نہ جمع کرلیں، اور برے آدمی کو حسرت ہوتی ہے کہ وہ برائیوں سے کیوں باز نہ آیا، اور اس نے توبہ و استغفار سے تدارک کیوں نہ کرلیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۴)

الغرض نیک آدمی کو بھی یہ حسرت ہوتی ہے، کیونکہ وہاں نیکیوں کا سکہ چلے گا، اب جس کی جیب میں جتنے پیسے ہیں وہ اتنی ہی چیزیں خرید سکتا ہے، اور وہاں چیزیں بہت سستی ہیں، بہت سستی ملتی ہیں، لیکن جیب میں پیسے بھی تو ہوں، تو اس وقت آدمی للچائے گا اور اس کو یہ حسرت ہوگی کہ اے کاش! میں زیادہ سے

زیادہ نیکیاں لے کر آتا، تو آج زیادہ سے زیادہ یہاں کی چیزیں خرید سکتا، وہاں کی چیزیں کیا ہیں؟ جنت کے درجات، وہاں نیکیوں کے حساب سے درجات ملیں گے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرماتے ہیں کہ دنیا سے اپنا نیکیوں کا حصہ لے کر جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سستی اور کوتاہی نہ کرو۔

سچوں اور جھوٹوں کے درمیان امتیاز

اس کے بعد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب تم کو سکھادی ہے، اور اپنے تک پہنچنے کا راستہ تمہارے سامنے کھول دیا ہے، ہدایت کو واضح کردیا ہے" اب چلنا تمہارا کام ہے، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو، اور چلتے رہو اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کیا ہے "تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کردے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ظاہر کردے جھوٹوں کو"۔ سچے اور جھوٹے الگ الگ ہوجائیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹے کے درمیان فیصلہ کردیتے ہیں، لیکن اصل فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، جب یہ اعلان ہوگا: "وامتازوا الیوم ایھا المجرمون" (سورۃ یٰسین)
"اے مجرمو! تم الگ ہوجاؤ"۔

نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔ جب حکم ہوگا کہ اے مجرمو الگ ہوجاؤ! مجرم فرماں برداروں سے الگ ہوجائیں گے، تو اس وقت سچے اور جھوٹے کے درمیان پورا امتیاز ہوجائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ ہماری پردہ دری نہ فرمائے اور ہماری حالت پر رحم فرمائے آمین۔

مخلوق کے ساتھ انصاف کرو

آگے فرمایا "تو تم بھی احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے احسان کیا تم پر"

قرآن کریم میں قارون کی قوم کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ قارون کو نصیحت کرتے ہوئے لوگوں نے یہ کہا "اس خزانے پر اتراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتے، تم اپنے اس خزانے اور مال و دولت کے ذریعہ آخرت کا گھر تلاش کرو، اور دنیا میں جتنا تمہارا حصہ ہے اس کو نہ بھولو"۔ دنیا میں تمہارا اتنا حصہ ہے، دو روٹیاں کھالیں، کپڑا پہن لیا، رہنے کا مکان ہو ٹوٹا پھوٹا، تمہاری جو بنیادی ضروریات ہیں، جن پر زندگی کا مدار ہے یہی تمہاری ہیں اور بس، اس سے زیادہ تمہارا کچھ نہیں"۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"یقول ابن آدم مالی، مالی قال وھل لک یا بن آدم الا یا اکلت فافنیت اولبست فابلیت اوتصدقت فامضیت" (مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۰)

"آدم کا بیٹا کہتا ہے میرا مال، میرا مال، آدم کے بیٹے! تیرا مال نہیں مگر وہ جو تو نے کھالیا، کھاکر ختم کردیا، پہن لیا، پہن کر بوسیدہ کردیا، یا صدقہ کرکے آگے بھیج دیا اور اپنے لئے ذخیرہ کردیا، اس کے علاوہ جتنا مال ہے وہ تیرا نہیں ہے تجھے غلط فہمی ہے یہ تو دوسروں کا ہے"۔

تو قارون کی قوم اسے نصیحت کررہی ہے کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے، اس سے آخرت خریدو، ایک بات، دوسری بات یہ کہ دنیا میں جتنا تمہارا حصہ ہے اس کو نہ بھولو کہ تمہارا حصہ بس اتنا ہی ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی دوسروں پر احسان کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم دوسروں کو دو، اور یہ نہ سمجھو کہ دوسروں کو دوں گا تو میرے پاس کیا رہ جائے گا۔ اپنی ضرورت رکھ کر باقی دوسروں کو دے

دو، حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحب زادی ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ خرچ کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ میں گھر میں صدقہ وغیرہ کر سکتی ہوں؟ فرمایا ہاں کر سکتی ہو اور پھر فرمایا:

"ولا تحصی فیحصی اللّٰہ علیک ولا توعی فیوعی اللّٰہ علیک"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: "اور گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر دیا کرے گا اور بند کر کے نہ رکھا کر، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر بند کر دے گا"۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان گنت دیا ہے، تم بھی ان گنت دو، اللہ تعالیٰ نے تم کو فیاضی سے دیا ہے تم بھی فیاضی سے دو، اللہ تعالیٰ نے تم کو طاقت دی ہے، اس طاقت کو لوگوں کی بھلائی پر خرچ کرو، مال دیا ہے مال کو خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے لئے۔ اسی طرح جتنی صلاحیتیں اور قوتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں ان کو خلق خدا پر خرچ کرو اور ان پر رحم کرو۔ مشہور حدیث ہے:

"الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۵)

ترجمہ: "مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبے کے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والا ہو"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"الراحمون یرحمهم الرحمن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)

ترجمہ: "رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

تم زمین والوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔

اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو

اس کے بعد فرمایا: وعادوا اعدائه "اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو"۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت رکھو، اگر اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دوستی نہیں تو تمہیں پاس محبت نہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی نہیں تو پاس غیرت نہیں ہے، اور یہ دونوں علامتیں ہیں ضعف ایمان کی اور اللہ تعالیٰ سے کمزور تعلق کی۔ ایک حدیث میں ہے:

"من احب لله، وابغض لله، واعطی لله، ومنع لله فقد استکمل الایمان"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴)

ترجمہ: "جس نے محبت کی اللہ کے لئے، اور دشمنی کی اللہ کے لئے، اور جس نے دیا اللہ کے لئے اور نہ دیا اللہ کے لئے، اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا"۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ:

"ان احب الاعمال الی اللّٰہ تعالٰی الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ ۔ رواہ احمد" (مشکوٰۃ: ۴۲۷)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کو سب اعمال میں سے سب سے زیادہ محبوب عمل ہے اللہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے بغض رکھنا"۔

افسوس ہے کہ ہمارے یہاں یہ چیز مفقود ہے، کیونکہ ہمارا رابطہ اللہ تعالیٰ سے مفقود ہے یا کمزور ہے، جب کہا جاتا ہے، کہ فلاں قسم کے لوگوں کے ساتھ لین دین نہ کرو، تو کہتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ بھی تو لین دین کی اجازت ہے، جب کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو جو دین اسلام کے باغی ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں مثلاً مرزائی، ان کو اپنی تقریبات میں نہ بلاؤ اور خود ان کی تقریبات میں نہ جاؤ، تو آپ لوگ بہانہ بنالیتے ہیں، اور میں ویسے بھی آپ لوگوں کو جیل تو نہیں بھجوادوں گا، (میرے سامنے بہانے بنانے کی کیا ضرورت ہے؟) لیکن اگر کل اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کرلیا کہ میرے دشمنوں سے کیوں تعلق رکھا تھا تو پھر کیا جواب ہوگا؟ وہ جواب سوچ کر لے جائیے۔

غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "عادوا اعدائہ" "اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو"۔

اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ دشمن سے دوستی رکھنے والا دشمن ہوتا ہے، اور دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے، گویا تم اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنی دشمنی کا اعلان کرتے ہو، تم اپنے دنیاوی تعلقات میں ایسے لوگوں سے تو قطع تعلق کرلیتے ہو جو تمہارے

دشمنوں سے دوستی رکھتے ہوں، تم ان کے یہاں نہیں جاتے، کیونکہ وہ فلاں فلاں آدمی سے تعلق رکھتا ہے جس کے ساتھ تمہارے تعلقات کشیدہ ہیں، تمہاری انا اس کو برداشت نہیں کرتی کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے تعلق رکھو، تو ذرا سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس چیز کو کیسے برداشت کرے گی کہ تم اس کے دشمنوں سے تعلق رکھو۔

اللہ کے راستہ میں جہاد کرو

آگے ارشاد فرمایا کہ: "وجاهدوا فی اللّٰه حق جهاده" "اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے اس کے راستے میں جہاد کرنے کا"۔

اس کے راستے میں جہاد کرنے کا کیا حق ہے؟ کہ جان کا نذرانہ پیش کرنے کی ضرورت ہو تو جان ہتھیلی پر رکھ کر پیش کردو۔ اور کہو کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایک جہاد میں دو صحابیؓ گئے، ایک کہنے لگے کہ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو اور تم دعا کرو تو میں آمین کہوں گا۔ ایک نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ! کل کافروں سے مقابلہ ہونے والا ہے، میرے مقابلہ میں بڑا سا کافر آئے، جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہو، میرا اس سے سخت مقابلہ ہو، پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرمائیں اس کو قتل کردوں، دوسرے نے کہا آمین، اب دوسرے نے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ یا اللہ! کل مقابلہ ہونے والا ہے، پہلے مین کافروں کو قتل کروں، اس کے بعد مجھ کو جام شہادت نصیب فرما، میں تیرے راستے میں شہید ہوجاؤں، جب آپ قیامت کے دن مجھ سے پوچھیں کہ

تجھے کیوں زخمی کیا گیا، کیوں قتل کیا گیا، کیوں تیرے تلوار ماری گئی، کیوں تجھے نیزہ لگایا گیا؟ تو میں کہوں یا اللہ یہ آپ کی خاطر کیا گیا ہے، صرف آپ کی خاطر آپ کے نام کے لئے۔ جیسے حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہ نے اپنے احباب سے فرمایا تھا کہ ہماری قبر پر یہ شعر لکھ دینا ۔

بہ لوح تربت ما یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے

"ہماری تربت کی لوح پر لوگوں کو غیب سے یہ تحریر لکھی ہوئی ملی کہ یہ جو اس قبر میں مقتول پڑا ہوا ہے بے گناہی کے سوا اس کا اور کوئی گناہ نہیں تھا"۔

حضرت قدس سرہ کو شیعوں نے شہید کر دیا تھا، مغرب کے بعد گھر میں گھس گئے اور ذبح کر دیا، شہید فی سبیل اللہ ہو گئے۔

غرضیکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں جان و مال پیش کر دو۔ جان مانگے تو جان حاضر، مال کا نذرانہ مانگے تو مال حاضر، قوتوں اور صلاحیتوں وغیرہ کا نذرانہ مانگیں وہ حاضر، وقت مانگیں وہ حاضر، جو مانگیں وہ حاضر، کیونکہ جو کچھ بھی مانگا ہے انہی کی امانت ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جان و مال کو خرید چکا ہے

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ، یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون"

ترجمہ: "بے شک اللہ نے خرید لیا ہے ایمان والوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بدلے میں کہ ان کے لئے جنت ہے، جہاد کرتے ہیں اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کے ساتھ بھی، اپنی جانوں کے ساتھ بھی، قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہو جاتے ہیں"۔

دوسرے لوگوں میں سے کوئی برادری کے لئے قتل ہوتا ہے، کوئی جاہ و منصب کے لئے قتل ہوتا ہے، اور مومن محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قتل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جان و مال کو خرید لیا اور ان کی قیمت ادا کی جاچکی ہے، یعنی جنت۔

آگے فرمایا:

"وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم" (التوبہ:۱۱۱)

ترجمہ: "یہ اللہ کے ذمہ سچا وعدہ رہا، تورات میں بھی، انجیل میں بھی، اور قرآن میں بھی، اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ سو تمہیں خوش ہو جانا چاہئے اللہ کے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے۔ اور یہ ہے بڑی کامیابی"۔

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے کہا واہ! واہ! واہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا واہ، واہ؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یا رسول

اللہ! اللہ تعالیٰ خود ہی فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ہماری جان و مال کا سودا کرلیا ہے، اللہ کی قسم نہ ہم اس سودے کو خود توڑیں گے، نہ توڑنے دیں گے، اب وہ سودا ہوچکا، پکا رہے گا، جو چیز اللہ تعالیٰ نے خریدی ہم اس کو پیش کرنے کے لئے حاضر ہیں، اللہ اس سودے کو کیوں توڑیں گے؟ بھئی یہ مطلب ہے اس ارشاد کا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے اس کے راستے میں جہاد کرنے کا" مالک کی طرف سے جس چیز کا مطالبہ ہو اس کے لئے تیار ہوجاؤ، کسی تردد اور پریشانی کی ضرورت نہیں، آگے پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہیں، کوئی جان، مال، عزت، آبرو سے محبت کی ضرورت نہیں، بیوی بچوں سے محبت کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے، اور وہ ہم سے خرید بھی چکا ہے، اور اس کی قیمت بھی ادا کرچکا ہے۔ صحابہ کرامؓ ایسے ہی کیا کرتے تھے، صحابہ کرامؓ کو جو اللہ نے چمکایا اسی بات پر چمکایا، حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ فرماتے تھے کہ ہم لوگ جب مسجد میں جاتے ہیں تو گھر والوں سے کہہ کر جاتے ہیں کہ چائے بنا کر رکھنا، میں واپس آکر پیوں گا، اور صحابہ کرامؓ جب مسجد میں جاتے، تو گھر کہہ کر جاتے کہ مسجد میں جارہے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے نہ بھیجا تو واپس آجائیں گے، ورنہ انتظار نہ کرنا، تیار ہو کر جاتے تھے۔ اللہ ہمیں بھی اس کا کوئی شمہ نصیب فرمائے۔ اللہ کے دشمنوں سے عداوت ہو، اللہ سے تعلق ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دل میں عظمت ہو، اور اس محنت پر جو کچھ ملنے والا ہے، اس کی قدر و قیمت دل میں ہو، تو پھر آدمی محض رضائے الٰہی کے لئے ہر قربانی دے سکتا ہے، اور میاں فتویٰ دماغ سے نہیں دل سے لیا جاتا ہے، کسی جگہ دل کا اور کسی جگہ دماغ کا فتویٰ چلتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آجائے تو

دماغ سے فتویٰ نہ لو، سوچوں میں نہ پڑو، دل سے فتویٰ لو۔

اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ

اس خطبہ میں آگے ارشاد ہے:

"ھو اجتباکم" "اس نے تمہیں چن لیا ہے"۔

یہ قرآن کی آیت ہے۔ غور کرو اللہ کی مخلوق کتنی پھیلی ہوئی ہے؟ پانچ ارب انسانی مخلوق بتائی جاتی ہے، لیکن ساری مخلوق میں سے اللہ نے تم کو اپنے لئے چن لیا ہے، باقی سب کو چھوڑ دیا، تم اللہ کے چنے ہوئے ہو، اور اس چناؤ پر اس کا جتنا بھی شکر بجالاؤ کم ہے۔ بہت سے لوگ ملازمت کے امیدوار بیٹھے ہوں اور گورنر ہاؤس کی نوکری کے لئے ان میں چند نوجوانوں کو چن لیا جائے اور نگاہ انتخاب خود ہی ان پر پڑجائے، نہ درخواست دی، نہ کسی کی سفارش، نہ رشوت دی۔ مالک نے تمہاری درخواست کے بغیر، سفارش کے بغیر اپنے کام کے لئے تم کو چن لیا، اپنے دین کے لئے تم کو چن لیا، تم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہو، یہ کتنا بڑا اعزاز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب بھی مجتبیٰ ہے، مصطفیٰ بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کی جماعت میں سے چنے ہوئے ہیں اور تم عام انسانوں کی جماعت میں سے چنے ہوئے ہو۔ اور صحابہ کرامؓ انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعتوں میں سے چنے ہوئے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی رسول نہیں، صحابہ کرامؓ سے بہتر دوسرے رسولوں کے صحابہ نہیں، اور تم سے بہتر دوسرے نبیوں کی امتیں نہیں۔ مجتبیٰ ہیں، یعنی چنے ہوئے ہیں۔

مسلمان: اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے

آگے فرمایا:

"وسماکم المسلمین" "اسی نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمان"۔

مسلم کی جمع ہے مسلمین، ہم مسلم ہیں، مسلم کہتے ہیں فرمانبردار کو، اسی لئے لغت کی کتابوں میں اسلام کے معنی ہیں، گردن ڈال دینا، جو کسی کے آگے اپنی گردن ڈال دے، اس کو مسلم کہتے ہیں، اور اللہ نے ہم کو مسلم کہہ دیا، ہماری سعادت ہے، ہماری خوش قسمتی ہے کہ مالک کی طرف سے ہمیں مسلمین کا خطاب دیا جارہا ہے، کہ یہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں، یہ تم پر عنایت ہے، نوازش ہے، تم بھی کچھ ان کا لحاظ کرو۔ آگے فرمایا:

"لیھلک من ھلک عن بینة ویحیا من حی عن بینة ولا قوة الا باللہ"

ترجمہ: "یہ اللہ نے اس لئے کیا ہے تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہو وہ حجت اور دلیل قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو، اور جس کو زندگی حاصل کرنی ہو وہ بھی دلیل اور حجت کے ساتھ زندگی حاصل کرے اور کوئی طاقت نہیں اللہ کے بغیر"۔

لاؤڈ اسپیکر پر درود و سلام پڑھنا ریاکاری ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور لوگ جوش میں بلند آواز سے تکبیر پڑھ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگو! تم کسی بہرے یا غائب کو

نہیں پکار رہے" آج کل لاؤڈ اسپیکر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج چل نکلا ہے، بھئی! صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟ آخر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ کس کو سنانا چاہتے ہو؟ اگر مخلوق کو سناتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم کو ذرہ برابر بھی ثواب نہیں ملے گا؟ بلکہ الٹا موجب وبال ہے، ریاکاری ہے کہ مخلوق کو سنانے کے لئے کرتے ہو؟ اور اگر اللہ کو سنانا چاہتے ہو تو وہ لاؤڈ اسپیکر کا محتاج نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ لاؤڈ اسپیکر تم نے شیطان کے کہنے پر لگایا ہے، اس نے تم کو پٹی پڑھائی ہے تاکہ وہ ریاکاری کے ذریعہ تمہارا ثواب غارت کرے، تمام بدعات کی یہی حالت ہے، میں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ سنت میں نور ہوتا ہے اور بدعت میں شور ہوتا ہے، یہ جو گا گا کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں ساری زندگی ان کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں آتی، ان کو سنت سے کوئی شغف نہیں، ان کو کبھی شرم نہیں آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام لے رہے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بھی بنالیں، "میرے مولا مدینہ بلالو مجھے" یوں ہی گا رہے ہیں، یہ تو کنجری بھی گاتی تھی ریڈیو پر، وہ نعت خواں بن گئی، تو ارشاد فرمایا "اے لوگو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم اس کو پکار رہے ہو جو سمیع وبصیر ہے، اور جو تمہارے ساتھ ہے، اور جس کو تم پکار رہے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے"۔ ایک بار صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا پروردگار ہمارے قریب ہے کہ اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم اس کو پکار کر کہیں اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:

"واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان"

لور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے، لور یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل سنت والجماعت شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہو جانا چاہئے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ	محمد سلمان
صدر المدرسین	قائم مقام ناظم
مقصود علی	عبد الرحمٰن عفی عنہ
مفتی مدرسہ	مفتی مدرسہ

مہر دار الافتاء مظاہر العلوم سہارنپور

(۹)

سبحانک ھذا بہتان عظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بعض مخلص احباب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی صاحب کی کتاب "اصلاح مفاہیم" پر میرے تأثرات لور بینات میں اس کی اشاعت کے بعد کچھ ناعاقبت اندیش حضرات سیدھے سادے مسلمانوں اور میرے احباب میں یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر سے برأت کا اعلان کر دیا ہے لور جناب علوی مالکی صاحب نے "چشم بد دور" مجھے شاذلیہ سلسلہ میں خلافت دیدی ہے۔ سبحانک ھذا بہتان

عظیم۔ میں اپنے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے بعد کسی دوسرے سے بیعت و اجازت تو کجا اس نیت سے کسی دوسرے کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ جو لوگ میری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں، میں ایسے حضرات کو اللہ سے ڈرنے اور عند اللہ مسئولیت کی یاد دہانی کراتے ہوئے عرض کروں گا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ سے اس بہتان و افتراء کے بارہ میں پوچھ لیں تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بدعت و ھویٰ کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۰/۸/۱۹ھ

سایۂ اصلی کا مفہوم:

س…… فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک عبارت ہے: ”بلوغ ظل کل شیء سوی فیء زوال.“ اس کا کیا مطلب ہے؟ اور اس استثناء سے کیا مراد ہے؟

ج…… عین نصف النہار کے وقت جو کسی چیز کا سایہ ہوتا ہے، یہ اصلی سایہ کہلاتا ہے۔ مثل اول اور مثل دوم کا حساب کرتے ہوئے سایہ اصلی کو مستثنیٰ کیا جائے گا، مثلاً عین نصف النہار کے وقت کسی چیز کا سایہ ایک قدم تھا تو مثل اول ختم ہونے کے لئے کسی چیز کا سایہ ایک مثل مع ایک قدم کے شمار ہوگا۔

نماز چھوڑنا کافر کا فعل ہے:

س…… احادیث میں آتا ہے کہ جس نے ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کفر

کیا، آپ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ کفر سے مراد اللہ نہ کرے آدمی کافر ہوگیا یا یہ کہ کفر کیا ہے یہ چھوڑی جانے والی نماز کے بعد جو نماز پڑھی جائے تو درمیان میں جو وقت گزرے کفر کی حالت میں رہا حالانکہ جس نے ایک دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا اسے کافر نہیں کہنا چاہئے۔

ج...... جو شخص دین اسلام کی تمام باتوں کو سچا مانتا ہو، اور تمام ضروریات دین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہو، اہل سنت کے نزدیک وہ کسی بدفعلی کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیا جائے گا، اس حدیث شریف میں جس کفر کا ذکر ہے وہ کفر اعتقادی نہیں بلکہ کفر عملی ہے، حدیث شریف کا قریب ترین مفہوم یہ ہے کہ اس شخص نے کفر کا کام کیا یعنی نماز چھوڑنا مومن کا کام نہیں، کافر کا فعل ہے، اس لئے جو مسلمان نماز چھوڑ دے اس نے کافروں کا کام کیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بھنگی کہہ دیا جائے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ واقعتاً بھنگی ہے بلکہ یہ کہ وہ بھنگیوں کے سے کام کرتا ہے، اسی طرح جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اگرچہ کافر نہیں لیکن اس کا یہ عمل کافروں جیسا ہے۔

بے نمازی کو کامل مسلمان نہیں کہہ سکتے:

س...... ایک آدمی پورا سال نماز نہ پڑھے تو اسے کامل مسلمان کہا جاسکتا ہے، جمعہ اور عید کی نماز بھی نہیں پڑھتا۔

ج...... اگر وہ شخص اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اور نماز کی فرضیت کا بھی قائل ہے مگر سستی یا غفلت کی بنا پر نماز نہیں پڑھتا تو ایسا شخص مسلمان تو ہے لیکن کامل مسلمان اسے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ نماز جیسے اہم اور بنیادی رکن کا تارک ہونے کی وجہ سے سخت گنہ گار اور بدترین فاسق ہے قرآن و احادیث میں نماز کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

بے نمازی کے دیگر خیر کے کام:

س...... بعض حضرات ایسے ہیں کہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، ہر طرح

غرباً کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں لیکن جب ان سے کہا جائے بھائی نماز بھی پڑھ لیا کرو، تو کہتے ہیں یہ بھی تو فرض عبادت ہے، کیا بے نمازی کے یہ سارے اعمال قبول ہوجاتے ہیں؟

ج…… کلمۂ شہادت کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن نماز ہے نماز پنجگانہ ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں، اور نماز نہ پڑھنے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں، زنا، چوری وغیرہ بڑے بڑے گناہ نماز نہ پڑھنے کے گناہ کے برابر نہیں، پس جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ اگر خیر کے دوسرے کام کرتا ہے تو ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قبول نہیں ہوں گے، لیکن ترکِ نماز کا وبال اتنا بڑا ہے کہ یہ اعمال اس کا تدارک نہیں کرسکتے۔

ان حضرات کا یہ کہنا کہ ''یہ بھی تو فرض عبادت ہے'' بجا ہے، لیکن ''بڑا فرض'' تو نماز ہے، اس کو چھوڑنے کا کیا جواز ہے؟

مسجد میں نمازِ جنازہ:

س…… گزارش یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کی جامع مسجد میں کافی عرصہ سے نماز جنازہ بیرونِ مسجد ہورہی تھی، اور یہاں مسجد سے متصل ایک بہت بڑا میدان بھی ہے، لیکن تھوڑے ہی دنوں سے مسجد کے امام صاحب نے فرمایا کہ نماز جنازہ مسجد کے اندر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اب اس کو عملی جامہ پہنایا جاچکا ہے، اس نماز جنازہ کا طریق کار کچھ یوں ہے۔

امام صاحب کے محراب کے آگے جنوبی طرف ایک دروازہ اور کھڑکیاں کھلتی ہیں، اور وہاں مسجد کی پچھلی طرف یعنی جنوب سے محراب کے اندر داخل ہونے کے لئے سیڑھیوں کے ساتھ ایک چبوترہ بنا ہوا ہے، جس پر جنازہ رکھ دیا جاتا ہے، امام صاحب اسی چبوترہ پر کھڑے ہوکر اپنے پیچھے ۵، ۷ نمازی کھڑے کردیتے ہیں، اور باقی نمازیوں کی صفیں بدستور مسجد کے اندر رہتی ہیں، یہ چبوترہ محراب سے باہر اور مسجد سے متصل ہے، بس اسی طریق کار سے نماز جنازہ ادا کی جارہی ہے۔

مزید برآں مولانا صاحب کا یہ فرمان کہ چونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے لہٰذا فرضوں کے فوراً بعد سنتوں سے پہلے نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، اور سنتیں اور نفل بعد میں ادا کی جاتی رہتی ہیں، کیا یہ صورت حال درست اور شرع کے مطابق ہے؟

ج...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر مجبوری کے مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے، خواہ میت مسجد سے باہر ہو، جب مسجد کے ساتھ کھلا میدان موجود ہے تو مسجد میں جنازہ نہ پڑھا جائے، کسی مجبوری اور عذر کی بنا پر مسجد میں جنازہ پڑھنا پڑے تو دوسری بات ہے۔

بہتر تو یہی ہے کہ جنازہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے پڑھا جائے لیکن اگر سنتوں کے بعد پڑھ لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ سنتوں سے پہلے جنازہ پڑھنے میں بعض اوقات نمازیوں کو اور اہل میت کو تشویش ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

س...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی امامت کس نے کرائی تھی؟ تفصیل سے لکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس ترتیب سے پڑھی گئی تھی؟

ج...... حاکم (ج:۳ ص:۶۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوجاؤ تو تھوڑی دیر کے لئے حجرہ سے باہر نکل جانا، سب سے پہلے مجھ پر جبریل نماز پڑھیں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت، پھر باقی فرشتے، اس کے بعد میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں گے، پھر اہل بیت کی عورتیں، پھر گروہ در گروہ آکر تم سب مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔

چنانچہ اسی وصیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی، اس نماز میں کوئی امام نہیں تھا بلکہ صحابہ کرام گروہ در گروہ حجرۂ شریفہ میں داخل ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے، یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ تھی، ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک گروہ کے ساتھ حجرۂ نبوی میں داخل ہوئے اور جنازہ پڑھا، اس طرح تیس ہزار مردوں اور عورتوں نے آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی، اس مسئلہ کی تفصیل حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ ﷺ'' (جلد:۳ ص:۱۸۷ ومابعد) میں اور اس ناکارہ کی کتاب ''عہدِ نبوت کے ماہ و سال'' (ص:۳۸۰) میں ملاحظہ کی جائے۔

گاؤں میں جمعہ:

س...... ایک بستی جو تقریباً بیس مکانات پر مشتمل ہے، گاؤں میں ایک مسجد ہے اور بازار نہیں اس گاؤں کے آس پاس قریب قریب چند متفرق مکانات پر مشتمل بستیاں ہیں، ہر بستی کی اپنی اپنی مسجد ہے، کل آبادی مردم شماری کے اعتبار سے تقریباً دو اڑھائی سو ہوگی، یہاں ایک عالم بھی موجود ہے، تو ان سب بستیوں کے باشندوں کے مطالبہ پر گزشتہ رمضان المبارک سے ان مولوی صاحب نے لوگوں کو جمع کرکے اس گاؤں کی مسجد میں نماز جمعہ جاری کی ہے اب علاقہ کے حنفی دیوبندی علماء نے اس جمعہ کی تائید کی ہے اس بنا پر کہ تین چار ماہ سے لوگ شوق و رغبت سے حاضر ہو رہے ہیں اور جمعہ بند کرنے کی صورت میں لوگوں میں انتشار و افتراق اور شکوک و شبہات پیدا ہوکر فتنہ و فساد کا قوی خدشہ ہے، اور مصر جامع کی تعریف بھی علماء احناف میں مختلف فیہ ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ میں جمعہ کے لئے ایک نوع تمدن کی ضرورت پر زور دینے کے بعد ایک نوع تمدن کی تعریف بحوالہ حدیث یہ لکھتے ہیں کہ جہاں عاقل بالغ پچاس مرد رہتے ہوں ان کے نزدیک جامع کی یہی تعریف ہے اسی پر عمل کیا جائے اور جمعہ کو بند نہ کیا جائے۔

ج...... جو صورت جناب نے تحریر فرمائی ہے حنفی مذہب کے مطابق اس میں جمعہ جائز نہیں، ''مصر جامع'' کی تعریف میں حضرات فقہاء کے الفاظ مختلف ضرور ہیں، لیکن کوئی تعریف میری نظر سے ایسی نہیں گزری جس کی رو سے بیس مکانات کی بستی میں

''مصر جامع'' کے لقب سے سرفراز ہوسکے۔

رہا یہ کہ لوگوں کے فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے یہ کوئی عذر نہیں، کیا شریعت کو لوگوں کی خواہشات کے تابع کیا جائے گا؟ کہ اگر مسئلہ ان کی خواہش کے مطابق ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اسلام ہی کو جواب دے جائیں گے؟ ہاں! ان مولوی صاحب سے برگشتہ ہونا ضروری ہے لیکن اگر مولوی صاحب بھی یہ اعلان کردیں کہ مجھ سے حماقت ہوئی کہ میں نے محض خود رائی سے جمعہ شروع کرادیا تو امید ہے کہ لوگ ان کو بھی معاف کردیں گے، اور اگر شرعی مسئلہ کے علی الرغم لوگ جمعہ پڑھتے رہے تو سب کے ذمہ ظہر کی نماز باقی رہے گی، جس کا وبال نہ صرف جمعہ پڑھنے والوں کی گردن پر ہوگا، بلکہ سب کی نماز ہی غارت ہونے کا وبال جمعہ پڑھانے والے مولوی صاحب پر بھی ہوگا، اول تو شاہ صاحب کا مطلب آپ سمجھے نہیں، علاوہ ازیں شاہ صاحب کسی فقہی مذہب کے امام نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے، اور جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ضعیف ہے۔

عورتوں کا جمعہ اور عیدین میں شرکت:

س...... بعض حضرات اس پر زور دیتے ہیں کہ عورتوں کو جمعہ، جماعت اور عیدین میں ضرور شریک کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ، جماعت اور عیدین میں عورتوں کی شرکت ہوتی تھی، بعد میں کون سی نئی شریعت نازل ہوئی کہ عورتوں کو مساجد سے روک دیا گیا؟

ج...... جمعہ، جماعت اور عیدین کی نماز عورتوں کے ذمہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت زمانہ چونکہ شر و فساد سے خالی تھا، ادھر عورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام سیکھنے کی ضرورت تھی، اس لئے عورتوں کو مساجد میں حاضری کی اجازت تھی اور اس میں بھی یہ قیود تھیں کہ باپردہ جائیں، میلی کچیلی جائیں، زینت نہ کریں، خوشبو نہ لگائیں اس کے باوجود عورتوں کو ترغیب دی جاتی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتھن خیر لھن." (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص:۹۶)

ترجمہ:...... "اپنی عورتوں کو مسجدوں سے روکو، اور ان کے گھران کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها." (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص:۹۶)

ترجمہ:...... "عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر کی چار دیواری میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کا پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا اگلے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

مسند احمد میں حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں، آپ نے فرمایا:

"قد علمت انک تحبین الصلوٰة معی، وصلاتک فی بیتک خیر لک من صلاتک فی حجرتک، وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک، وصلاتک فی دارک خیر لک من مسجد قومک، وصلاتک فی مسجد قومک

خیر لک من صلاتک فی مسجدی. قال: فامرت فبنیت مسجد فی اقصیٰ شیٔ من بیتھا واظلمه، فکانت تصلی فیه حتی لقیت اللّٰہ عزوجل.“(مسند احمد ج:۶ ص:۳۷۱)

”وقال الھیثمی ورجاله رجال الصحیح غیر عبداللّٰہ بن سوید الانصاری، و ثقه ابن حبان.“

(مجمع الزوائد ج:۲ ص:۳۴)

ترجمہ:...... ”مجھے معلوم ہے کہ تم کو میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے، مگر تمہارا اپنے گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور احاطے میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (میرے ساتھ) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد سنکر اپنے گھر کے لوگوں کو حکم دیا کہ گھر کے سب سے دور اور تاریک ترین کونے میں ان کے لئے نماز کی جگہ بنادی جائے، چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق جگہ بنادی گئی، وہ اسی جگہ نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملیں۔“

ان احادیث سے عورتوں کے مساجد میں آنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک بھی معلوم ہوجاتا ہے، اور حضرات صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذوق بھی۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعادت کی بات تھی، لیکن بعد میں جب

عورتوں نے ان قیود میں کوتاہی شروع کردی جن کے ساتھ ان کو مساجد میں جانے کی اجازت دی گئی تو فقہائے امت نے ان کے جانے کو مکروہ قرار دیا، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

"لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل."

(صحیح بخاری ج:۱ص:۱۲۰، صحیح مسلم ج:۱ص:۱۸۳، موطا امام مالک ص:۱۸۴)

ترجمہ:......"عورتوں نے جو نئی روش اختراع کرلی ہے اگر رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے، جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔"

اذان سے قبل مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی شرعی حیثیت:

س:...... کچھ دنوں پہلے میری ایک شخص سے اس بات پر تکرار ہوئی کہ اذان سے قبل مروجہ صلوٰۃ وسلام جس کا رواج آج کل عام ہوگیا ہے یہ بدعت ہے یا نہیں، میرا موقف یہ تھا کہ اذان سے قبل مروجہ صلوٰۃ وسلام چونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اور سنت کے خلاف ہے جب کہ اس شخص کا کہنا تھا کہ مروجہ صلوٰۃ وسلام بدعت تو ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور اس کے کرنے والے کو اجر و ثواب ملے گا اور اپنے موقف کی وضاحت کے لئے اس نے درمختار اور چند اور فقہ کی کتابوں اور بعض علمائے دیوبند کی عبارتوں سے مثلاً مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقیؒ کی کتاب "علم الفقہ" کے حوالے سے کہا کہ ان بزرگوں نے بھی مروجہ صلوٰۃ وسلام قبل الاذان کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے اور اس کے کرنے کو باعث اجر وثواب لکھا ہے، مزید اس نے یہ بھی کہا کہ مدارس عربیہ وغیرہ بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں تھے لہٰذا یہ بھی بدعت ہیں پھر تم مدارس وغیرہ کیوں بناتے ہو، ازراہ کرم آپ ان

چند امور کا جواب باصواب عنایت فرما کر میرا اور میرے چند ساتھی دوستوں کا خلجان دور فرمائیں، اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ج…… درمختار میں صلوٰۃ وسلام قبل الاذان کو ذکر نہیں کیا بلکہ بعد الاذان کو ذکر کیا ہے، درمختار کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: فائدہ: اذان کے بعد سلام کہنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں سوموار کی رات کو عشاء کی اذان میں ایجاد ہوا، پھر جمعہ کے دن، پھر دس سال بعد مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں، پھر مغرب میں دو مرتبہ اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

لیکن محشی نے اس کو ناقابلِ التفات کہا ہے۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ سو سال بعد ایجاد ہوئی ہو اس کو دین میں کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟

الغرض درمختار کا حوالہ تو اس نے بالکل غلط دیا اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی کتاب ''علم الفقہ'' میرے پاس نہیں۔ اس سے کہا جائے کہ اس کا فوٹو اسٹیٹ مجھے بھیج دیں۔

بیوی کے زیور پر زکوٰۃ:

س ۱:…… میں نے جمعہ کے اخبار میں پڑھا کہ بیوی کو اپنے زیور کی زکوٰۃ خود دینی چاہئے، تو مہربان! وہ بیوی تو اپنے زیور کی زکوٰۃ خود دے سکتی ہے جو کسی بھی قسم کی سروس کرتی ہو، لیکن وہ بیوی کہاں سے دے گی جس کا دار و مدار میاں کی تنخواہ پر ہو؟ اور تنخواہ بھی کم۔ اس کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

س ۲:…… میری عمر تقریباً ۴۰ سال ہے، اور میری شادی کو ۵ سال گزر چکے ہیں، میرے یہاں اولاد کوئی نہیں ہوئی، ذرا مہربانی کرکے بتائیں کہ کیا رکاوٹ ہے؟ میں ڈاکٹر، حکیموں کا اپنی حیثیت کے مطابق علاج کراچکی ہوں، سب کہتے ہیں نارمل ہے، میں اس لئے زیادہ پریشان ہوں کہ میری عمر ویسے ہی کافی ہے اگر اور زیادہ ہوگئی تو کیا ہوگا؟ کیونکہ میرے سسرال والے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، ویسے میرے شوہر کی عمر میرے سے کم ہے۔

ج ۱:...... اگر بیوی کے پاس روپیہ پیسہ زکوٰۃ دینے کے لئے نہیں تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ اتنا زیور رکھا ہی نہ جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہو، دوسری یہ کہ زیور ہی کا کچھ حصہ فروخت کرکے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

ج ۲:......اٹھارویں پارے میں سورۃ النور ہے، اس کی آیت نمبر:۴۰ جو "اَوْ كَظُلُمَاتٍ" سے شروع ہوکر "فَمَا لَهٗ مِن نُّوْرٍ" پر ختم ہوتی ہے، چالیس لونگ لے کر یہ آیت ہر لونگ پر سات سات مرتبہ پڑھیں، جس دن حیض کے غسل سے پاک ہوں ایک ایک لونگ رات کو سوتے وقت کھایا کریں، مسلسل چالیس دن تک کھائیں، اور اوپر پانی نہ پیا کریں، اور کبھی کبھی اپنے میاں سے ملا کریں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اولاد ہوگی، اور یہ نیت کرلیں کہ انشاء اللہ اولاد کو قرآن مجید حفظ کرائیں گے اور دین کا خادم بنائیں گے۔

تھوڑی تھوڑی کرکے زکوٰۃ ادا کرنا:

س ...... میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے اور جس کی زکوٰۃ ۲۵۰۰ روپیہ ہوتی ہے اور میں زکوٰۃ کو اس طرح ادا کرتا ہوں، کہ سال شروع ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردیتا ہوں کبھی ۵۰، کبھی ۱۰۰ جیسے جیسے ضرورت مند ملتا ہے ویسے دیتا رہتا ہوں اور جیسے ہی سال ختم ہوتا ہے میں اس سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کردیتا ہوں تو کیا یہ زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

ج ...... اگر تھوڑی تھوڑی کرکے زکوٰۃ دی جائے تو بھی ادا ہوجاتی ہے۔

س ...... میں واپڈا ملازم ہوں اور مجھے میڈیکل سہولت ملی ہوئی ہے میں نے ڈاکٹر سے جو واپڈا کا میڈیکل آفیسر ہے اس سے دوا لکھوائی اور واپڈا کے میڈیکل اسٹور پر دوا لینے گیا تو اسٹور کیپر نے کہا کہ کچھ دوا ہے وہ لے لو اور جو دوا نہیں ہے اس کے پیسے لے لو تو وہ پیسے لے کر گھر پہنچا تو گھر میں معلوم ہوا کہ آٹا وغیرہ یا اور کوئی ضرورت کی چیز نہیں ہے تو میں نے ان پیسوں کو استعمال کرلیا تو میرے لئے یہ جائز ہے یا

نہیں؟ یا ان کی دوا ہی لینی چاہئے تھی۔

ج...... اگر واقعی ضرورت کے لئے دوا لکھوائی تھی تو وہ پیسے آپ کے ہوگئے، ان کا جو چاہیں کریں۔

اضطباع ساتوں چکروں میں ہے:

س...... مجھ کو جو بھی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے اس میں یہی لکھا ہوا پایا ہے کہ اضطباع ''جس طواف میں اضطباع مسنون ہے'' پورے طواف یعنی ساتوں چکروں میں مسنون ہے لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب کا کہنا ہے کہ رمل کی طرح یہ بھی صرف پہلے تین چکروں میں مسنون ہے، ان کو لوگوں نے ٹوکا کہ مسئلہ غلط بتلا رہے ہیں لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے، برائے مہربانی بتلائیں کہ حنفی فقہ میں واقعی ایسی کوئی روایت ہے؟

ج...... مناسک ملا علی قاریؒ میں لکھا ہے کہ اضطباع ساتوں پھیروں میں مسنون ہے علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

''وفی شرح اللباب: واعلم ان الاضطباع سنة فی جمیع اشواط الطواف. کما صرح به ابن الضیاء.'' (ردالمحتار ص:۴۹۵، ج:۲)

ترجمہ:...... ''اور شرح لباب میں ہے: واضح ہو کہ اضطباع تمام چکروں میں مسنون ہے، جیسا کہ ابن ضیاءؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔''

س...... میں نے کتابوں میں یہی لکھا ہوا پایا ہے کہ اگر کوئی شخص احرام میں مرجائے تو غیرمحرم کی طرح اس کو کفن دیا جائے، اس کا سر ڈھانکا جائے، کافور اور خوشبو وغیرہ لگائی جائے لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب کا کہنا ہے کہ اس کو احرام ہی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے لیکن اگر عورت ہو تو اس کو کفن دیا جائے برائے مہربانی بتلائیں کہ اس معاملہ میں حنفی فقہ کیا ہے، کیا واقعی مرد کے لئے الگ حکم ہے اور عورت کے لئے الگ؟

ج...... حنفیہ کے نزدیک موت سے احرام ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص حالت احرام

میں فوت ہوجائے تو اسے بھی عام مرنے والوں کی طرح مسنون کفن دیا جائے گا، اس کا سر ڈھانکا جائے گا اور خوشبو بھی لگائی جائے گی۔ یہ بات دوسری ہے کہ قیامت کے دن اس کو حالت احرام میں اٹھایا جائے گا۔

وزارت مذہبی امور کا کتابچہ

س:...... گزارش ہے کہ آج آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اس سال "وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد" سے ایک کتابچہ حجاج کرام کے نام بھیجا گیا ہے جس کا نام ہے "آپ حج کیسے کریں؟" یہ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ اور اکتوبر ۱۹۸۰ء کا شائع شدہ ہے اس کے صفحہ ۸۹ پر رمی کے سلسلہ میں تحریر ہے کہ "بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورتیں، بوڑھے اور کمزور مرد وہاں نہ جائیں وہ اپنی کنکریاں دوسروں کو دے دیں۔" اور صفحہ ۹۴ پر بھی عورتوں کو کنکریاں مارنے کے لئے منع کیا ہے چنانچہ اس سال بہت سی عورتوں نے اس مسئلہ پر آنکھ بند کرکے عمل کیا اور تین دن میں ایک دن بھی کنکریاں مارنے، نہ دن میں اور نہ رات میں گئی تھیں، اسی صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے کہ عورتیں اگر جانا چاہیں تو مغرب کی نماز کے بعد جائیں، چنانچہ میں نے بھی اسی پر عمل کیا اور میری خوش دامن نے بھی جو میرے ہمراہ تھیں اور بھی بہت سی عورتوں نے کہا کہ جب مذہبی امور کی وزارت نے اور اپنے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے لکھا ہے تب تو بالکل صحیح ہی ہوگا۔

یہاں آنے پر علماء سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا کنکریاں مارنا واجب ہے اگر دن میں بھیڑ تھی تو رات کو دیر کرکے جب بھیڑ کم ہوجاتی تب جانا چاہئے تھا، اور اس طرح سے ترک واجب پر ہر عورت پر ایک ایک دم واجب ہوتا ہے جو کہ حدود حرم ہی میں دیا جائے گا، لہٰذا ہم اب کیسے وہاں دم دینے کا بندوبست کریں اور دم نہ دینے کی

وجہ سے جن جن عورتوں کو معلوم بھی نہیں ہے اور وزارت مذہبی امور پاکستان کے کتابچہ کے مطابق عمل کرکے مطمئن ہیں کہ ہمارا حج مکمل ہوگیا ہے ان ہزاروں عورتوں کو کس طرح بتلادیا جائے کہ ایک ایک دم حدودِ حرم میں مزید دینے کا بندوبست کرو، اور اس کا گناہ کس پر آئے گا؟ اور اس طرح ہزاروں عورتوں کا حج ناقص کرانے کا گناہ کس پر ہوگا، جو حکم شرعی ہو مطلع فرمائیں۔ (نوٹ) فوٹو اسٹیٹ کتابچہ کا منسلک ہے۔

ج: مسئلہ وہی ہے جو علمائے کرام نے بتایا، خود رمی نہ کرنا بلکہ کسی دوسرے سے رمی کرالینا، اس کی اجازت صرف ایسے کمزور مریض کے لئے ہے جو خود وہاں تک جانے اور رمی کرنے پر قادر نہ ہو۔

عورتوں کے لئے یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت رمی کرسکتی ہیں اس لئے جن عورتوں نے بغیر عذرِ صحیح کے خود رمی نہیں کی، وہ واجب حج کی تارک ہیں، اور ان کے ذمہ دم لازم ہے، وہ کسی ذریعہ سے اتنی رقم مکہ مکرمہ بھیجیں جس کا جانور خرید کر ان کی طرف سے حدودِ حرم میں ذبح کیا جائے، ورنہ ان کا حج، ترکِ واجب کی وجہ سے ہمیشہ ناقص رہے گا، اور وہ گناہگار رہیں گی۔

رہا یہ کہ ہزاروں عورتوں نے اس غلط مشورے پر عمل کرکے جو اپنے حج خراب کئے اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں گناہگار ہیں، ایسی غلط کتابیں لکھنے والے بھی، اور ایسے کچے پکے کتابچوں پر عمل کرنے والے بھی۔

جو لوگ حج کا طویل سفر کرتے ہیں ہزاروں روپے کے مصارف اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں وہ تھوڑی سی یہ زحمت بھی برداشت کرلیا کریں کہ حج پر جانے سے پہلے محقق اور معتبر علمائے دین سے حج کے مسائل معلوم کرلیا کریں، محض غلط سلط کتابچوں پر اعتماد کرکے اپنا سفر کھوٹا نہ کیا کریں۔

ہم وزارت مذہبی امور سے اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ غلط قسم کے کتابچے شائع کرکے ہزاروں لوگوں کا حج برباد نہ کریں۔

کرسچن بیوی کی نومسلم بہن سے نکاح:

س ...... میں ایک کرسچن عورت ہوں، میرا شوہر میری بہن کو بھگا کر اوکاڑہ لے گیا، جب کہ وہ لڑکی بھی عیسائی ہے، دونوں مسلمان ہوئے اور نکاح کرلیا، جب کہ میرے چھ بچے ہیں، نہ مجھے طلاق دی اور نہ بتایا، آپ سے عرض یہ ہے کہ آپ کا مذہب اسلام شرعی طور پر اس کی کیا اجازت دیتا ہے کہ دونوں بہنوں سے نکاح جائز ہے، اور دونوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟ جب کہ ایک عیسائی ہو اور دوسری مسلمان، تفصیل سے جواب دیں، میرا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔

ج ...... شرعاً دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اور عیسائی (اہل کتاب) میاں بیوی کے جوڑے میں سے اگر شوہر مسلمان ہوجائے تو نکاح باقی رہتا ہے، لہٰذا آپ کا نکاح بدستور باقی ہے، جب تک کہ اس نے طلاق نہ دی ہو، اور جب تک آپ کا نکاح باقی ہے وہ آپ کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا، عدالت کا فرض ہے کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے۔ واللہ اعلم

ہر ایک سے گھل مل جانے والی بیوی کا حکم:

س ...... ایک صحابی نے شکایت کی یہ میری بیوی کسی طلبگار کا ہاتھ نہیں جھٹکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، حضورؐ نے فرمایا تو پھر اس سے فائدہ اٹھاؤ، یہ روایت کیسی ہے؟ یہ بھی درایت کے خلاف معلوم ہوتی ہے؟

ج ...... مشکوٰۃ شریف باب اللعان فصل ثانی میں یہ روایت ہے ابن عباسؓ سے اور اس

کے رفع و وقف میں اختلاف نقل کرکے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے: "لیس ثابت." اگرچہ اس کی تاویل بھی ہوسکتی ہے کہ: "لا ترد ید لامس." سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک سے گھل مل جاتی ہے، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوگا کہ اس کی محبت کی وجہ سے یہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا۔

حضرت سودہؓ کو طلاق دینے کے ارادہ کی حکمت:

س...... ایک آدمی اپنی بیوی کو اس لئے طلاق دے دے کہ وہ بوڑھی ہوگئی اور اس کے قابل نہیں رہی، اس بات کو کوئی بھی بنظر استحسان نہیں دیکھتا، ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سودہؓ کو ان کے بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دینا چاہی، پھر جب حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تو آپ نے طلاق کا ارادہ بدل لیا۔ یہ بات حضورؐ کی ذات اقدس سے بعید معلوم ہوتی ہے اور مخالفوں کے اس اعتراض کو کہ نعوذ باللہ تعدد ازواج کی غرض شہوت رانی تھی، تقویت ملتی ہے، حالانکہ حضورؐ کو یتیموں اور بیواؤں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا جاتا ہے۔

ج ...... عرب میں طلاق معیوب نہیں سمجھی جاتی جتنی کہ ہمارے ماحول میں اس کو قیامت سمجھا جاتا ہے، علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْکَ مَنْ تَشَآءُ." فرماکر آپ کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دے دیا گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کی علیحدگی کا فیصلہ کرلینا کسی طرح بھی محل اعتراض نہیں۔ اور ازدواجی زندگی صرف شہوت رانی کے لئے نہیں ہوتی موانست اور موالفت اس کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ بہت ممکن ہے کسی وقت کسی بی بی سے موانست نہ رہے اور طلاق کا فیصلہ کرلیا جائے اور حضرت عائشہؓ کو اپنی باری دے دینا اور اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہوجانا حضرت ام المؤمنین سودہؓ کا وہ ایثار تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ تبدیل فرمالیا، اس پر اس سے زیادہ گفتگو کرتا لیکن یہاں اشارہ کافی ہے۔

نصرانی عورت سے نکاح:

س ...... نصاریٰ خود حق تعالیٰ کے قول: "وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَةٌ." سے مشرک ہیں اور مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی: "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ." میں اس کی تصریح ہے، پھر نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کیوں جائز ہے؟ جس وقت قرآن اترا تھا اس وقت بھی قرآن کے مطابق وہ مشرک تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ پہلے ان سے نکاح جائز تھا اور اب ناجائز ہے کچھ معقول نہیں معلوم ہوتا۔

ج ...... بہت سے اہل علم کو یہی اشکال پیش آیا اور انہوں نے کتابیات سے نکاح کو عام مشرکین کے ساتھ مشروط کیا، لیکن محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ." کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

س ...... آپ نے فرمایا کہ محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ." کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اس جواب سے تسلّی نہیں ہوئی۔

ج ...... مطلب یہ کہ نصرانیات کا مشرکات ہونا تو واضح ہے اس کے باوجود ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ." کا حکم کتابیات کے لئے نہیں غیر کتابیات کے لئے ہے۔

نیوتہ کی رسم:

س ......شادی کی تقریب میں جو کھانا کھلاتے ہیں جسے ولیمہ کہا جاتا ہے جو شادی کے دوسرے دن کیا جاتا ہے بعض حضرات تو کئی دنوں کے بعد ولیمہ کرتے ہیں اور اس کھانے کے بعد وہ لوگ کھانا کھانے والوں سے کچھ رقم لیتے ہیں ۵۰ یا ۱۰۰ جیسی بھی حیثیت ہو اس حساب سے یا پھر جتنے دیئے ہوتے ہیں اتنے یا اس سے زیادہ وصول کرتے ہیں جسے نیوتہ کہتے ہیں اور لینے والا اس نیت سے لیتا ہے کہ میں آئندہ اس کے ولیمہ میں ۱۰۰ کی بجائے ۱۵۰ دوں گا اور دینے والا بھی اس نیت سے دیتا ہے کہ

مجھے آئندہ اس سے زیادہ رقم ملے گی تو کیا اس نیت سے نیوتہ لینا اور دینا جائز ہے، اور اگر لینے کی نیت نہ ہو صرف اس لئے دے کہ کہیں رشتہ داروں سے قطع تعلقی نہ ہو یا پڑوس والے برا نہ محسوس کریں اور نہ لینے کی نیت سے کچھ رقم دے کر ولیمہ کھالے تو کیا اس طریقہ سے کھانا کھانے والے پر بھی گناہ ہوگا حالانکہ اس کی واپس لینے کی نیت نہیں ہے۔

ج..... میاں بیوی کی تنہائی جس رات ہو اس سے اگلے دن ولیمہ حسب توفیق مسنون ہے، نیوتہ کی رسم بہت غلط ہے، اور بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے، اس لئے واپس لینے کی نیت سے ہرگز نہ دیا جائے، جو کچھ دینا ہے، ہدیہ کی نیت سے دے دیا جائے، واپسی کی نہ نیت ہو نہ توقع ہو۔

"مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی" کہنے سے طلاق؟

س..... ایک شخص مثلاً زید اپنے گھر بار سے بے ربط عرصۂ تقریباً دو سال سے بالغد و والآصال بہردپ کی زندگی بسر کر رہا ہے، گزشتہ سال ماہ اکتوبر میں متعلقین نے زید سے حقائق معلوم کرنے کے لئے باز پرس کی، منازعت کے بعد مذکور شخص نے روبرو گواہاں کے مندرجہ ذیل تحریر دی:

۱:..... ماہ فروری ۱۹۸۸ء تک اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچنے کا پابند رہوں گا۔

۲:..... معینہ مدت تک مبلغ تین سو روپیہ ماہوار اپنی منکوحہ اور بچوں کے نان ونفقہ کے لئے بھیجتا رہوں گا۔

۳:..... انحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی۔ یہ یاد رہے مندرجہ ذیل الفاظ سے منحرف ہونے والے کی منکوحہ کو مقاطعہ سمجھا جاتا ہے، لہٰذا زید نے اس سے تجاوز کیا، اس صورت میں قرآن وسنت کی روشنی میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

ج..... في الخانية: "رجل قال كل حلال علي حرام او قال كل حلال او

قال حلال الله او قال حلال المسلمين وله امراة ولم ينو شيئاً اختلفوا فيه قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل والفقيه ابو جعفر وابوبكر الاسكاف وابوبكر بن سعيد رحمهم الله تعالىٰ تبين منه امرأته بتطليقة واحدة وان نوىٰ ثلاثا فثلاث، وان قال لم انو به الطلاق، لا يصدق قضاءً لانه صار طلاقًا عرفًا. ولهٰذا لا يحلف به الا الرجال."

(فتاوی قاضی خان بر حاشیہ فتاویٰ ہندیہ ص:۵۱۹ ج:۱)

ترجمہ:...... "خانیہ میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ: سب حلال مجھ پر حرام ہے، یا ہر حلال، یا یہ کہ اللہ کی جانب سے تمام حلال، یا مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام ہے، اور اس کی بیوی بھی ہے، یا اس نے کوئی نیت نہیں کی، اس میں (علماء کا) اختلاف ہے، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضلؒ، فقیہ ابوجعفرؒ، ابوبکر اسکافؒ اور ابوبکر بن سعیدؒ کے نزدیک (یہ الفاظ کہنے سے) اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی، اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاً اس کو سچا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ عرف میں یہ طلاق کے الفاظ ہیں۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں زید کے الفاظ: "انحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی۔" تعلیق طلاق کے الفاظ ہیں، پس جب اس نے شرط پوری نہیں کی تو اس کی بیوی پر فروری ۱۹۸۸ء گزرنے پر طلاق بائن واقع ہوگئی، عدت پوری ہونے کے بعد عورت دوسری جگہ اپنا عقد کرسکتی ہے۔

تین طلاق کا حکم:

س...... گزارش خدمت ہے کہ آپ کا کالم بہت مفید ہے، اور لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن ایک بات سمجھ نہیں آئی جو طلاق کے بارے میں ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے کے بعد بغیر مقررہ تین ماہ گزرنے کے طلاق ہوجاتی ہے۔

میاں بیوی کئی سال اکٹھے رہتے ہیں، ان کے پیارے پیارے بچے بھی ہوتے ہیں، انسان ہونے کے ناطے کسی وقت غصہ آہی جاتا ہے، اور بکواس منہ سے نکل جاتی ہے، لیکن بعد میں ندامت ہوتی ہے، تو یقیناً خدا تعالیٰ جو بہت ہی غفور الرحیم ہے معاف فرمادیتا ہے، ورنہ تو کئی گھر اجڑ جائیں۔

قانون کے تحت تین طلاقیں تین ماہ میں پوری ہوتی ہیں، خواہ ایک ہی وقت میں دی جائیں، تین ماہ گزر جانے کے بعد تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا کیونکہ تین ماہ کی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اگر تین طلاقیں ایک دم دینے پر فوری طور پر طلاق ہوجاتی ہو تو پھر تو یورپ وامریکہ والی طلاق بن جاتی ہے، جو یقیناً اسلامی نہیں۔

اب اصل بات لکھتا ہوں، جو امید ہے کہ آپ من وعن شائع فرمائیں گے اور جواب سے نوازیں گے تاکہ سب لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

آپ کے کالم میں متعدد بار جواب میں پڑھا کہ تین بار ایک ہی وقت دی گئی طلاق، طلاق ہوگئی، مدت کا ذکر نہیں ہوتا کہ کتنے عرصہ کے بعد طلاق واقع ہوگی، یعنی فوری طلاق ہوگئی، قرآن کریم میں تو خدا تعالیٰ نے طلاق کو سخت ناپسند فرمایا ہے، اور صرف انتہائی صورت میں جب گزارے کی صورت نہ ہو، طلاق کی اجازت دی ہے، اور اس میں بھی تین طلاقیں رکھی ہیں تاکہ تین ماہ کے عرصہ میں احساس ہونے پر رجوع ہوسکے۔

انگریزی حکومت میں (یہ قانون اب بھی ہوگا) اگر کوئی شخص بغیر اطلاع دیئے ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوتا تو اگر چھ ماہ کے اندر واپس آجاتا تو وہ فارغ نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اپنی ملازمت میں ہی رہتا تھا، دہلی میں ایک دوست کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا تھا کہ چھ ماہ کے اندر واپس حاضر ہوجانے سے اس کی ملازمت ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری رہی۔

اسی طرح طلاق کے لئے جو تین ماہ کی مدت ہے اس سے طلاق دینے والے کو اس کے اندر طلاق واپس لینے کا حق ہے، ہاں تین ماہ گزر جانے کے بعد واپسی کی صورت نہیں رہے گی، اگر تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے سے فوراً طلاق ہوجاتی ہے، تو پھر تو یورپ وامریکہ والی طلاق ہوجائے گی جو یقیناً اسلامی نہیں۔

میری ناقص رائے میں ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی جانے پر آپ کے جواب میں تین ماہ کی مہلت کا بھی ذکر آنا چاہئے، بصورت دیگر گھر بھی اجڑیں گے اور بچے بھی۔

ج...... شرعی مسئلہ تو وہی ہے جو میں نے لکھا، اور ائمہ اربعہ اور فقہائے امت اسی کے قائل ہیں، آپ نے جو شبہات لکھے ہیں ان کا جواب دے سکتا ہوں، مگر ضرورت نہیں سمجھتا، اگر کسی طرح کی گنجائش ہوتی تو اس کے اظہار میں بخل نہ کیا جاتا، لیکن جب گنجائش ہی نہ ہو تو کم از کم میں تو اپنے آپ کو اس سے معذور پاتا ہوں۔

زہر کھانا قانوناً منع اور شرعاً حرام ہے، لیکن اگر کوئی کھا بیٹھے اور اس کے نتیجے میں ڈاکٹر یہ لکھ دے کہ اس زہر سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے تو مجرم ڈاکٹر نہیں کہلائے گا، اس کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے زہر کے اثر اور نتیجہ کو ذکر کردیا۔

حرمتِ مصاہرت کے لئے شہوت کی مقدار:

س...... علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو لمس کرتا ہے شہوت کے ساتھ، لیکن اس کو شہوت پہلے موجود تھی، بعد میں اس نے کسی عالم سے پوچھا پھر اس عالم نے کہا کہ اگر پہلے شہوت موجود ہے تو شہوت کا بڑھنا شرط ہے، پھر اس شخص نے کہا کہ چلو میں کسی اور مسلک کو اختیار کرتا ہوں جس میں حرمت مصاہرت لمس سے نہ ہو، پھر تقریباً ایک سال گزرا تو اس شخص نے ہدایہ ثانی اور شرح وقایہ میں وضاحت سے پڑھا کہ شہوتِ لمس وہ معتبر ہے جس سے اس کا ذکر منتشر ہو، اگر ذکر پہلے سے منتشر ہے تو لمس کی وجہ سے انتشار زیادہ ہوگیا ہو، اب اس نے غور کیا

کہ لمس کی وجہ سے انتشار بڑھایا نہیں؟ تو اس کو شبہ نظر آیا اور پہلے کنزالدقائق میں صرف یہ پڑھا کہ لمس بشہوت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، یہ معلوم نہ تھا کہ لمس بشہوت کی تعریف کیا ہے؟ اور میرے دماغ میں صرف یہ تھا کہ لمس بشہوت وہ ہے جو عورت کو لمس کرنے سے مذی نکلے، پھر عالم سے اس بنا پر سوال کیا تھا کہ اگر شہوت پہلے موجود ہے؟ تو اس نے کہا کہ پھر شہوت زیادہ ہو، تو اب ہدایہ ثانی پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لمس بشہوت کی تعریف یہ ہے اور تعریف معلوم ہونے کے بعد عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آرہا ہے تو اب اس شبہ کا اعتبار کروں یا نہیں؟ کیا اس صورت میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور علمائ نے بھی یہ نہ پوچھا کہ لمس بشہوت کی تعریف آپ کو معلوم ہے؟ اور اب عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آتا ہے تو اس مسئلہ میں علمائ کرام کیا فرماتے ہیں؟ ایک سال تقریباً سوچنے کے بعد شبہ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

۲:...... اگر شبہ کا اعتبار کیا جائے گا تو وہ عورت سے کیسے پوچھے کہ آپ کو شہوت تھی یا نہیں یا عورت کی شہوت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟

۳:......اگر دوسرے مذہب پر کلی طور پر چلے تو صحیح ہے یا نہیں؟ حالانکہ سارے مذاہب حق ہیں جو بھی آدمی راستہ لے لے۔

ج...... "دع ما یریبک الی ما لا یریبک" حدیث نبویؐ ہے، جب شہوت کا وجود متیقن ہے اور ازدیادِ شہوت میں شبہ ہے تو حلال و حرام کے درمیان اشتباہ ہوگیا، اور مشتبہ کا ترک بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح حرام کا۔

علاوہ ازیں اقرب یہ ہے کہ انتشارِ آلہ بھی تصورِ لمس سے ہوا ہوگا، اور لمس سے اس میں زیادتی اقرب الی القیاس ہے، اس لئے نفس کی تاویلات لائقِ اعتبار نہیں، حرمت ہی کا فتویٰ دیا جائے گا۔

۲:...... مذاہبِ اربعہ برحق ہیں، لیکن خواہشِ نفس کی بنا پر ترکِ مذہب الی مذہب حرام

ہے۔ اور اس پر مذاہب اربعہ متفق ہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں انتقال مذہب کی اجازت نہیں۔ ھذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے

س ...... پچھلے دنوں ایک ماہنامہ بنام "حکایت" میں ایک مضمون پڑھا جس کو پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے تحریر کیا تھا! اس مضمون میں پروفیسر صاحب نے ابو داؤد کی چند ایک احادیث کا حوالہ دے کر سونے کے زیورات کو عورتوں پر بھی حرام قرار دے دیا، احادیث کے حوالے پیش خدمت ہیں:

۱:...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے بھی اپنے گلے میں سونے کا گلو بند پہنا تو قیامت کے دن اسے ویسا ہی آگ کا گلو بند پہنایا جائے گا، اور جو عورت بھی اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے گی تو قیامت کے دن انہیں کی مانند آگ اس کے کانوں میں ڈالی جائے گی۔

۲:...... حضرت حذیفہؓ کی ایک بہن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! تم چاندی کے زیورات کیوں نہیں پہنتیں کیونکہ تم میں سے جو عورت سونے کا زیور پہنے گی اور اس کی نمائش کرے گی تو قیامت کے دن اسے اس زیور سے عذاب دیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد جلد نمبر۲ صفحہ نمبر ۲۱۰ مصری ایڈیشن)

مولانا صاحب! مندرجہ بالا احادیث سے تو پروفیسر صاحب کی تحقیق صحیح ثابت ہوئی جب کہ ہمارے علمائے کرام کا فیصلہ اس کے بالکل برعکس ہے، صحیح احادیث سے فیصلہ فرما کر اس مسئلہ کو واضح فرمائیں۔

ج ...... ابوداؤد ج:۲، ص:۲۲۵ (مطبوعہ ایچ، ایم، سعید، کراچی) کے حاشیہ میں ہے:

"ھذا الحدیث وما بعدہ وکل ما شاکلہ منسوخ، وثبت اباحتہ، للنساء بالاحادیث الصریحۃ

الصحيحة وعليه انعقد الاجماع، قال الشيخ ابن حجر: النهي عن خاتم الذهب او التختم به مختص بالرجال دون النساء، فقد انعقد الاجماع عليٰ اباحته للنساء، والله تعاليٰ اعلم و علمه احكم واتم."

ترجمہ:...... یہ حدیث، اس کے بعد کی حدیث اور اس مضمون کی دوسری احادیث منسوخ ہیں، اور سونے کا عورتوں کے لئے جائز ہونا صریح اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے، شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: "سونے کی انگوٹھی اور اس کے پہننے کی ممانعت صرف مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں، چنانچہ اس پر اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ سونے کا پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے۔"

ابوداوٴد کی شرح بذل المجہود (ج:۵، ص:۸۷ مطبوعہ کتب خانہ یحیوی، سہارنپور) میں ہے:

"قال ابن رسلان هذا الحديث الذى ورد فيه الوعيد عليٰ تحلى النسا بالذهب يحتمل وجوهًا من التاويل:احدها انه منسوخ كما تقدم من ابن عبدالبر، والثانى انه فى حق من تزينت به وتبرجت واظهرته والثالث ان هذا فى حق من (لا) تؤدى زكوته دون من اداها، الرابع انه انما منع منه فى حديث الاسورة والفتخات، لماراٴى من غلظه فانه من مظنة الفخر والخيلاء."

ترجمہ:...... "ابن رسلان کہتے ہیں: یہ حدیث جس

میں عورتوں کے سونے کے زیور پہننے پر وعید آئی ہے اس میں چند تاویلوں کا احتمال ہے، ایک یہ کہ یہ منسوخ ہے، جیسا کہ امام ابن عبدالبر کے حوالے سے گزر چکا ہے، دوم یہ کہ یہ وعید اس عورت کے حق میں ہے جو اپنی زینت کی عام نمائش کرتی پھرتی ہو، سوم یہ کہ یہ اس عورت کے حق میں ہے جو اس کی زکوٰۃ نہ دیتی ہو، اس کے بارے میں نہیں جو زکوٰۃ ادا کرتی ہو، چہارم یہ کہ ایک حدیث میں کنگنوں اور پازیبوں کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ بڑے موٹے زیور فخر و تکبر کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔"

ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی ممانعت کی احادیث یا تو منسوخ ہیں یا مؤول ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی اجازت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ کہ اس پر امت کا اجماع ہے، اب اجازت کی دو حدیثیں لکھتا ہوں:

اول: "**عن علی رضی الله عنه ان نبی الله صلی الله علیه وسلم اخذ حریرا فجعله فی یمینه واخذ ذهبا فجعله فی شماله ثم قال ان هذین حرام علی ذکور امتی و فی روایة ابن ماجة حل لاناثهم.**"

(ابوداؤد ج:۲، ص:۲۲۵ نسائی ج:۲، ص:۲۸۴، ابن ماجہ ص:۲۵۷)

ترجمہ:......"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا، پھر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ میری امت کی عورتوں

کے لئے حلال ہیں۔"

دوم: "عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور امتی واحل لاناثھم." (ترمذی ص:۲۰۵ ج:۱، نسائی ۲۸۴ ج:۲) وقال الترمذی: وفی الباب عن عمر، وعلی، وعقبۃ بن عامر، وام ھانی، وانس، وحذیفۃ، وعبداللہ بن عمرو، وعمران بن حصین، وعبداللہ بن الزبیر وجابر، وابی ریحانۃ، وابن عمر، والبراء، ھذا حدیث حسن صحیح."

ترجمہ:...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں مندرجہ ذیل صحابہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ام ہانی، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت ابوریحانہ، حضرت ابن عمر، اور حضرت براءؓ رضی اللہ عنہم۔

منت ماننا کیوں منع ہے؟

س...... بعض لوگوں سے سنا ہے کہ نذر کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

ج...... حدیث میں نذر سے جو ممانعت کی گئی ہے علماءؒ نے اس کی متعدد توجیہات کی

ہیں، ایک یہ کہ بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نذر مان لینے سے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے، حدیث میں اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا گیا ہے کہ نذر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹلتی، دوم یہ کہ بندے کا یہ کہنا کہ اگر میرے مریض کو شفا ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا مال صدقہ کروں گا، یہ ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے بازی ہے، اور یہ عبدیت کی شان نہیں۔

کعبہ کی نیاز:

س ...... "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللهِ." کعبے کی نیاز کے اونٹ، ہر تفسیر اور ترجمے میں کعبہ کی نیاز یا کعبہ پر چڑھانے یعنی قربانی کرنے کے اونٹ لکھا ہے، جو ترجمہ ہے: "وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ." کا، سوال یہ ہے کہ کعبہ شریف بھی تو غیراللہ ہے پھر اس کی نیاز کیسے ہو سکتی ہے؟

ج ...... کعبہ بیت اللہ ہے اس لئے کعبہ کی نیاز دراصل رب کعبہ کی نیاز ہے۔

کیا نبی کی نیاز اللہ کی نیاز کہلائے گی؟

س ...... حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان کی نیاز بھی رب کعبہ ہی کی نیاز ہے اسی طرح تمام اولیاءؒ کی نیاز سے پھر کیوں منع کیا جاتا ہے؟

ج ...... بہت نفیس سوال ہے، ہدی کے جانور رب کعبہ کی نیاز ہے ان کی نیاز کی جگہ مشاعر حج یعنی حرم شریف ہے، اس لئے مجازاً ان کو کعبہ کی نیاز کے جانور کہا جاتا ہے، بخلاف آنحضرت ﷺ اور اولیاءؒ کرامؒ کے کہ ان کی نیاز اللہ کے لئے شرع میں معہود نہیں اس لئے درمختار میں لکھا ہے کہ اولیاءؒ اللہ کے مزارات پر جو نذریں لائی جاتی ہیں اگر اس سے مقصد وہاں کے فقراءؒ پر صدقہ ہو تو یہ نذر اللہ کے لئے ہے، اس لئے جائز ہے اور اگر خود اولیاءؒ اللہ کی نذر گزارنی مقصود ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیراللہ کی جائز نہیں، اس کی مثال بیت اللہ کی طرف سجدہ ہے کہ سجدہ تو حق

تعالیٰ شانہ کو کیا جاتا ہے اور جہت سجدہ بیت اللہ ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کو سجدہ جائز نہیں۔

اولیاءُ اللہ کے مزارات پر نذر:

س...... کعبہ کی نیاز کے اونٹ کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ اولیاءُ اللہ کے مزارات پر اگر نذر سے مراد وہاں کے فقراءُ پر تصدق ہو اور ایصال ثواب صاحب مزار کو ہو تو یہ جائز ہے۔

بے شک ربط شیخ اور فیضان شیخ کے حصول کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے اور تمام مشائخ میں اس کا معمول ہے، مگر افسوس کہ ہمارے سلسلے میں اس کا فقدان ہے بلکہ منع کیا جاتا ہے، میں نے نہیں دیکھا اور سنا کہ کسی نے اپنے شیخ کے لئے صدقہ کیا ہو۔ نقد، کھانا، کپڑا کسی قسم کا بھی نہ گھر پر نہ مزار پر اور نہ دوسرے اولیاءُ اللہ کے مزارات کی زیارت کا اہتمام ہے، جب کہ حدیث شریف میں تو عام مؤمنین کی قبور کی زیارت کی تاکید کی گئی ہے، اسی طرح اور بہت سے طریقت کے اعمال جن سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب میں مدد ملتی ہے اور بغرض علاج ہر سلسلے میں رائج ہیں (بدعات کو چھوڑ کر) ہمارے سلسلے میں رائج نہیں، حلقہ بنا کر ذکر کرنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں، نماز، روزہ اور دوسرے فرائض و واجبات تو سالک وغیر سالک دونوں میں مشترک ہیں، تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں خالی نماز روزہ وغیرہ سے نفس کا تزکیہ اور وصول نہیں ہوتا جب تک اس کے ساتھ باطنی اعمال، تصحیح نیت، غنیٰ، توکل ماسوا سے گریز اور دوسری ریاضت و مجاہدات جو متقدمین میں رائج تھے خصوصاً طعام، کلام، منام، انام کی تقلیل وغیرہ نہ ہو۔ مختصر یہ کہ مشائخ ہیں، خلفاءُ کی لمبی لمبی فہرستیں ہیں، مریدین کی فوج کی فوج ہے، مگر وہ روح نہیں اور نہ وہ آثار کسی میں نظر آتے ہیں، جو مجاہدات سے مرتب ہوتے ہیں، الا ماشاءُ اللہ، جب کہ دوسرے سلاسل مثلاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے بزرگوں میں وہ صفات دیکھی گئی ہیں جو اس طریق کے لوازم میں سے ہیں، بعد

وفات بھی اپنے مریدین اور عقیدتمندوں پر بذریعہ خواب یا مراقبہ یا واقعہ اپنے فیضان جاری رکھتے ہیں اور ان کی نگہداشت کرتے رہتے ہیں اس طرح جیسے ایک چرواہا اپنی بکریوں کی۔

دوسری بات یہ کہ شیخ اور پیر طریقت بننے کے لئے جن شرائط اور اوصاف اور باطنی کمالات کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ تمام مستند کتب تصوف میں لکھا ہے اور خاص طور پر امداد السلوک میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر یہ اوصاف شیخ میں نہ ہوں تو اس کا شیخ طریقت بننا حرام ہے، تو جناب یہ باتیں آج کل اکثر مشائخ میں نہیں پائی جاتیں (آپ جیسے کچھ بزرگ یقیناً ان اوصاف کے حامل ہوں گے مگر میں اکثریت کی بات کر رہا ہوں)۔

ج ...... ربط شیخ بذریعہ ایصال ثواب اور بذریعہ زیارت قبور ضرور ہونا چاہئے، یہ کثیر النفع ہے، الحمد للہ اس ناکارہ کو اس کا فی الجملہ اہتمام رہتا ہے۔

امداد السلوک کی شرط پر تو آج شاید ہی کوئی پورا اترے، یہ ناکارہ حلفاً عرض کرے کہ اس شرط پر پورا نہیں اترتا تو حانث نہیں ہوگا، اس لئے یہ ناکارہ مشائخ حقہ کی طرف محول کرنا ضروری سمجھتا ہے، پہلے تو مطلقاً انکار کر دیتا تھا کہ میں اہل نہیں ہوں لیکن میرے بعض بڑوں نے مجھے بہت ڈانٹا کہ تم حضرت شیخؒ کی اجازت کی توہین کرتے ہو، تب سے اپنی نااہلی کے باوجود بیعت لینے لگا اور اب تو بلاشبہ اور ڈھیٹ ہوگیا ہوں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن میں پیر اور شیخ ابن روسیاہ جیسے لوگ ہوں، بس وہی قصہ ہے جو تذکرۃ الرشید میں حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ایک ڈاکو کے پیر بننے کا لکھا ہے۔

صرف دل میں خیال آنے سے نذر نہیں ہوتی:

س...... محترم مولانا صاحب! آپ کے جواب سے کچھ تشفی نہیں ہوتی وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے، "جو کچھ تم مانو گے تو اللہ تعالیٰ کو تمہاری نیت کا علم

ہوجائے گا'' (سورہ بقرہ: ۲۷۰) نیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔'' لہٰذا ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (حوالہ صحیح بخاری کتاب الایمان باب النیۃ) دوسری جگہ ایک اور ارشاد بھی ہے: ''اور تمہارے چہروں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے، آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خلوص نیت کا مقام دل ہے اور چونکہ سائلہ نے خلوص نیت سے دل میں اس کی منت مانی تھی اور جس کو پورا کرنے کے لئے ابھی تک وہ اپنی ذمہ داری سمجھتی ہیں، مگر اپنے حالات کی وجہ سے معذور ہیں اور خود اس کی ادائیگی نہیں کرسکتی ہیں، لہٰذا آپ سے اس کا حل پوچھا ہے، مگر آپ کا جواب ہے کہ دل میں خیال کرلینے سے نیت نہیں ہوتی جب تک کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کئے جائیں۔

مندرجہ بالا قرآن کی آیت اور دونوں حدیثوں کی روشنی میں آپ کا جواب غیر تسلی بخش ہے، چونکہ سائلہ کی نیت سرسری نہ تھی اور حقیقی نیت تھی جس کی ادائیگی یا متبادل حل کے لئے وہ بے چین ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نذر کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر واجب کرلینے کو کہتے ہیں جو پہلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہ ہو اور چونکہ سائلہ نے منت مانی تھی چاہے وہ دل میں خیال کرکے کی ہو اس کی ادائیگی ان پر واجب ہوجاتی ہے بصورت دیگر وہ گنہگار ہوتی ہیں۔

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے نذر مت مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں ہے، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے، (حوالہ صحیح مسلم کتاب النذر اور صحیح بخاری کتاب الایمان والنذر) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی نذر لایعنی اور ممنوع ہیں۔

اور اگر میرے سمجھنے میں کچھ غلطی ہے تو میری اصلاح فرمائیں۔

ج..... نذر کے معنی ہیں کسی ایسی عبادت کو اپنے ذمہ لازم کرلینا جو اس پر لازم نہیں تھی، اور "اپنے ذمہ کرلینا" زبان کا فعل ہے، محض دل میں خیال کرنے سے وہ چیز اس کے ذمہ لازم نہیں ہوتی، جب تک کہ زبان سے الفاظ ادا نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ نماز کی نیت کرلینے سے نماز شروع نہیں ہوتی جب تک تکبیر تحریمہ نہ کہے، حج وعمرہ کی نیت کرنے سے حج وعمرہ شروع نہیں ہوتے جب تک کہ تلبیہ کے الفاظ نہ کہے، طلاق کا خیال دل میں آنے سے طلاق نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کے الفاظ زبان سے نہ کہے، اور نکاح کی نیت کرنے سے نکاح نہیں ہوتا جب تک کہ ایجاب وقبول کے الفاظ زبان سے ادا نہ کئے جائیں، اسی طرح نذر کا خیال دل میں آنے سے نذر بھی نہیں ہوتی جب تک کہ نذر کے الفاظ زبان سے نہ کہے جائیں، چنانچہ علامہ شامی نے کتاب الصوم میں شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ "نذر زبان کا عمل ہے۔"

آپ نے قرآن پاک کی جو آیت نقل کی اس میں فرمایا گیا ہے "جو تم نذر مانو" میں بتا چکا ہوں کہ نذر کا ماننا زبان سے ہوتا ہے، اس لئے یہ آیت اس مسئلہ کے خلاف نہیں۔

آپ نے جو حدیث نقل کی ہے کہ "اعمال کا مدار نیت پر ہے" اس میں عمل اور نیت کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نیت کرنے سے عمل نہیں ہوتا، بلکہ عمل میں نیت کا صحیح ہونا شرط قبولیت ہے، لہٰذا اس حدیث کی رو سے بھی صرف نیت اور خیال سے نذر نہیں ہوگی جب تک کہ زبان کا عمل نہ پایا جائے۔

دوسری حدیث میں بھی دلوں اور عملوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دل کے خیال کا نام عمل نہیں، البتہ عمل کے لئے دل کی نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے، اور آپ نے جو حدیث نقل کی ہے کہ "نذر مت مانا کرو" یہ حدیث صحیح ہے مگر آپ نے اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "اس قسم کی نذر لایعنی اور

ممنوع ہے'' یہ نتیجہ غلط ہے، کیونکہ اگر حدیث شریف کا یہی مطلب ہوتا کہ نذر لایعنی اور ممنوع ہے تو شریعت میں نذر کے پورا کرنے کا حکم نہ دیا جاتا، حالانکہ تمام اکابر امت متفق ہیں کہ عبادت مقصودہ کی نذر صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

حدیث میں نذر سے جو ممانعت کی گئی ہے علماءؒ نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، ایک یہ کہ بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نذر مان لینے سے وہ کام ضرور ہوجاتا ہے، حدیث میں اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا گیا ہے کہ نذر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹلتی، دوم یہ کہ بندے کا یہ کہنا کہ اگر میرے مریض کو شفا ہوجائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا مال صدقہ کروں گا ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے بازی ہے، اور یہ عبدیت کی شان نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ رہتا نہیں تھا:

س...... ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقے کے متعلق سیکڑوں واقعات اور احادیث شریف کا ذخیرہ ہے اور دوسری طرف انہیں کتابوں میں اچھا خاصا سامان مثلاً تیس غلام، سو بکریاں، گھوڑے، خچر، اونٹنیاں وغیرہ کی ملکیت آپؐ کی طرف منسوب کی گئی ہے، ابن قیمؒ کی زاد المعاد اور مولانا تھانویؒ کی نشر الطیب میں اس کی پوری تفصیل ہے، یہ تضاد کیسے رفع ہو؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز رہتی نہیں تھی، آتا تھا اور بہت کچھ آتا تھا مگر چلا جاتا تھا، زاد المعاد یا نشر الطیب میں ان چیزوں کی فہرست ہے جو وقتاً فوقتاً آپؐ کے پاس رہیں، یہ نہیں کہ ہمہ وقت رہیں۔

س...... طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضور علیہ السلام ایک مینڈھا تمام امت کی طرف سے اور ایک اپنی آل اولاد کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص قربانی نہیں کرتا تھا۔

ج…… ''قربانی کیا کرتے تھے'' کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے ایک مینڈھا آپؐ نے قربان کیا اور فرمایا کہ یہ میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہ کرسکیں۔ مشکوٰۃ شریف ص:۱۲۷ میں بروایت مسلم حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مینڈھا ذبح فرمایا اور دعا کی یا اللہ قبول فرما محمد کی طرف سے اور آلِ محمد سے اور امتِ محمدیہ کی طرف سے، ایک مینڈھے میں تو دو آدمی بھی شریک نہیں ہوسکتے، اس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہر شخص قربانی نہیں کرتا تھا صحیح نہیں۔

عذر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرنا ترکِ سنت نہیں:

س…… کسی مسلمان کی دعوتِ طعام بغیر کسی شرعی عذر کے رد کرنا کیسا ہے؟ حضور علیہ السلام سے کسی کی دعوت کا رد ثابت نہیں بلکہ آپؐ دعوت سے بہت خوش ہوتے تھے، ایک دعوت میں حضرت عائشہؓ کو اصرار کرکے شریک کیا، ایک حجام کی دعوت قبول کرنا بھی آپؐ سے ثابت ہے۔

ج…… قبولِ دعوت بھی مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق ہے، اس لئے بغیر عذر کے رد نہیں کرنا چاہئے، البتہ عذر کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے، اگر کوئی محض کسی عذر کی وجہ سے معذرت چاہتا ہے تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا تارکِ سنت نہیں۔

میّت کے گھر کا کھانا:

س…… میّت کے گھر کھانا اور جو لوگ میّت کے گھر آئیں ان کو کھلانا دونوں کو علماء منع کرتے ہیں جب کہ بہت سے صحابہؓ اور اہل اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ میرے جنازے میں شریک لوگوں کو کھانا کھلانا، حضرت ابوذرؓ نے بکری اور حضرت عمران بن حصینؓ نے اونٹ ذبح کرکے کھلانے کی وصیت کی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک میّت کو دفن کرکے اہلِ میّت کے گھر کھانے کو گئے مگر بکری چونکہ مالک کی مرضی کے بغیر ذبح ہوئی تھی اس لئے بغیر کھائے واپس آگئے۔

ج ...... میّت والوں کو کھلانے کا تو حکم ہے اس سے منع نہیں کیا جاتا، جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے، "**طعام المیّت یمیتُ القلب.**" (مردے کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے) حضرت ابوذرؓ کی وصیت آنے والے مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس واقعہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس روایت کے نقل کرنے میں صاحب مشکوٰۃ سے تسامح ہوا ہے، مشکوٰۃ میں "**فاستقبله داعی امراته.**" کے الفاظ ہیں جس کا مفہوم ہے: "آپ اہل میّت کے یہاں کھانے کے لئے گئے" اصل کتاب میں جو الفاظ منقول ہیں اس کا مفہوم ہے: "واپسی میں کسی عورت کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔" یہ بلانے والی عورت اہل میّت سے نہیں تھی لہٰذا اس روایت سے میّت کے گھر کا کھانا کھانے پر استدلال صحیح نہیں۔

اہل میّت کا گھر میں کھانا:

س ...... آپ نے فرمایا ہے: "جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے، اور حضرت ابوذرؓ کی وصیت مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا۔"

ا:...... جب کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو جو لوگ دور سے اور قریب سے جنازے میں شرکت کے لئے آتے ہیں وہ سب مہمان ہی ہوتے ہیں، بعد دفن وہی لوگ اور ان کی عورتیں کھانا کھاتے ہیں، یہ کھانا کیسا ہے؟

ج ...... اس کے جواز میں کیا شبہ ہے؟ مگر حکم یہ ہے کہ اہل میّت اور ان کے مہمانوں کو دوسرے لوگ کھانا دیں۔

ایصالِ ثواب کے کھانے سے خود کھانے کا حکم:

س ...... آپ نے فرمایا "ایصالِ ثواب کا کھانا منع ہے" میں جب اپنے والدین یا مشائخ کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں تو اس میں سے خود بھی کھاتا ہوں

اور اپنے ہمسایوں اور کچھ فقراء و مساکین کو بھی دیتا ہوں۔ ابھی عید پر ایک جانور حضور علیہ السلام کی طرف سے ایصال ثواب کیا، خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا، کیا یہ سب ناجائز ہوا؟ خانقاہ مشائخ میں جو ہر وقت دیگیں چڑھی رہتی ہیں جس کو عرف میں لنگر کہتے ہیں وہ ایصال ثواب ہی کا کھانا ہوتا ہے جس کو بڑے بڑے اولیاء اللہ بڑی رغبت سے کھایا کرتے تھے، حضرت نظام الدین اولیاء کا لنگر، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کا لنگر مشہور ہے، جس پر وہ اپنے مشائخ کی فاتحہ ایصال ثواب کیا کرتے تھے، سچے عقیدت مند لنگر کی دال اور سوکھی روٹی کو اپنے گھر کے مرغن کھانوں پر ترجیح دیتے اور تبرک کہتے تھے، شہدائے کربلا کو کھانے اور شربت وغیرہ سے ایصال ثواب کرتے ہیں، غنی اور فقیر سب کھاتے ہیں، اور ایصال ثواب صرف کھانے ہی سے نہیں بلکہ ہر نیک کام جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، کرکے، ہوسکتا ہے؟ لوگ اپنے مردوں کے ایصال ثواب کے لئے درخت لگاتے ہیں، پل، سڑک، کنواں بنواتے ہیں، اس سے غنی فقیر سب مستفید ہوتے ہیں، سو اگر ایصال ثواب کا کھانا ناجائز تو ان اشیاء سے استفادہ بھی ناجائز، حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے جو کنواں کھدوایا تھا اس سے بغیر تخصیص غنی فقیر سب مسلمان استفادہ کرتے تھے، جس زمانے کے اعراس جائز تھے وہاں بڑے بڑے مشائخ اولیاء اللہ جاتے تھے اور ایصال ثواب کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

ج...... ا:......ایصال ثواب تو اسی طعام کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقارب کو کھلایا اس کا ایصال ثواب نہیں۔

۲:......قربانی سے مقصود "اراقۃ الدم" ہے، جب آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کردی تو بشرط قبولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب پہنچ گیا۔ گوشت خود کھالیں یا محتاجوں میں تقسیم کردیں یا دعوت کرکے کھلادیں۔

۳:......مشائخ کے یہاں لنگر ایصال ثواب کے لئے نہیں ہوتے بلکہ واردین

اور صادرین کی ضیافت کے لئے ہوتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھنا مشائخ سے محبت اور عقیدت کی بناء پر ہے، اس لئے نہیں کہ یہ کھانا چونکہ فلاں بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے ہے اس لئے متبرک ہے۔ اور اس کھانے پر اپنے مشائخ کا نام پڑھنا بھی ان مشائخ کی نسبت کے لئے ہے گویا اپنے مشائخ کو بھی اس ایصالِ ثواب میں شریک کرلیا گیا ہے اور سب سے اہم تر یہ کہ مشائخ کا عمل شریعت نہیں کہ اس کی اقتدا لازمی ہو، البتہ ان اکابر سے ہماری عقیدت اور حسنِ ظن کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے افعال و اقوال اور ان کے احوال کی ایسی توجیہہ کریں کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق نظر آئیں، اگر ہم کوئی ایسی توجیہہ نہیں کرسکتے تب بھی ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے یہ سمجھیں کہ ان بزرگوں کے پیشِ نظر کوئی توجیہہ ہوگی، الغرض ان پر طعن بھی نہ کریں اور ان کے افعال کو شریعت بھی نہ بنائیں۔

ضیافت، ایصالِ ثواب اور مکارمِ اخلاق کا فرق:

س ...... آپ نے فرمایا ہے کہ ایصالِ ثواب تو اسی کھانے کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقرباء کو کھلایا اس کا ایصالِ ثواب نہیں، اس جواب سے مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱:...... بقول حضرت تھانویؒ ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کوئی نیک عمل کیا اس پر ہمیں ثواب ملا، ہم نے درخواست کی کہ الٰہی اس عملِ نیک کے ثواب کو ہم اپنے فلاں عزیز یا شیخ کو بخشتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا: **"اطعموا الطعام"** یہ حکم مطلق ہے اس میں غنی یا فقیر کی کوئی قید نہیں، اب اگر اس حدیث کے امتثالِ امر میں اپنے عزیز و اقرباء اور دوسرے بزرگوں کو کھانا کھلاؤں اور نیت کروں کہ الٰہی اس کا ثواب میرے والدین یا شیخ کو ملے تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے اور کھانے والوں نے کون سا گناہ کیا؟

۲:...... جیسے پہلے سوال میں عرض کیا تھا کہ ایصالِ ثواب کھانے کے علاوہ

سڑک بنواکر، سایہ دار، میوہ دار درخت لگواکر، پانی کی سبیل لگواکر یا کنواں وغیرہ کھدواکر بھی کیا جاتا ہے اور اس سے غنی فقیر سب فائدہ اٹھاتے ہیں، تو اگر ایصال ثواب کا کھانا صرف فقراً اور مساکین کے لئے ہے تو یہ امور بھی صرف ان کے ہی لئے ہونے چاہئیں مگر ایسا نہیں ہے، غنی فقیر سب سائے میں بیٹھتے ہیں، کنویں کا پانی پیتے ہیں، سڑک پر چلتے ہیں، راستے میں سبیل سے پانی پیتے ہیں، حضرت سعد بن معاذؓ کے کنویں سے جو انہوں نے اپنی ماں کے ثواب کے لئے بنوایا تھا سب مسلمان استفادہ کرتے تھے۔

۳:......شریعت کے فقہاً نے جس کھانے کو منع کیا ہے وہ میت کے گھر کا کھانا ہے، اور وہ بھی مکروہ کہا گیا ہے، اور علت اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے سو جو کام خوشی کے موقع پر کیا جائے وہ اگر غمی میں ہو تو مکروہ ہے۔ بزرگوں اور اولیاً اللہ کے ثواب کے لئے جو کھانا پکتا ہے وہاں یہ علت نہیں پائی جاتی کیونکہ ان کی وفات کو عرصہ گزر چکا ہوتا ہے اور وہ کوئی غمی کا موقع نہیں ہوتا۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے ''راہ سنت'' کتاب میں اس سلسلے میں جتنے بھی حوالے دیئے ہیں ان سب میں موت سے تین دن کے اندر اندر جو ضیافت ہے وہ مکروہ بتائی گئی ہے، برسوں کے بعد مشائخ یا والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کھانا پکاتے ہیں اس کا کوئی حوالہ نہیں، براہ کرم ان تین اشکالات کا نمبروار جواب عطا فرمائیں۔

ج...... کھانا کھلانا مکارم اخلاق میں سے ہے، مگر نیک کام غرباً کو کھانا کھلانا ہے، اسی کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے، خود کھاپی لینا یا دولت مند احباب کو کھلا دینا اور نیت بزرگوں کے ایصال ثواب کی کر لینا یہ عقل میں نہیں آتا، ہاں ایک صورت اور ہے اہل حرمین میں مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص کسی کی دعوت کرتا ہے تو یہ دعوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے کیونکہ حجاج ضیوف الرحمٰن ہیں اور جو مدینہ منورہ میں

دعوت کرتا ہے وہ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہوتی ہے کیونکہ زائرین مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، پس اس کھانے میں بھی ایصال ثواب کی نیت نہیں ہوتی بلکہ یہ کھانا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

صدقہ نہیں صلہ رحمی ہے:

س..... آپ نے سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا: ''نیک کام غرباء کو کھلانا ہے'' بندے کے خیال میں ہر ایک کھلانا نیک کام ہے، ''**اَطْعِمُوا الطَّعَامَ**'' میں غرباء کی تخصیص کہاں ہے؟ ''**وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی**'' میں غریب کی تخصیص کہاں ہے؟ غنی فقیر ہر رشتہ دار اس میں آتا ہے۔

ج..... غرباء کو کھلانا صدقہ ہے، ذوی القربیٰ کو دینا صلہ رحمی ہے اور عام لوگوں، واردین و صادرین کو کھانا دینا مکارم اخلاق ہے، بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے کھانا دینا صدقہ ہے اور علیٰ حبہ کی شرط سب میں ملحوظ ہے، البتہ بزرگوں کی طرف سے کھلانا ضیافت ہے۔

کیا یہ صدقہ میں شمار نہیں ہوگا؟

س..... اس مرتبہ بھی آپ نے سابقہ سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، غالباً ذہن سے نکل گیا ہوگا اس لئے وہ سوال دوبارہ منسلک کرتا ہوں، آپ نے فرمایا غریبوں کو کھلانا صدقہ، رشتہ داروں کو کھلانا صلہ رحمی اور عام لوگوں کو کھلانا مکارم اخلاق سے ہے۔ محترم! یہ سارے کام صدقہ ہی کے ذیل میں آتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستے سے کانٹا ہٹانا صدقہ، بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ، ماں باپ کو محبت کی نظر سے دیکھنا صدقہ اور صلہ رحمی کے ضمن میں بھی آپؐ نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرو اپنے رشتہ داروں سے امیر ہوں یا غریب۔''

ج..... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ کھانا کھلانا مکارم اخلاق میں سے ہے لیکن جو کھانا

ثواب کی نیت سے کھلایا جائے اس کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے: ”وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔“ گھر والوں کو کھلانا بھی صدقہ، دوست احباب کو کھلانا بھی صدقہ مگر ان کھانوں کا ایصال ثواب کوئی نہیں کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری ذبح کرائی اور فرمایا اس کا گوشت تقسیم کردیا جائے یہ فرماکر آپؐ باہر تشریف لے گئے واپسی پر پوچھا کہ گوشت سارا تقسیم ہوگیا، عرض کیا گیا کہ صرف ایک ران بچی ہے! آپؐ نے فرمایا سارا بچ گیا بس صرف یہی ران نہیں بچی۔ الغرض اس ناکارہ کے خیال میں ایصال ثواب اس کھانے کا کیا جاتا ہے جو صرف ثواب کی غرض سے کھلایا جائے۔ دوسرے کھانوں میں دوسری اغراض بھی شامل ہوجاتی ہیں خواہ وہ بھی خیر کی اور بالواسطہ ثواب کی ہوں، مگر ان کا ایصال ثواب نہیں کیا جاتا، آپ اگر اس کو عام سمجھتے ہیں تو میں منازعت نہیں کرتا، بس یہ بحث ختم۔

کنواں یا سڑک کا ایصال ثواب؟

س...... آپ نے فرمایا ”بس یہ بحث ختم“ اس لئے بندہ حکم عدولی تو نہیں کرے گا، تاہم اس کا جواب آپ کے ذمہ رہے گا کہ کھانا صرف غرباءؔ کو کھلاکر ایصال ثواب ہوگا ورنہ نہیں تو لوگ ایصال ثواب کے لئے جو سڑک بنواتے ہیں، کنواں کھدواتے ہیں، درخت سایہ دار لگاتے ہیں تو کیا ان کو بھی غرباءؔ کے نامزد کیا جائے گا جب ایصال ثواب ہوگا یا جو بھی فقیر غنی اس سے فائدہ اٹھائے ایصال ثواب ہوجائے گا؟

ج...... یہ رفاہ عامہ کے کام ہیں اور صدقہ جاریہ ہے اور صدقہ جاریہ کا ثواب منصوص ہے۔

فرمودۂ رسول سو حکمتیں رکھتا ہے:

س...... آپ کا ارسال کردہ جواب مل گیا ہے پڑھ کر مکمل مایوسی ہوئی، آپ نے میرے صرف ایک سوال کا جواب تسلی بخش دیا ہے، جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ ساز سننا کیوں ناجائز ہے؟ یا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آلات کے ساتھ راگ سننا شریعت اور تصوف میں ناجائز ہے، تو آپ کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ بعض بزرگان دین جنہیں ہم اور تاریخ تسلیم کرتی ہے، وہ شریعت اور تصوف کے خلاف کام کرتے تھے، اور میں نے سنا ہے کہ جو شخص ایک بھی عمل حضورؐ کی سنت اور شریعت کے خلاف کرے وہ مرشد نہیں شیطان ہے، تو گویا آپ نے بالواسطہ طور پر ان تمام بزرگان دین کو جو آلات کے ساتھ محفل سماع سنتے تھے (نعوذ باللہ) ناجائز امور کا مرتکب قرار دیا؟

۲:...... محترم علامہ صاحب میں نے سوال کیا تھا کہ ٹیلی ویژن یا اور طرح کی چلتی پھرتی تصاویر دیکھنا کیوں منع ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کیونکہ رسولؐ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے اور بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، تو محترم بزرگ اس اتنی سی بات کا تو ہمیں پہلے ہی علم تھا مگر تسلی کس چیز کا نام ہے۔ آپ کا علم کیا کسی کو مطمئن کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا؟ یہ کوئی جواب نہیں ہے، مجھے اتنا علم ہے کہ حضورؐ نے ہر بات کے لئے اس کا جواز بیان فرمایا ہے اور میں وہ جواز جاننا چاہتا ہوں۔

۳:...... میرا تیسرا سوال یہ تھا کہ ایک کتاب میں یہ تحریر تھا کہ اگر کسی نے اپنے مکان کی عمارت کی بلندی ساڑھے گیارہ فٹ سے زیادہ کی، اس پر خدا کا عذاب ہوا، آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں، اور اس رسالہ کی تمام روایات مستند نہیں ہیں، میں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ مستند ہیں یا نہیں، یا آپ نے پڑھی ہیں یا نہیں، میں نے تو صرف یہی پوچھا تھا کہ آیا یہ درست ہے یا غلط؟

اس سے پہلے میں نے جو خط ارسال کیا تھا اس کے ساتھ ڈاک ٹکٹ بھی تھا واپسی کا، مگر مجھے بیرنگ خط موصول ہوا جس کی مجھے خوشی ہوئی کیونکہ اگر خدا نے روز قیامت یہ سوال کیا کہ تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو صرف میں یہی جواب دوں گا کہ

ایک عالم کی گردن پر قرض چھوڑ آیا ہوں، اور اس کے بدلے میں اپنی بخشش مانگوں گا، اگر آپ کو میرا حق رفع کرانا ہے تو اس کے لئے مجھے تلاش کریں بالکل اسی طرح جس طرح آپ نے فرمایا کہ باطنی رہنمائی کے لئے کسی بزرگ کو خود تلاش کرو۔

ج...... آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ خلاف سنت کرنے والا ولی نہیں ہوسکتا، اس لئے جن بزرگوں کی طرف آلات کے ساتھ راگ سننے کی نسبت کی جاتی ہے یا تو یہ نسبت ہی غلط ہے، یا یہ کہ وہ اس کو جائز سمجھتے ہوں گے، اس لئے معذور ہیں۔

۲:...... جس شخص کی تسلّی ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوسکتی، اس کی تسلّی میرے بس میں نہیں، ارشادات نبویؐ میں حکمتیں ضرور ہیں، اور بحمد اللہ بقدر ظرف معلوم بھی ہیں، لیکن ان کے بغیر تسلّی نہ ہونا غلط ہے، الحمد للہ ہمیں ایک بھی حکمت معلوم نہ ہو تب بھی فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سو حکمتیں رکھتا ہے۔

۳:...... جب میں واقف ہی نہیں تو صحیح یا غلط کا کیا فیصلہ کرسکتا ہوں۔

۴:...... ہم نے ٹکٹ لگا کر بھیجا تھا، ممکن ہے اتر گیا ہو، یا اتار لیا گیا ہو، اگر ایک ٹکٹ کا قرض آپ کی نجات کے لئے کافی ہوجائے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا حکم:

س...... آج کل جو مدارس دینیہ و مکاتب قرآنیہ اور مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں، رجسٹرڈ کرایا جاتا ہے، تو اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہ کی حیثیت پر باقی رہتا ہے؟ اس رجسٹریشن سے کیا وقف کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اس سلسلہ کے درج ذیل شبہات کا جواب مطلوب ہے:

۱:...... کیا اس سے وقف للہ کا تحفظ مزید ہوجاتا ہے؟

۲:...... اس سے مسلک کی حفاظت ہوجاتی ہے؟

۳:...... کیا اندرون و بیرون کے شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقین و

متعلقات محفوظ ہوجاتے ہیں؟

۴:......شوریٰ (یعنی رجسٹرڈ باڈی) کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے کی سہولت ہوجاتی ہے؟ جب کہ رجسٹریشن کے عدمِ جواز کے سلسلہ میں ایک فتویٰ بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب زید مجدہ جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی زین العابدین زید مجدہ دارالعلوم فیصل آباد، مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زیدہ مجدہ دارالعلوم کراچی، مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی زید مجدہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل تحریری جوابات دیئے:

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ:

س ...... مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہمارا قدیم مدرسہ ہے، جس کی شوریٰ/ سرپرستان ممبران و اکابرین علمائے ہندوستان رہے ہیں۔ اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ شوریٰ کے اراکین جید علماً اور معروف دیندار اور مخیّر تجار ہیں۔ مدرسہ کی اب تک رجسٹریشن نہیں ہوئی تھی، دار العلوم دیوبند کے فتنہ کے بعد اراکین شوریٰ اور ہمدردان مظاہر علوم کی رائے ہوئی کہ مدرسہ مظاہر علوم کو استحکام بخشنے کے لئے اور اندرونی و بیرونی انسانی شرور سے محفوظ رکھنے کے لئے سبب کے طور پر رجسٹرڈ کرالیا جائے، چنانچہ مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس میں (جو کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کی بیماری کی وجہ سے نظام الدین میں ہوا) متفقہ طور پر طے پایا کہ مدرسہ مظاہر علوم کی شوریٰ کو رجسٹرڈ کرالیا جائے۔ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے ضابطہ کے مطابق کسی بھی ادارہ کے تین عہدہ داران ضروری ہوتے ہیں، نمبر ۱:صدر، نمبر۲:سیکریٹری، نمبر۳:خازن۔ سیکریٹری کی طرف سے رجسٹریشن آفس میں ادارہ کی رجسٹریشن کی درخواست پیش کرنی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کو سیکریٹری مقرر کیا گیا، چنانچہ ان کے دستخط سے رجسٹریشن کی درخواست داخل کردی گئی، جس کی کاروائی جاری ہے۔

سائل نے آج سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کرانے والے ماہرین اور وکلاء سے رجسٹریشن ایکٹ اور اس کے تحت رجسٹریشن کرانے یا ہونے والے اداروں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں، یہ تفصیلات بھی لف ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجسٹریشن سے کسی بھی ادارہ کے کسی بھی وقف کو نقصان پہنچنے کا قطعاً کوئی احتمال نہیں ہے۔ نہ ہی اس میں حکومت کی کوئی مداخلت ہے، بلکہ رجسٹریشن کے بعد ادارہ کی ملکی قانون کے اعتبار سے قانونی حیثیت اس درجہ میں بن جاتی ہے کہ واقعی یہ ایک باقاعدہ ادارہ ہے۔ اور اگر کبھی اس کو اندرونی یا بیرونی شر سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ملکی قانون کی طرف سے اس کو تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔

اندریں صورت آپ سے درخواست ہے کہ کیا رجسٹریشن موجودہ حالات میں کرانا شرعاً جائز بلکہ ضروری نہیں ہے؟ سائل صغیر احمد۔ لاہور

از احقر جمیل احمد تھانوی سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون حال مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور یہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے استفتاء میں صرف دو چیزیں ہیں انہی کے متعلق تفصیل سے عرض ہے:

۱:......رجسٹریشن شرعاً ضروری ہے اور نہ کرانے پر گناہ ہو، یہ تو نہیں کہا جاسکتا مگر ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا، جیسے تمام بیع ناموں، ہبہ ناموں، وقف ناموں، اقرار ناموں اور اب ایک طویل عرصہ سے نکاح ناموں کا رجسٹریشن جائز ہے مگر شرعاً ضروری کہ جس کے بغیر صحیح ہی نہ ہو یا نہ ہونے پر گناہ ہو، نہیں ہے، ہاں ایک قسم کی حفاظت کا قانونی ذریعہ ضرور ہے اور صدیوں سے تمام مسلمانوں کا اس پر تعامل بلانکیر ہے، اور عرصہ سے تو نکاحوں، مسجدوں، انجمنوں، دینی وغیر دینی مدارس، رفاہ عام کے اداروں کی رجسٹریشن کا معمول ہے، جو حفاظت کے لئے نہایت مستحسن ہے، خصوصاً اس زمانہ

میں جب کہ انگریزوں کے جمہوریت کے دلفریب پروپیگنڈہ نے اعلیٰ سے اعلیٰ دماغوں کو بھی متاثر کردیا ہے، اکثریت کے بل بوتہ پر یا حکومت کی طرف سے اس کی اعانت پر شخصی قومی بلکہ خدائی اوقاف پر بھی روز روز ڈاکے ڈالے جارہے ہیں، اگر رجسٹریشن سے ان کی حفاظت ہوسکتی ہے تو چونکہ ہر شخص پر اپنی مملوکات اور ہر مسلمان پر خدائی مملوکات یعنی اوقاف کی حفاظت واجب ہے حتیٰ کہ اس کی حفاظت میں: ''**من قتل دون ماله فهو شهيد.**'' تک جانے کی بھی اجازت ہے اور رجسٹریشن اسبابِ حفاظت میں سے ہے تو ایک درجہ میں استحساناً ضروری ہوجاتا ہے، خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب یہ ڈاکے عام ہورہے ہیں، مقدمۃ الواجب واجب، کہنے کی بھی گنجائش ہے مگر حفاظت کے طریقے دوسرے بھی ہیں۔

اس کو مداخلت فی الدین کہنا بے اصل ہے، صدیوں سے سب کو تمام رجسٹریوں کا تجربہ ہورہا ہے کہ رجسٹری سے کسی کی ملک نہ نکاح میں طلاق میں، کسی مسجد و ادارہ میں کوئی مداخلت ہے اور نہ رجسٹری کے قانون میں اس کی گنجائش ہے، ہاں مخالفوں کی مداخلت سے ایک گونہ بچاؤ ہے اور یہ سب چیزوں میں ہے اور سب کے تجربہ سے ہے۔

۲: یہ فتویٰ بچند وجوہ ناقابل اعتبار ہے:

الف: مدرسہ کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمود حسن صاحب کے دستخط کے بغیر ہے کسی ناتجربہ کار نوآموز کی اپنی رائے ہے، حقیقت مفتی اعظم سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

ب: دستخط کرنے والوں میں کوئی فتوے کا ماہر نہیں اس طرح ایرے غیرے کے تو ہزار دستخط بھی کالعدم ہیں۔

ج: مولانا محمد یحییٰ خود مدرسہ کے کہنہ مشق مفتی مدرسہ ہیں برس ہا برس سے کام کرنے والے، وہ کہہ رہے ہیں: ''احقر کو سوالات سے پوری لاعلمی ہے''، لہٰذا جن

امور پر فتویٰ کی بنیاد ہے اگر وہ صحیح ہوتے تو مدرسہ میں برسوں کے مفتی صاحب کے لئے غیر معلوم کیسے ہوسکتے تھے؟

د: مفتی محمد یحییٰ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ''معلوم نہیں واقعہ ایسا ہی ہے یا اور کچھ ہے'' انہوں نے بتادیا کہ جب تک واقعات کی تحقیق نہ ہو فتویٰ درست نہیں اس لئے دستخط سے معذوری کردی۔

ہ: کوئی بات بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوسکتی، جھوٹ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے خود جھوٹ بن کر رہ جاتا ہے۔

و: لاہور کے اس افسر سے جو اس محکمہ کا خوب ماہر ہے اس کی تحقیق منسلک ہے کہ ''ایسا کوئی اندیشہ نہیں، کوئی مداخلت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفوں کے خطرے کا سدباب ہے'' جس سے اس کا ہونا ضروری بات ثابت ہے گو شرعی واجب نہ ہو احتیاطی واجب ہوگا اور برسوں کے سب کے تجربات الگ اور اگر کوئی اندیشہ ہوا تو علیحدگی کی کوشش بھی تو ممکن ہے وقتی مضرات سے تو حفاظت ہوگی۔

ز: فتویٰ کا مدار چار نمبروں پر ہے:

اول: سکریٹری ہونا جھوٹ ہے، مگر اس کے لئے ان سے ثبوت لیا جاسکتا ہے، اگر نظام الدین میں مجلس شوریٰ کا اجتماع اور سب کا ان کو سکریٹری بنادینا ثابت کردیا گیا تو یہ دفعہ خود جھوٹ بن کر رہ جائے گی۔

دوم: اگر یہ صحیح ہو تو علم و تدبر تو ایک عام مفہوم ہے اس میں اس کے انواع داخل ہیں، علم دین کا مدرسہ بھی داخل ہے اسے جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہوگا۔

سوم: سوسائٹی انگریزی لفظ ہے جاننے والوں سے مفہوم معلوم کیا جائے بظاہر چند افراد کا مجموعہ ہی تو ہے تو اس کے عموم میں مجلس شوریٰ بھی داخل ہے اس کو دینا، اس کے زیر اہتمام مدرسہ کو دینا ہے نہ کہ ان کی ذاتوں کو اور زیر اہتمام وقف ہے تو وقف کو ہی دینا ہوا جھوٹ کیسے ہوا؟

چہارم: ادارہ اور سوسائٹی کے معنی میں عام خاص کی نسبت ہے عام ہر خاص پر مشتمل ہوتا ہے تو جھوٹ کیونکر ہوا؟

پھر انہی نمبروں کی بنیاد پر چند سوالات قائم کئے گئے ہیں؛

سوال۱: کا جواب خلاف شرع کیوں ہے جب کہ مجلس شوریٰ اس کی نوع پر مبنی ہے۔

سوال۲: مداخلت فی الدین کا امکان۔ اب امکان تو ہر کافر بلکہ ہر غیر متدین حکومت میں ہر وقت ہر مسئلہ میں رہتا ہے آخر ہر حکومت حکومت ہی تو ہے، پھر زندگی ہی منقطع ہو کر رہ جائے گی۔

مگر ایسے امکانات حکم کے مدار نہیں ہوسکتے خصوصاً جب تجربات خلاف کا اعلان کر رہے ہیں۔

سوال۳: ٹھیک ہے مگر کذب و ملف کا ثبوت ضروری ہے جو عدالت یا تحکیم سے ہوسکتا ہے۔

سوال۴: جی ہاں اگر ثبوت شرعی سے فسق ثابت ہوجائے اگر نہ پائے تو جھوٹا الزام لگانے والوں پر تعزیر لازم ہے۔

سوال۵: جب کہ زید کا کفر یا فسق ثابت ہو اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو، اور معاون کا کفر یا کبیرہ کی مدد اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو، ورنہ عدم ثبوت پر الزام سے تعزیر تعذیر ہے۔

ح: جن مفتی صاحب کا فتویٰ ہے گو وہ بڑے مفتیوں کے اور ان کی تصدیق سے خالی ہوتے ہوئے ناقابل اعتبار ہے پھر بھی ''اگر ایسا ہو'' سے مقید ہے اس لئے جب تک سوال کے مندرجات ثابت نہ ہوں گے یہ فتویٰ ہی نہیں ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط۔

ط: ناواقف صاحبان کے دستخط اسی دھوکہ پر ہوئے کہ واقعہ ایسا ہے...... اگر

وہ واقعات ثابت نہ ہوئے تو یہ کالعدم ہیں، لہٰذا کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔

ی: جب تک ثبوت عدالت یا تحکیم سے ثابت نہ ہوں ان کا الزام تعزیر کا مستحق ہے واللہ اعلم۔ جمیل احمد تھانوی

مفتی زین العابدین کا فتویٰ:

الجواب:...... رجسٹریشن حفاظت کا قانونی ذریعہ ہے اور تقریباً تمام علماءؑ بلکہ پوری امت مسلمہ کا اس پر تعامل ہے بریں بنا بلا تردد صورت مسئولہ میں رجسٹریشن کرانا مستحسن امر ہے بلکہ بقول مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ العالی مقدمۃ الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش ہے۔ فقط (مفتی) زین العابدین، فیصل آباد

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی کا فتویٰ:

حامداً ومصلیاً!

دورِ حاضر میں رجسٹریشن کرانا حفاظت کا ایک قانونی ذریعہ ہے، جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، اس لئے مساجد و مدارس اور مکاتیب قرآنیہ وغیرہ کو رجسٹرڈ کرانا نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے، اور رجسٹرڈ کرانے سے وقف کا وقف ہونا ہرگز متاثر نہیں ہوتا، وقف بدستور وقف ہی رہتا ہے بلکہ اس کی حفاظت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔ واللہ اعلم۔ بندہ عبدالرؤف سکھروی دارالعلوم کراچی۔

مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کا فتویٰ:

الجواب:

دینی اور مذہبی تعلیمی ادارے کی بقاءؑ اور استحکام میں رجسٹریشن ممد اور معاون ہوتا ہے اور آئندہ پیش آنے والے نزاعات کا فیصلہ بھی اس سے ہوجاتا ہے، اس لئے جائز ہی معلوم ہوتا ہے، رجسٹریشن ہوجانے کے بعد کے خطرات وہم کے درجہ میں ہیں

اس لئے اعتبار نہیں جب کہ تجربہ اور عادت سے ثابت ہے کہ غیر مسلم حکومت کا دخل ادارے پر نہیں ہوتا اور وہ حسب سابق اپنی آزادی پر برقرار رہتا ہے اس لئے رجسٹریشن کی کاروائی جائز اور قابل لحاظ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن

دارالافتاء جامعۃ العلوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲۳رصفر ۱۴۰۶ھ

نوٹ: استفتاء چونکہ مظاہر علوم سہارنپور سے متعلق ہے اس لئے اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمادیں۔

ج ...... ان اکابر کے تفصیلی جوابات کے بعد میرے جواب کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر چونکہ آنجناب کا حکم ہے اس لئے تعمیل حکم میں چند کلمات پیش خدمت ہیں:

رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ: ''کسی ادارے کی طے شدہ حیثیت پر حکومت کے بااختیار ادارے کی مہر تصدیق ثبت کرانا۔'' تاکہ اس کی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جاسکے، پس جس ادارے کی جو حیثیت بھی ہو وہ رجسٹریشن کے بعد نہ صرف یہ کہ بدستور باقی رہتی ہے، بلکہ جو شخص اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا چاہے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہوسکتی ہے۔

چونکہ فتنہ و فساد کا دور ہے اور بہت سے واقعات ایسے رونما ہوچکے ہیں کہ غلط قسم کے لوگ دینی و مذہبی اداروں کو لاوارث کا مال سمجھ کر ان پر مسلط ہوجاتے ہیں، کبھی اہل ادارہ کو غلط روی پر مجبور کرتے ہیں، کبھی اسی نام سے دوسرا ادارہ قائم کرلیتے ہیں، جس کا نتیجہ عام مسلمانوں کے حق میں انتشار و خلفشار اور اہل دین سے تنفر کے سوا کچھ نہیں نکلتا، اس لئے اکابر کے دور سے آج تک رجسٹریشن کرانے کا معمول بغیر نکیر اور بغیر کسی اختلاف کے جاری ہے، اور فتنوں سے حفاظت کے لئے رجسٹریشن کرانا بلاشبہ مستحسن بلکہ ایک حد تک ضروری ہے، یہ ''تسجیل'' ہی کی ایک صورت ہے جو ہمیشہ

اسلامی عدالتوں میں ہوتی رہی ہے، اور جس کے مفصل احکام فتاویٰ عالمگیری جلد ششم میں موجود ہیں، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مدرسہ کے چندے کا استعمال:

س ...... محترم چند باتوں کے متعلق ہر روز سوچتا ہوں اور کوئی بھی فیصلہ کر نہیں سکتا، حق کا متلاشی ہوں، خود مدرسہ جامعہ بنوریہ سے فاضل ہوں اور پشاور یونیورسٹی کا ریسرچ پی ایچ ڈی سکالر ہوں، گاؤں میں مدرسے کی بنیاد رکھی ہے، جس کے لئے میں نے اپنے زیورات دیئے ہیں، اور مدرسہ زیرِ تعمیر ہے، چند شکوک وشبہات ہیں، عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں، میں کیا کروں؟

۱...... مدرسہ کے لئے جو فنڈ ہے یا جو لوگ چندہ دیتے ہیں، ان میں سے میں مدرسہ کے لئے رسید بک، یا لیٹر پیڈ وغیرہ بنا سکتا ہوں؟

۲...... مدرسہ کے ساتھ تعاون کرنے والے حضرات کے لئے میں مدرسے کی اس رقم سے کچھ اکرام مثلاً چائے یا کھانا وغیرہ کھلا سکتا ہوں؟

۳...... مدرسہ کے لئے اپنا علیحدہ راستہ ہے، جو ایک ندی سے گزرتا ہے، کیا اس ندی پر پل مدرسہ کی رقم سے تعمیر کر سکتا ہوں، جب کہ وہ راستہ صرف مدرسہ کا ہے؟

۴...... فی الحال مجھے پشاور یونیورسٹی میں سروس مل سکتی ہے، لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں سروس نہیں کروں گا، صرف مدرسہ میں پڑھاؤں گا، میں، میرے بھائی اور والد صاحب (علمی خاندان ہے) ہم اکٹھے رہتے ہیں، اور وہ میرے ساتھ تعاون کرتے ہیں، میرے اور میری بیوی کے اخراجات پورے کرتے ہیں، اگر بالفرض مجھے ضرورت پڑے تو میں مدرسہ کے فنڈ سے اپنے لئے تنخواہ مقرر کر سکتا ہوں؟ اگر کر سکتا ہوں تو کتنا لینا جائز ہوگا؟

محترم! فکرِ آخرت کی وجہ سے ہر وقت سوچتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دین کے نام پر کام شروع کروں اور وہ میرے لئے ہلاکت کا سامان بن جائے، اس لئے

آپ سے رابطہ رکھوں گا تاکہ صحیح طریقے پر چل سکوں۔

ج ...... ۱: بنا سکتے ہیں، مگر اس لیٹر پیڈ کو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے استعمال نہیں کرسکتے، صرف مدرسہ کے کاموں کے لئے استعمال ہونا چاہئے، اور اگر ذاتی ضروریات کے لئے آپ کو اس کی ضرورت ہو تو اپنا الگ لیٹر پیڈ بنائیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ مدرسہ کی وہ رقم زکوٰۃ فنڈ کی نہ ہو۔

۲:...... مدرسہ کے عام چندہ سے نہیں کرسکتے، البتہ خاص اسی مقصد کے لئے چندہ جمع کیا گیا ہو اس سے کرسکتے ہیں۔

۳:...... کرسکتے ہیں۔

۴:...... تنخواہ مقرر کرسکتے ہیں، اور اس کے لئے چند دیندار اور ذی فہم لوگوں کو مقرر کردیا جائے، جن سے آپ مشورہ کرسکیں۔

کفار اور منافقین سے سختی کا مصداق:

س ...... "یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ." آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کی شق اول پر کما حقہ عمل فرمایا مگر شق ثانی یعنی منافقین کے ساتھ اس کے برعکس نرمی اور شفقت فرمائی، بظاہر یہ بات آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

ج ...... کفار کے مقابلہ پر غلظت سیف و سنان کے ساتھ تھی اور منافقین کے ساتھ باللسان تھی، جہاں نرمی کی ضرورت ہوتی نرمی فرماتے ورنہ سختی، چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ ایک جمعہ کے موقع پر آپؐ نے نام لے لے کر منافقوں کو مسجد سے نکلوادیا۔

"قم یا فلان فانک منافق. قم یا فلان فانک منافق." رئیس المنافقین سے نرمی فرمانا اس کے صاحبزادے کی دلجوئی اور دیگر منافقین کو اخلاق کی تلوار سے کاٹنے کے لئے تھا۔

''قریب تھا کہ انبیاً ہوجاتے'' کا مفہوم:

س ...... حدیث شریف میں ہے کہ ایک وفد کے لوگ آپؐ کے پاس آئے، ان کے اوصاف سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''عجب نہیں انبیاً ہوجائیں۔'' اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے ساتھ بھی غالباً ایسا ہی فرمایا تھا کہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے، سوال یہ ہے کہ جب آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں تو ''انبیاً ہوجائیں'' یا ''نبی ہوجاتے'' سے کیا مراد ہے؟

ج ...... ''عجب نہیں کہ انبیاً ہوجائیں'' یہ ترجمہ غلط ہے، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: ''حکماء علماء کادوا من فقههم ان یکونوا انبیاء.'' صاحب علم، صاحب حکمت لوگ ہیں قریب تھا کہ اپنے فقہ کی وجہ سے انبیاً ہوجاتے۔ عربی لغت میں یہ الفاظ کسی کی مدح میں انتہائی مبالغے کے لئے استعمال ہوتے ہیں حقیقت کے خلاف استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ ان کا زندہ رہنا ناممکن تھا تو نبی ہونا بھی ناممکن ہوا۔ اگر نبوت مقدر ہوتی تو ان کو بھی زندہ رکھا جاتا مگر چونکہ ان کی نبوت ناممکن تھی اس لئے ان کی زندگی میں مقدر نہ ہوا۔ صاحبزادہ گرامی کے بارے میں فرمایا تھا: ''اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔'' یہ روایت بھی بہت کمزور ہے، پھر یہاں تعلیق بالمحال ہے، یہ بحث میرے رسالے ''ترجمہ خاتم النبیین'' میں صفحہ:۲۷۷، ۲۷۸ پر آئی ہے، اس کو یہاں نقل کرتا ہوں:

> ''اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادۂ گرامی حضرت ابراہیمؓ کی زیارت کی ہے؟ فرمایا: ''مات صغیرًا، ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیه وسلم نبی عاش ابنه، ولکن لا نبی بعده.'' یعنی وہ صغرسنی ہی میں خدا کو پیارے ہوگئے تھے، اور اگر تقدیر خداوندی

کا فیصلہ یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتو آپؐ کے صاحبزادۂ گرامی حیات رہتے، مگر آپؐ کے بعد نبی ہی نہیں (اس لئے صاحبزادے بھی زندہ نہ رہے)۔

(صحیح بخاری باب من سمی باسماء الانبیاء ج:۲ ص:۹۱۴)

اور یہی حضرت مُلّا علی قاریؒ نے سمجھا ہے، چنانچہ وہ موضوعات کبیر میں ابن ماجہ کی حدیث: "لو عاش ابراهيم......الخ." کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"الا ان في سنده ابوشيبة ابراهيم بن عثمان الواسطي، وهو ضعيف لكن له طرق ثلثة يقوى بعضها بعضا، ويشير اليه قوله تعالىٰ: "ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين." فانه يؤمي بانه لم يعش له ولد يصل الى مبلغ الرجال، فان ولده من صلبه يقتضي ان يكون لبّ قلبه، كما يقال: "الولد سر لابيه." ولو عاش وبلغ اربعين، وصار نبيًّا لزم ان لا يكون نبيًّا خاتم النبيين."

(موضوعات کبیر حرف "لو" ص:۶۹ مطبوعہ مجتبائی قدیم)

ترجمہ:......"اس حدیث کی سند کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ضعیف ہے، تاہم اس کے تین طرق ہیں، جو ایک دوسرے کے مؤید ہیں، اور ارشاد خداوندی: "......وخاتم النبيين." الخ بھی اسی جانب مشیر ہے، چنانچہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپؐ کا کوئی صاحبزادہ زندہ نہیں رہا، جو بالغ مردوں کی عمر کو پہنچتا، کیونکہ آپؐ

کا بیٹا، آپؐ کی صلب مبارک سے تھا، اور یہ امر اس کو مقتضی تھا کہ وہ آپؐ کا ثمرۂ اول (یعنی آپؐ کے محاسن وکمالات کا جامع) ہوتا، جیسا کہ مثل مشہور ہے: "بیٹا باپ پر ہوتا ہے۔" اب اگر وہ زندہ رہتا اور چالیس کے سن کو پہنچ کر نبی بن جاتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپؐ خاتم النبیین نہ ہوں۔"

مُلّا علی قاریؒ کی تصریح بالا سے واضح ہوجاتا ہے کہ:

الف:......آیت خاتم النبیین میں ختم نبوت کے اعلان کی بنیاد نفی اُبوّت پر رکھ کر اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ آپؐ کے بعد ہمیں کسی کو نبوت عطا کرنا ہوتی تو ہم آپؐ کے فرزندانِ گرامی کو زندہ رکھتے، اور انہیں یہ منصب عالی عطا فرماتے، مگر چونکہ آپؐ پر سلسلۂ نبوت ختم تھا، اس لئے نہ آپؐ کی اولاد نرینہ زندہ رہی، نہ آپؐ کسی بالغ مرد کے باپ کہلائے۔

ب:......ٹھیک یہی مضمون حدیث: "لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیًا۔" کا ہے، یعنی آپؐ کے بعد اگر کسی قسم کی نبوت کی گنجائش ہوتی تو اس کے لئے صاحبزادۂ گرامی کو زندہ رکھا جاتا، اور وہی نبی ہوتے، گویا حدیث نے بتایا ابراہیمؓ اس لئے نبی نہ ہوئے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ ہی بند تھا، یہ نہ ہوتا تو وہؓ زندہ بھی رہتے اور "صدیق نبی" بھی بنتے۔"

سینۂ نبویؐ کی آواز:

س ...... ایک روایت میں ہے کہ بوقت نماز آنحضرت ﷺ کے سینۂ مبارک سے بہ جوش وخروش ہانڈی کے ابلنے کی سی آواز بہت زور شور سے آتی تھی، اور ایک جگہ میں

نے یہ بھی پڑھا کہ یہ آواز ایک میل تک مسموع ہوتی تھی، یہ حدیث بظاہر درایت کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضورؐ تو رات کو گھر میں داخل ہوتے وقت سلام بھی ایسی آواز میں فرماتے تھے کہ سونے والا جاگے نہیں اور جاگنے والا سن لے، جو آواز ایک میل تک مسموع ہو تو آس پاس والوں کا کیا حال ہوگا؟ بچوں کے تو کان بھی پھٹ سکتے ہیں اور نیند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج …… ایک میل سے مسموع ہونے کی بات تو پہلی دفعہ آپ کی تحریر میں پڑھی ہے، میں نے ایسی کوئی روایت نہیں دیکھی، سند کے بارے میں کیا عرض کروں!!

منہ پر تعریف کرنا ہر ایک کے لئے ممنوع نہیں:

س …… حدیث شریف میں ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈال دو، جب کہ حضور علیہ السلام نے خود اپنی شان میں قصیدے سنے ہیں، ایک قصیدے پر حضور علیہ السلام نے کعب بن زہیر کو خوش ہوکر اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جو بعد میں حضرت معاویہؓ نے ان سے بیس ہزار درہم میں خرید لی۔

ج …… ہر شخص کے احوال مختلف ہیں، منہ پر مٹی ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اپنا نفس نہ بگڑ جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کا دور دور تک بھی احتمال نہیں، پھر ایک شخص جس کے قتل کا حکم فرمادیا وہ اظہار امان و عقیدت کے قصیدہ پڑھتا ہے، بجاطور پر وہ انعام کا مستحق ہے۔

کیا توبہ سے قتل عمد معاف ہوسکتا ہے؟

س …… "مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا …… الخ" اس آیت میں قتل عمد کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ظاہر کرتا ہے، اور سورہ فرقان میں "وَالَّذِیْنَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ …… اِلَّا مَنْ تَابَ." یہاں توبہ کے معافی کا وعدہ ہے، کیا پہلی آیت اس آیت سے منسوخ ہے؟

ج …… پہلی آیت اہل ایمان کے بارے میں ہے اور یہ رکوع یہاں سے شروع ہوتا

ہے: "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ......" اور سورۂ فرقان کی آیت: "وَمَنْ تَابَ......" کفار کے بارے میں ہے، یعنی جن لوگوں نے کفر کی حالت میں ان جرائم کا ارتکاب کیا پھر کفر وشرک سے تائب ہوگئے، ان کے کفر کی حالت کے جرائم پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض عوارض کی وجہ سے مفضول عبادت افضل سے بڑھ جاتی ہے:

س...... ایک کتاب میں ایک قول میری نظر سے گزرا، کتاب اور مصنف کا نام یاد نہیں، مفہوم یہ تھا کہ اشراق کی نماز کے لئے طلوع آفتاب تک بیٹھنے سے ہوا خوری اور صبح کی سیر زیادہ بہتر ہے۔ یہ بات اس نالائق پر بہت گراں گزری ہے، علامہ عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالغفار قوسیؒ اپنے بیٹے کے ساتھ کھانا کھارہے تھے اور حضور ﷺ کی عادت شریفہ کی اتباع میں کدو کی قاشیں انگلی سے تلاش کرکرکے کھانے کے لئے نکال رہے تھے، انہوں نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا یہ کدو حضور ﷺ کو بہت پسند تھا اور اس طرح آپ قاشیں تلاش کرکرکے کھاتے تھے۔ بیٹے نے کہا ابا! مجھے تو کدو بہت گندا لگتا ہے۔ یہ بات سن کر آپ کو اتنی غیرت آئی کہ اسی وقت تلوار سے بیٹے کا سرتن سے جدا کردیا۔ حالانکہ یہ کوئی شرعی خلاف ورزی نہیں تھی، حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ اختیار کرنا محبت کی بات ہے کوئی شرعی حکم نہیں۔

ایک طریقہ نفل عبادت کا جو حضور علیہ السلام سے متفقہ منقول ہے اس کے مقابلے میں اپنی ایک تجویز پیش کرنا اور اس کو افضل بتانا اس کی برائی صاحبان علم پر مخفی نہیں۔ یقیناً یہ ملفوظ بہت سے علماء اور مشائخ نے بھی کہیں پڑھا ہوگا اور لکھنے والا بھی عالم فاضل ہوگا، کیا اچھا ہوتا اگر حاشیہ میں اس کی تاویل بھی لکھ دیتا تاکہ مجھ جیسے کم فہم لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ اور تاویل کے بارے میں کیا عرض کروں ایک واقعہ سن لیجئے! حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے حضرت بلال سے روایت ہے کہ میرے والد عبداللہ ابن عمر نے یہ حدیث سنائی کہ "رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ عورتوں کو مسجد میں

جانے کے حق سے محروم مت کرو۔'' میرے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ ''میں تو اپنی بیوی کو مسجد میں نہ جانے دوں گا۔'' اس پر والد نے مجھے بڑی غضبناک نظروں سے دیکھا اور کرخت آواز میں کہا: ''تجھ پر خدا کی لعنت میں تجھے رسول اللہ کا حکم سناتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں یہ کہتا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی) حالانکہ اس کی بڑی معقول تاویل ہوسکتی تھی اور اب بھی اس تاویل کی بنا پر عورتیں مسجد میں نہیں جاتیں۔ لیکن بات وہی غیرت ادب اور محبت وعقیدت کی ہے اور فقیر درویش تو سراپا نیاز وادب ہوتے ہیں جناب کا اس بارے میں کیا تأثر ہے؟

ج...... آپ نے جتنے واقعات نقل کئے ہیں وہ غیر متعلق ہیں، اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عبادت جو کہ منصوص ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن بعض عوارض کی وجہ سے دوسری چیز اس سے بڑھ جاتی ہے، اس میں نہ تو آنحضرت ﷺ کے کسی ارشاد سے معارضہ ہے کہ اس پر آنجناب کے ذکر کردہ واقعات کو لاگو کیا جائے اور نہ آنحضرت ﷺ کے کسی قول کا رد کرنا ہے اور یہ اصول ہے کہ بعض اوقات مفضول عبادت عوارض کی وجہ سے افضل سے بڑھ جاتی ہے اور شریعت میں اس کی بے شمار نظائر موجود ہیں۔

رزق کے اسباب عادیہ اختیار کرنا ضروری ہے:

س...... ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا۔'' جب سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تو ہر سال سیکڑوں لوگ بھوک سے کیوں مرجاتے ہیں؟ اور یہ اموات ساری غریب ملکوں ہی میں کیوں ہوتی ہیں؟ مثلاً ایتھوپیا، سوڈان اور دوسرے افریقہ کے غریب ممالک۔ برطانیہ، امریکہ اور فرانس یا یورپ کے دوسرے مالدار ملکوں میں لوگ بھوک سے کیوں نہیں مرتے؟ قحط آسمانی بلا ہے مگر اس میں بھی غرباءؑ کی جانیں جاتی ہیں، مالدار لوگ کسی نہ کسی صورت سے اپنا بچاؤ کرلیتے ہیں۔ ان مشاہدات سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اسباب معیشت سے مشروط ہے کہ جس نے اپنے

حصول رزق کے مروجۂ زمانہ اسباب اختیار کئے اللہ اس کو رزق ضرور بھیجے گا۔

ج ...... آپ کی رائے صحیح ہے، رزق کے اسباب عادیہ کا اختیار کرنا بہرحال ضروری ہے اِلَّا یہ کہ اعلیٰ درجہ کا توکل نصیب ہو۔ پرندے اور چرندے اسباب رزق اختیار کرتے ہیں، تاہم ان کو اختیار اسباب کے ساتھ فطری توکل بھی نصیب ہے۔

شریعت نے اسباب کو مہمل نہیں چھوڑا:

س ...... "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ." اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: "آپ کی رائے صحیح ہے۔" کیا سلف نے بھی اس رائے کے بارے میں کچھ کہا ہے کیونکہ میں نے پڑھا ہے کہ جس نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اس نے...... اس لئے جب کسی بزرگ سے اس رائے کی تصدیق ہوجائے گی تو پھر یہ اپنی رائے نہ رہے گی اور اس وعید کے دائرے سے باہر ہوجائیں گے۔

ج ...... صحیح بایں معنی ہے کہ شریعت نے اسباب کو مہمل نہیں چھوڑا ہے، اگرچہ اسباب، اسباب ہیں ارباب نہیں، رزق تو سب کا اللہ نے اپنے ذمہ رکھا ہے لیکن ہماری نظر چونکہ اسباب سے بالاتر نہیں جاتی اس لئے ہمیں رزق بذریعہ اسباب طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور رزق کو بظاہر مشروط بہ اسباب رکھا ہے، ورنہ اس کی مشیت کے بغیر نہ اسباب، اسباب ہے اور نہ روزی کا حصول اسباب کا مرہونِ منت ہے۔

نمرود کے مبہوت ہونے کی وجہ:

س ...... "فَاِنَّ اللهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ." تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ یہ بات سن کر نمرود کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسے پہلے جواب دے چکا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی، پوچھنا یہ ہے کہ وہ گنجائش کیا تھی؟ پہلے سوال کے جواب میں تو اس نے ایک بے گناہ کو قتل کردیا اور ایک مجرم کو آزاد کردیا، دوسرے سوال میں کیا کہہ سکتا تھا؟

ج ...... ایک گنوار کا لطیفہ ہے کہ اس نے کسی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھا: ''بابو جی زمین کا بیچ (مرکز) کہاں ہے؟'' جواب نفی میں ملا، گنوار کہنے لگا تم نے خواہ مخواہ اتنا پڑھ لکھ کر سب ڈبو دیا، اتنی بات تو مجھ گنوار کو بھی معلوم ہے، بابو جی نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس نے ہاتھ کی لاٹھی سے ایک گول دائرہ بنایا اور اس کے درمیان لاٹھی گاڑ کر کہنے لگا: ''یہ ہے زمین کا درمیان، اگر یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لو۔'' اس کو معلوم تھا کہ نہ کوئی پیمائش کر سکے اور نہ اس کے دعوے کو توڑ سکے گا۔

نمرود بھی اگر اس گنوار کے مسلک پر عمل کرتا تو کہہ سکتا تھا کہ آفتاب کو مشرق سے تو میں نکالتا ہوں، تیرا رب اب اس کو مغرب سے نکال کر دکھائے۔ لیکن اس کو یہ دعویٰ ہانکنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ اسے یقین ہوگیا کہ جو مالک مشرق سے نکالتا ہے وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے، اگر میں نے یہ دعویٰ کر دیا تو ایسا نہ ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا رب مغرب سے نکال کر دکھا دے۔ "فبهت الذی کفر."

اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا:

س ...... حدیث شریف میں اللہ کے خوف سے رونے پر بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے وغیرہ۔ جب کہ اللہ کی محبت، اشتیاق، طلب اور اس کے ہجر میں رونے کی کوئی حدیث یا فضیلت نظر سے نہیں گزری، اوروں کا حال تو معلوم نہیں، بندہ اپنی حالت عرض کرتا ہے کہ خوف سے تو پوری زندگی میں کبھی رونا نہیں آیا، البتہ اس کی یاد، محبت اور ذکر کرتے وقت بے اختیار رونا پہلے تو روز کا معمول تھا (ایک حالت گریہ طاری تھی) اور اب بھی اتنا تو نہیں مگر پھر بھی گریہ طاری ہو جاتا ہے، قرآن پاک سن کر، کوئی رقت آمیز واقعہ سن کر، کوئی ہجر و فراق اور محبوب کی بے اعتنائی کا مضمون سن کر، اپنی حسرت نایافت کا روزنامچہ پڑھ کر، کیا کوئی حدیث اس کے متعلق بھی ہے؟

ج ...... یہ تو ظاہر ہے رونا کئی طرح کا ہوتا ہے، محبت و اشتیاق میں رونا اور خوف و

خشیت سے رونا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اول الذکر مؤخر الذکر سے اعلیٰ و ارفع ہے، پس جب مفضول کی فضیلت معلوم ہوگئی تو افضل کی اس سے خود بخود معلوم ہوجائے گی، مثلاً شہدا کے جتنے فضائل احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، صدیقین کے بظاہر اتنے نہیں ملتے، مگر سب جانتے ہیں کہ صدیقین شہدا سے افضل ہیں، پس جو فضائل شہدا کے ہیں صدیقین کے ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ علاوہ ازیں خشیت الٰہی سے رونے کی فضیلت اس بنا پر بھی ذکر کی گئی ہے کہ بندے کی حالتِ ضعف و ناکارگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خشیت الٰہی سے روئے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہِ بے چون و چگون کے لائق پوری زندگی کا ایک عمل بھی نظر نہیں آتا، بندہ اپنی بے چارگی کی بنا پر بالکل صفر اور خالی ہاتھ نظر آتا ہے، خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں کے انبار در انبار ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں نیکی ایک بھی ایسی نہیں جو اس بارگاہ عالی کے شایانِ شان ہو، اور جس کے بارے میں بندہ جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ یہ نیکی لایا ہوں۔ ایسی حالت میں عشق و محبت کے سارے خیالات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور سوائے خوف و خشیت کے کچھ پلے نہیں رہتا، گویا خوف سے رونے کی فضیلت جن احادیث میں آئی ہے ان میں۔ واللہ اعلم۔ یہ رمز ہے کہ بندے کو "ایاز قدر خویش بہ شناس" پر نظر رہے اور عشق و محبت کے دعوؤں سے مغرور نہ ہوجائے۔

صنف نازک کا جوہر اصلی:

س ...... مولانا صاحب! آج کل ہر طرف عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے مناظر اور مظاہرے عام ہو رہے ہیں، کبھی کسی عنوان سے اور کبھی کسی عنوان سے صنف نازک کے جوہر اصلی شرم و حیا اور عفت و عصمت کو تار تار کیا جارہا ہے، لیکن اس بے حیائی کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتا، آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں امت کی راہ نمائی فرمادیں، نوازش ہوگی۔

ج ...... کسی زمانے میں شرم و حیا صنف نازک کا اصل جوہر' انسانی سوسائٹی کی بلند

قدر' اسلامیت کا پاکیزہ شعار اور مشرقی معاشرے کا قابل فخر امتیازی نشان سمجھا جاتا تھا' اول تو انسان کی فطرت ہی میں عفت' حیا' اور ستر کا جذبہ ودیعت فرمایا گیا ہے (بشرطیکہ فطرت مسخ نہ ہو گئی ہو) پھر مسلمانوں کو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (بابائنا هووامهاتنا وارواحنا) کے یہ ارشادات یاد تھے۔

۱۔ چار چیزیں تمام رسولوں کی سنت ہیں' حیا' خوشبو کا استعمال' مسواک اور نکاح۔

(ترمذی)

۲۔ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں' ان میں سب سے بڑھ کر لاالہ الا اللہ کہنا ہے' اور سب سے کم درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے' اور حیا' ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

۳۔ حیا سراپا خیر ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

۴۔ حیا ایمان کا حصہ ہے' اور ایمان جنت میں (لے جانے والا) ہے۔ اور بے حیائی بے مروتی ہے اور بے مروتی جہنم سے ہے' (مسند احمد' ترمذی)۔

۵۔ ہر دین کا ایک امتیازی خلق ہوتا ہے۔ اور اسلام کا خلق حیا ہے۔(موطامالک۔ ابن ماجہ' بیہقی)۔

۶۔ حیا اور ایمان باہم جکڑے ہوئے ہیں' جب ایک کو اٹھا دیا جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ (اور ایک روایت یہ ہے کہ) جب ایک سلب کر لیا جائے۔ تو دوسرا بھی اس کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ (بیہقی)

انسانی فطرت اور نبوی تعلیم کا یہ اثر تھا' کہ مسلمانوں میں حیاء عفت اور پردہ کا عقیدہ جزو ایمان تھا' خلاف حیاء معمولی حرکت بھی مذہبی اور سماجی جرم اور سنگین جرم سمجھی جاتی تھی' لیکن مغربی تہذیب کے تسلط سے اب یہ حالت ہے' کہ شاید ہمیں معلوم بھی نہیں کہ شرم و حیا کس چیز کا نام ہے' مردوں کی نظر اور

عورتوں کی حرمت و آبرو سے پہرے اٹھا دیئے گئے ہیں' سربازار عورتوں کو چھیڑنے' اور بھری بسوں میں عورتوں کے بالوں سے کھیلنے کی خبریں ہم سبھی پڑھتے ہیں۔ سرشام کراچی' لاہور' پنڈی کے بازار عریانی اور فحاشی میں پیرس کو شرماتے ہیں' تعلیمی اداروں سے سینما تک مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط اور جنسی محرکات کا طوفان برپا ہے۔ مخصوص ملازمتوں کے لئے مرد و عورت کے برہنہ معائنے ہوتے ہیں' کیا ہمارے اس گندے معاشرے کو دیکھ کر یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیرالامم ہے' جسے تمام عالم کی روحانی قیادت سونپی گئی تھی؟۔

ہمارے ایمانی اقدار کا جو بچا کھچا اثاثہ ان طوفانی موجوں کی لپیٹ میں آنے سے محفوظ رہ گیا تھا' اس کے بارے میں ہمارے ناخدایان قوم کس ذہن سے سوچتے ہیں؟ اس کا اندازہ ذیل کی اخباری اطلاع سے کیجئے :

"خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں شرم و حیا کا پردہ چاک کر دیا جائے"۔

"سینتاگو ۲۹ اپریل (اپ پ' رائٹر) خاندانی منصوبہ بندی کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں منصوبہ بندی سے متعلق شرم و حیا کا پردہ چاک کرنے کے لئے موثر اقدامات کئے جانے چاہئیں' یہ بات یہاں والدین کی بین الاقوامی کانفرنس میں کہی گئی' اس موقع پر پاکستان کے خاندانی منصوبہ بندی کے کمشنر مسٹر انور عادل نے کہا کہ ضبط تولید کے لئے مانع حمل ادویات کا استعمال چوری چھپے کیا جاتا ہے جو غلط ہے اور اس طریقہ کو ختم کیا جانا چاہئے

انہوں نے مزید کہا کہ ضبط تولید کے موضوع پر واضح طور پر اور معاشرے میں ہر جگہ کھلم کھلا تبادلہ خیال کیا جانا چاہئے' مسٹر عادل نے والدین کی آٹھویں بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پاکستان میں اکثر لوگ اپنے خاندان کی توسیع کی روک تھام کے لئے ضبط تولید کے خواہشمند ہیں لیکن وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے ہسپتال میں دیکھا گیا تو ان کے لئے شرمندگی کا باعث ہو گا انہوں نے کہا کہ عوام کو ضبط تولید کے لئے ہر ممکن آسانیاں اور مانع حمل اشیاء فراہم کی جائیں"۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۸ اپریل ۱۹۶۷ء)۔

جس اہم مقصد کی کامیابی کے لئے شرم و حیا کا پردہ چاک کرنے اور ایمان و اخلاق کی قربانی دینے کی پرزور دعوت سے "بین الاقوامی کانفرنسوں" کو مشرف فرمایا جاتا ہے اس کے بدترین نتائج پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

"مغربی عورت کو ایک نئے مسئلہ کا سامنا"

"ہیمبرگ ۱۴ اپریل (پ پ ا) مانع حمل گولیوں کے استعمال سے عورتوں کی جنسی خواہش میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔چنانچہ معاشرتی اور سیاسی میدان میں مساوی حقوق حاصل کرنے کے بعد اب عورت جنسی معاملات میں بھی اخلاقی روایات کو پس پشت ڈال کر مرد جیسا کردار انجام دینے کے لئے بے چین ہے۔یہ مسئلہ آج کل مغربی جرمنی کے ڈاکٹروں' سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات و

جنسیات کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے جرمن اور امریکن ماہرین کی حالیہ تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ مانع حمل گولیاں استعمال کرنے والی عورتوں میں ایک تہائی سے زائد عورتوں کی جنسی خواہش میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے حتیٰ کہ بعض عورتوں کو اپنے بھڑکتے ہوئے جذبات پر قابو پانے کے لئے ڈاکٹروں سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔امریکہ سوسائٹی آف فیملی پلاننگ کے سائنسدانوں جرمن ماہرین جنسیات و پیدائش دونوں اس نتیجہ سے متفق ہیں ہیمبرگ کے ڈاکٹر ہرٹااسٹول نے لکھا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جدید دور کی عورت اپنے شوہر کے جذبات بھڑکانے کے نت نئے طریقے استعمال کر رہی ہے یہ تمام ماہرین اس امر پر متفق ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب عاشق ہونا اور محبت میں پیشقدمی کرنا صرف مردوں کا حق نہ ہوگا بلکہ بہت ممکن ہے کہ عورتیں اس میدان میں مردوں سے بہت آگے نکل جائیں"۔

پاکستان میں عریانی کا ذمہ دار کون؟

س ...... کیا خواتین کے لئے ہاکی کھیلنا، کرکٹ کھیلنا، بال کٹوانا اور ننگے سر باہر جانا، کلبوں، سینماؤں یا ہوٹلوں اور دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کرنا، غیرمردوں سے ہاتھ ملانا اور بے حجابانہ باتیں کرنا، خواتین کا مردوں کی مجالس میں ننگے سر میلاد میں شامل ہونا، ننگے سر اور نیم برہنہ پوشاک پہن کر غیرمردوں میں نعت خوانی کرنا اسلامی شریعت میں جائز ہے؟ کیا علمائے کرام پر واجب نہیں کہ وہ ان بدعتوں اور غیراسلامی کردار ادا کرنے والی خواتین کے خلاف حکومت کو انسداد پر مجبور کریں؟

ج ...... اس ضمن میں ایک غیور مسلمان خاتون کا خط بھی پڑھ لیجئے' جو ہمارے مخدوم

حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی مدظلہ کو موصول ہوا' وہ لکھتی ہیں :

"لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر پختہ ہو گیا ہے کہ حکومت پاکستان پردے کے خلاف ہے یہ خیال اس کوٹ کی وجہ سے ہوا ہے جو حکومت کی طرف سے حج کے موقع پر خواتین کے لئے پہننا ضروری قرار دے دیا گیا ہے' یہ ایک زبردست غلطی ہے اگر پہچان کے لئے ضروری تھا تو نیلا برقعہ پہننے کو کہا جاتا۔

حج کی جو کتاب رہنمائی کے لئے حجاج کو دی جاتی ہے اس میں تصویر کے ذریعے مرد عورت کو احرام کی حالت میں دکھایا گیا ہے' اول تو تصویر ہی غیر اسلامی فعل ہے۔ دوسرے عورت کی تصویر کے نیچے ایک جملہ لکھ کر ایک طرح سے پردے کی فرضیت سے انکار ہی کر دیا۔

وہ تکلیف دہ جملہ یہ ہے کہ "اگر پردہ کرنا ہو تو منہ پر کوئی آڑ رکھیں تاکہ منہ پر کپڑا نہ لگے" یہ تو درست مسئلہ ہے لیکن "اگر پردہ کرنا ہو" کیوں لکھا گیا' پردہ تو فرض ہے' پھر کسی کی پسند یا ناپسند کا کیا سوال؟ بلکہ پردہ پہلے فرض ہے 'حج بعد کو۔ کھلے چہرے ان کی تصویروں کے ذریعہ اخبارات میں نمائش 'ٹی وی پر نمائش' یہ سب پردے کے احکام کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟ ....اور علمائے کرام تماشائی بنے بیٹھے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور بدی کے خلاف بدی کو مٹانے کے لئے اللہ کے احکام سنا سنا کر پیروی کروانے کا فریضہ ادا نہیں کرتے خدا کے فضل و کرم سے پاکستان اور تمام مسلم ممالک میں علماء کی تعداد اتنی ہے کہ ملت کی اصلاح کے لئے کوئی دقت پیش

نہیں آ سکتی۔ جب کوئی برائی پیدا ہو اس کو پیدا ہوتے ہی کچلنا چاہئے۔ جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو مصیبت بن جاتی ہے' علماء ہی کا فرض ہے کہ امت کو برائیوں سے بچائیں' اپنے گھروں کو علماء رائج الوقت برائیوں سے اپنی ذات کو برائیوں سے دور رکھیں تاکہ اچھا اثر ہو......

تعلیمی ادارے جہاں قوم بنتی ہے غیر اسلامی لباس اور غیر زبان میں ابتدائی تعلیم کی وجہ سے قوم کے لئے سود مند ہونے کے بجائے نقصان کا باعث ہیں۔ معلم اور معلمات کو اسلامی عقائد اور طریقے اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے طالبات کے لئے چادر ضروری قرار دی گئی لیکن گلے میں پڑی ہے' چادر کا مقصد جب ہی پورا ہو سکتا ہے جب معمر خواتین باپردہ ہوں۔ بچیوں کے ننھے ننھے ذہن چادر کو بار تصور کرتے ہیں جب وہ دیکھتی ہیں معلمہ اور اس کی اپنی ماں گلی بازاروں میں سربرہنہ نیم عریاں لباس میں ہیں تو چادر کا بوجھ کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگتا ہے بے پردگی ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہے ضرورت ہے پردے کی فرضیت واضح کی جائے' اور بڑے لفظوں میں پوسٹر چھپوا کر تقسیم بھی کیے جائیں۔ اور مساجد' طبی ادارے' تعلیمی ادارے' مارکیٹ جہاں خواتین ایک وقت میں زیادہ تعداد میں شریک ہوتی ہیں' شادی ہال وغیرہ وہاں پردے کے احکام اور پردے کی فرضیت بتائی جائے۔ بے پردگی پر وہی گناہ ہوگا جو کسی فرض کو ترک کرنے پر ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد برائیاں بے پردگی کی

وجہ سے وجود میں آئی ہیں اور جب تک بے پردگی ہے برائیاں بھی رہیں گی۔

راجہ ظفر الحق صاحب مبارک ہستی ہیں اللہ پاک ان کو مخالفتوں کے سیلاب میں ثابت قدم رکھیں آمین۔ ٹی وی سے فحش اشتہار ہٹائے تو شور برپا ہو گیا۔ ہاکی ٹیم کا دورہ منسوخ ہونے سے ہمارے صحافی اور کالم نویس رنجیدہ ہو گئے۔ جو اخبار ہاتھ لگے دیکھئے' جلوہ رقص و نغمہ 'حسن و جمال' روح کی غذا کہہ کر موسیقی کی وکالت اکوئی نام نہاد عالم ٹائی اور سوٹ کو بین الاقوامی لباس ثابت کر کے اپنی شناخت کو بھی مٹا رہے ہیں۔ ننھے ننھے بچے ٹائی کا وبال گلے میں ڈالے اسکول جاتے ہیں۔ کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جہاں غیروں کی نقل نہ ہو۔

راجہ صاحب کو ایک قابل قدر ہستی کی مخالفت کا بھی سامنا ہے۔ اس معزز ہستی کو اگر پردے کی فرضیت اور افادیت سمجھائی جائے تو انشاء اللہ مخالفت 'موافقت کا رخ اختیار کرے گی۔ عورت سرکاری محکموں میں کوئی تعمیری کام اگر اسلام کے احکام کی مخالفت کر کے بھی 'کر رہی ہے تو وہ کام ہمارے مرد بھی انجام دے سکتے ہیں بلکہ سرکار' کے سرکاری محکموں میں تقرر مرد طبقے کے لئے تباہ کن ہے۔ مرد طبقہ بیکاری کی وجہ سے یا تو جرائم کا سہارا لے رہا ہے یا ناجائز طریقے اختیار کر کے غیر ممالک میں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔"

بدقسمتی سے دور جدید میں عورتوں کی عریانی و بے حجابی کا جو سیلاب برپا ہے' وہ تمام اہل فکر کے لئے پریشانی کا موجب ہے۔ مغرب اس لعنت کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔

وہاں عائلی نظام تلپٹ ہو چکا ہے۔ شرم و حیا اور غیرت و حمیت کا لفظ اس کی لغت سے خارج ہو چکا ہے اور حدیث پاک میں آخری زمانہ میں انسانیت کی جس آخری پستی کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ :

"وہ چوپایوں اور گدھوں کی طرح سربازار شہوت رانی کریں گے"۔ اس کے مناظر بھی وہاں سامنے آنے لگے ہیں۔ ابلیس مغرب نے صنف نازک کو خاتون خانہ کے بجائے شمع محفل بنانے کے لئے "آزادیٔ نسواں" کا خوبصورت نعرہ بلند کیا۔ ناقصات العقل والدین کو سمجھایا گیا کہ پردہ ان کی ترقی میں حارج ہے' انہیں گھر کی چاردیواری سے نکل کر زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے۔ اس کے لئے تنظیمیں بنائی گئیں۔ تحریکیں چلائی گئیں' مضامین لکھے گئے' کتابیں لکھی گئیں' اور پردہ' جو صنف نازک کی شرم و حیا کا نشان ہے' اس کی عفت و آبرو کا محافظ اور اس کی فطرت کا تقاضا تھا' اس پر رجعت پسندی کے آوازے کسے گئے۔ اس مکروہ ترین ابلیسی پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حوا کی بیٹیاں ابلیس کے دام تزویر میں آگئیں۔ ان کے چہرے سے نقاب نوچ لی گئی' سر سے دوپٹہ چھین لیا گیا۔ آنکھوں سے شرم و حیا لوٹ لی گئی۔ اور اسے بے حجاب و عریاں کر کے تعلیم گاہوں' دفتروں' اسمبلیوں' کلبوں' سڑکوں' بازاروں اور کھیل کے میدانوں میں گھسیٹ لیا گیا۔ اس مظلوم مخلوق کا سب کچھ لٹ چکا ہے۔ لیکن ابلیس کا جذبہ عریانی و شہوانی ہنوز تشنہ ہے۔

مغرب' مذہب سے آزاد تھا۔ اس لئے وہاں عورت کو اس کی فطرت سے بغاوت پر آمادہ کر کے مادرپدر آزادی دلا دینا آسان تھا۔ لیکن مشرق میں ابلیس کو دوہری مشکل کا سامنا تھا۔ ایک عورت کو اس کی فطرت سے لڑائی لڑنے پر آمادہ کرنا اور دوسرے تعلیمات نبوت' جو مسلم معاشرے کے رگ و ریشہ میں صدیوں سے سرایت کی ہوئی تھیں' عورت اور پورے معاشرہ کو ان سے بغاوت پر آمادہ کرنا۔

ہماری بدقسمتی، مسلم ممالک کی تکیل ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو "ایمان بالمغرب" میں اہل مغرب سے بھی دو قدم آگے تھے جن کی تعلیم و تربیت اور نشوونما خالص مغربیت کے ماحول میں ہوئی تھی جن کے نزدیک دین و مذہب کی پابندی ایک لغو اور لایعنی چیز تھی۔ اور جنہیں نہ خدا سے شرم تھی۔ نہ مخلوق سے---- یہ لوگ مشرقی روایات سے کٹ کر مغرب کی راہ پر گامزن ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے اپنی بہو بیٹیوں، ماؤں بہنوں اور بیویوں کو پردہ عفت سے نکال کر آوارہ نظروں کے لئے وقف عام کیا۔ ان کی دنیوی وجاہت و اقبال مندی کو دیکھ کر متوسط طبقے کی نظریں للچائیں۔ اور رفتہ رفتہ تعلیم، ملازمت اور ترقی کے بہانے وہ تمام ابلیسی مناظر سامنے آنے لگے جن کا تماشا مغرب میں دیکھا جا چکا تھا۔ عریانی و بے حجابی کا ایک سیلاب ہے جو لحہ بہ لحہ بڑھ رہا ہے۔ جس میں اسلامی تہذیب و تمدن کے محلات ڈوب رہے ہیں۔ انسانی عظمت و شرافت اور نسوانی عفت و حیا کے پہاڑ بہ رہے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سیلاب کہاں جا کر تھمے گا۔ اور انسان "انسانیت کی طرف کب پلٹے گا؟ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ کہ جب تک خدا کا خفیہ ہاتھ قائدین شر کے وجود سے اس زمین کو پاک نہیں کر دیتا اس کے تھمنے کا کوئی امکان نہیں۔

رب لا تذر علی الا رض من الکا فرین دیا را انک
ان تذرھم یضلوا عبا دک ولا یلدوا الا فا جرا
کفا را۔

(نوح ۲۷)

جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے عورت کا وجود فطرتاً سراپا ستر ہے۔ اور پردہ اس کی فطرت کی آواز ہے۔

حدیث میں ہے :

المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔

(مشکوۃ ص ۲۶۹ بروایت ترمذی)

ترجمہ: "عورت سراپا ستر ہے۔ پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک کرتا ہے۔"

امام ابو نعیمؒ اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما خیر للنساء فلم ندر ما نقول فجاء علی رضی اللّٰہ عنہ الی فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہا۔ فاخبرها بذلک فقالت فهلا قلت لہ خیر لهن ان لا یرین الرجال ولا یرونهن فرجع فاخبرہ بذلک فقال لہ من علملک هذا قال فاطمۃ قال انها بضعۃ منی۔

سعید بن المسیب عن علی رضی اللّٰہ عنہ انہ قال لفاطمۃ ما خیر للنساء قالت لا یرین الرجال ولا یرونهن فذکر ذلک للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انما فاطمۃ بضعۃ منی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا بتاؤ! عورت کے لئے سب سے بہتر کونسی چیز ہے۔ ہمیں اس سوال کا جواب نہ سوجھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے اٹھ کر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے ان سے اسی سوال کا ذکر کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :

آپ لوگوں نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ اجنبی مردوں کو نہ دیکھیں۔ اور نہ ان کو کوئی دیکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آکر یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جواب تمہیں کس نے بتایا۔ عرض کیا' فاطمہؓ نے' فرمایا : فاطمہؓ آخر میرے جگر کا ٹکڑا ہے نا۔

سعید بن مسیبؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے۔ فرمانے لگیں :

" یہ کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں۔ اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تو فرمایا واقعی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (ص ۲۰۳ جلد ۹) میں بھی مسند بزار کے حوالے سے نقل کی ہے۔

موجودہ دور کی عریانی اسلام کی نظر میں جاہلیت کا تبرج ہے۔ جس سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے اور چونکہ عریانی قلب و نظر کی گندگی کا سبب بنتی ہے' اس لئے ان تمام عورتوں کے لئے باعث عبرت ہے جو بے حجابانہ نکلتی ہیں۔ اور ان مردوں کے لئے بھی جن کی ناپاک نظریں ان کا تعاقب کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ۔

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ کی لعنت دیکھنے والے پر بھی۔ اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی"۔

عورتوں کا بغیر صحیح ضرورت کے گھر سے نکلنا، شرف نسوانیت کے منافی ہے۔ اور اگر انہیں گھر سے باہر قدم رکھنے کی ضرورت پیش ہی آئے تو حکم ہے کہ ان کا پورا بدن مستور ہو۔

فلمی دنیا سے معاشرتی بگاڑ:

س...... محترم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

برائے نوازش مندرجہ سوالات پر اپنا فتویٰ صادر فرمائیں:

پاکستان میں سینماؤں اور ٹیلی ویژن پر جو فلمیں دکھائی جاتی ہیں، ان میں جو ایکٹر، ایکٹرس، رقاصائیں، گویے اور موسیقی کے ساز بجانے والے کام کرتے ہیں۔ یہ ایکٹر، ایکٹرس اور رقاصائیں کسی زمانے کے کنجروں اور میراثیوں سے بھی زیادہ بے حیائی اور بے شرمی کے کردار پیش کرنے میں سبقت لے گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں، بوس و کنار کرتے ہیں، نیم برہنہ پوشاک پہن کر اداکاری کرتے ہیں، اور فلموں میں فرضی شادیاں بھی کرتے ہیں، کبھی وہی ایکٹرس ان کی ماں کا، کبھی بہن کا، اور کبھی بیوی کا کردار ادا کرتی ہے، یہ لوگ اس معاش سے دولت کما کر حج کرنے بھی جاتے ہیں، اور بعض ان میں میلاد اور قرآن خوانی بھی کراتے ہیں، ظاہر ہے کہ مولوی صاحبان کو بھی مدعو کرتے ہوں گے، ان لوگوں کے ذمہ حکومت کی طرف سے انکم ٹیکس کے لاکھوں ہزاروں روپے واجب الادا بھی ہیں، یہ لوگ حج سے آنے کے بعد بھی وہی کردار پھر اپناتے ہیں۔

س ۱:...... یہ ایکٹر، ایکٹرس، رقاصائیں، گویے اور طبلے سارنگیاں بجانے والے وغیرہ جو اس معاش سے دولت کماتے ہیں، کیا ایسی کمائی سے حج اور زکوٰۃ کا فریضہ ادا ہوتا ہے؟ کیا میلاد اور قرآن خوانی کی محفل میں ان معاش کے لوگوں کے ساتھ شامل ہونا، کھانا پینا وغیرہ شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے؟

س ۲:...... کیونکہ ان لوگوں کے کردار بے شرمی، بے حیائی کے برملا مناظر فلموں اور ٹیلی ویژن پر عام طور پر پیش ہوتے ہیں، کیا شریعت اسلامی کی رو سے ان کے جنازے پڑھانے اور ان میں شمولیت جائز ہے؟

س ۳:...... کیا علماء کرام پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ حکومت کو مجبور کریں کہ ایسی فلمیں سینماؤں اور ٹیلی ویژن پر ایسے لچر اور بے حیائی کے کردار دکھانے بند کئے جائیں؟ اور کیا خواتین کا فلموں میں کام کرنا جائز ہے؟

والسلام

خیر اندیش خاکسار

محمد یوسف۔ انگلینڈ

ج...... فلمی دنیا کے جن کارناموں کا خط میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا ناجائز و حرام اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہونا کسی تشریح و وضاحت کا محتاج نہیں، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے صحیح فہم اور انسانی حس عطا فرمائی ہو وہ جانتا ہے کہ ان چیزوں کا رواج انسانیت کے زوال و انحطاط کی علامت ہے۔ بلکہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کا یہ آخری نقطہ ہے جس کے بعد خالص حیوانیت کا درجہ باقی رہ جاتا ہے۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

(علامہ اقبالؒ)

جب اس پر غور کیا جائے کہ یہ چیزیں مسلمان معاشرے میں کیسے در آئیں، اور

ان کا رواج کیسے ہوا؟ تو عقل چکرا جاتی ہے۔ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم 'خلفائے راشدینؓ صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی پاک اور مقدس زندگیاں ہیں اور وہ رشک ملائک معاشرہ ہے جو اسلام نے تشکیل دیا تھا۔ دوسری طرف سینماؤں 'ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی بدولت ہمارا آج کا مسلمان معاشرہ ہے۔ دونوں کے تقابلی مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے آج کے معاشرے کو اسلامی معاشرہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہم نے اپنے معاشرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک سنت کو کھرچ کھرچ کر صاف کر دیا ہے' اور اس کی جگہ شیطان کی تعلیم کردہ لادینی حرکات کو ایک ایک کر کے رائج کر لیا ہے۔ (الحمد للہ! اب بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر بڑی پامردی و مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر یہاں گفتگو افراد کی نہیں' بلکہ عمومی معاشرے کی ہو رہی ہے۔) شیطان نے مسلم معاشرے کا حلیہ بگاڑنے کے لئے نہ جانے کیا کیا کرتب ایجاد کئے ہوں گے۔ لیکن شاید راگ رنگ' یہ ریڈیائی نغمے یہ ٹیلی ویژن اور وی سی آر' شیطانی آلات میں سرفہرست ہیں۔ جن کے ذریعے امت مسلمہ کو گمراہ اور ملعون قوموں کے نقش قدم پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہمارا "مہذب معاشرہ" ان فلموں کو "تفریح" کا نام دیتا ہے۔ کاش وہ جانتا کہ یہ "تفریح" کن ہولناک نتائج کو جنم دیتی ہے۔ مسلمان اس "تفریح" میں مشغول ہو کر خود اپنی اسلامیت کا کس قدر مذاق اڑا رہے ہیں اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو کیسے کھلونا بنا رہے ہیں۔

اس فلمی صنعت سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ سب یکساں نہیں۔ ان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کا ضمیر اس کام پر انہیں ملامت کرتا ہے' وہ اپنے آپ کو قصور وار سمجھتے ہیں۔ اور انہیں احساس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔ اس لئے وہ اس گنہ گار زندگی پر نادم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان کی رمق اور انسانیت کی حس ابھی باقی ہے۔ گو اپنے ضعف ایمان کی بنا پر وہ اس گناہ کو چھوڑ نہیں پاتے اور اس آلودہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ تاہم غنیمت ہے کہ وہ اپنی حالت کو اچھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا ضمیر ان کھلے گناہوں کو گناہ تسلیم کرنے سے بھی انکار کرتا ہے ۔وہ اسے لائق فخر آرٹ اور فن سمجھ کر اس پر ناز کرتے ہیں اور بزعم خود اسے انسانیت کی خدمت تصور کرتے ہیں ان لوگوں کی حالت پہلے فریق سے زیادہ لائق رحم ہے۔ کیونکہ گناہ کو ہنر اور کمال سمجھ لینا بہت ہی خطرناک حالت ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھیے کہ ایک مریض تو وہ ہے جسے یہ احساس ہے کہ وہ مریض ہے۔ وہ اگرچہ بدپرہیز ہے اور اس کی بدپرہیزی اس کے مرض کو لاعلاج بنا سکتی ہے۔ تاہم جب تک اس کو مرض کا احساس ہے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے علاج کی طرف توجہ کرے گا۔ اس کے برعکس دوسرا مریض وہ ہے جو کسی ذہنی و دماغی مرض میں مبتلا ہے وہ اپنے جنون کو عین صحت سمجھ رہا ہے۔ اور جو لوگ نہایت شفقت و محبت سے اسے علاج معالجہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ ان کو "پاگل" تصور کرتا ہے۔ یہ شخص جو اپنی بیماری کو عین صحت تصور کرتا ہے اور اپنے سوا دنیا بھر کے عقلا کو احمق اور دیوانہ سمجھتا ہے اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ یہ اس خوش فہمی کے مرض سے کبھی شفایاب نہیں ہوگا۔

جو لوگ فلمی صنعت سے وابستہ ہیں ان کے زرق برق لباس' ان کی عیش و عشرت 'اور ان کے بلند ترین معیار زندگی میں حقیقت ناشناس لوگوں کے لئے بڑی کشش ہے۔ ہمارے نوجوان ان کی طرف حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ان جیسا بن جانے کی تمنائیں رکھتے ہیں۔ لباس کی تراش خراش میں ان کی تقلید و نقالی

کرتے ہیں۔ لیکن کاش !کوئی ان کے نہاں خانہ دل میں جھانک کر دیکھتا کہ وہ کس قدر ویران اور اجڑا ہوا ہے۔ انہیں سب کچھ میسر ہے مگر سکون قلب کی دولت میسر نہیں یہ لوگ دل کا سکون و اطمینان ڈھونڈھنے کے لئے ہزاروں جتن کرتے ہیں لیکن جس کنجی سے دل کے تالے کھلتے ہیں وہ ان کے ہاتھ سے گم ہے۔ ایک ظاہر بین ان کے

نعرہ : بابر بہ عیش کوش !کہ عالم دوبارہ نیست

کولائق رشک سمجھتا ہے۔ مگر ایک حقیقت شناس ان کے دل کی ویرانی و بے اطمینانی کو دیکھ کر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سزا کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ جس جرم کی دنیا میں یہ سزا ہو سوچنا چاہئے کہ اس کی سزا مرنے کے بعد کیا ہو گی؟۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے فلموں کی نمائش سینما ہالوں یا مخصوص جگہوں میں ہوتی تھی۔ لیکن ٹیلی ویژن اور وی سی آر نے اس جنس گناہ کو اس قدر عام کر دیا ہے کہ مسلمانوں کا گھر گھر "سینماہال" میں تبدیل ہو چکا ہے۔ بڑے شہروں میں کوئی خوش قسمت گھر ہی ایسا ہو گا جو اس لعنت سے محفوظ ہو۔ بچوں کی فطرت کھیل تماشوں اور اس قسم کے مناظر کی طرف طبعا" راغب ہے اور ہمارے "مہذب شہری" یہ سمجھ کر ٹیلی ویژن گھر میں لانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر یہ چیز اپنے گھر میں نہ ہوئی تو بچے ہمسایوں کے گھر جائیں گے۔ اس طرح ٹیلی ویژن رکھنا فخر و مباہات کا گویا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ ادھر "ٹیلی ویژن" کے سوداگروں نے ازراہ عنایت قسطوں پر ٹیلی ویژن مہیا کرنے کی تدبیر نکالی جس سے متوسط بلکہ پسماندہ گھرانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوئی اور حکومت نے لوگوں کے اس رجحان کا "احترام" کرتے ہوئے نہ صرف ٹیلی ویژن درآمد کرنے کی اجازت دے رکھی ہے بلکہ جگہ جگہ ٹیلیویژن اسٹیشن قائم کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ گویا حکومت اور معاشرے کے تمام عوامل اس کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ مگر اس کی حوصلہ شکنی کرنے والا کوئی نہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ

آج ریڈیو اور ٹیلیویژن کے گانوں کی آوازوں سے خانہ خدا بھی محفوظ نہیں عام بسوں اور گاڑیوں میں ریکارڈنگ قانوناً منع ہے مگر قانون کے محافظوں کے سامنے بسوں گاڑیوں میں ریکارڈنگ ہوتی ہے۔

فلموں کی اس بہتات نے ہماری نوخیز نسل کا کباڑا کر دیا ہے نوجوانوں کا دین و اخلاق اور ان کی صحت و توانائی اس تفریح کے دیوتا کے بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ بہت سے بچے قبل از وقت جوان ہو جاتے ہیں ان کے' ناپختہ شہوانی جذبات کو تحریک ہوتی ہے جنہیں وہ غیر فطری راستوں اور ناروا طریقوں سے پورا کر کے بے شمار جنسی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں' ناپختہ ذہنی اور شرم کی وجہ سے وہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو بھی نہیں بتا سکتے' ان کے والدین ان کو "معصوم بچہ" سمجھ کر ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ پھر عورتوں کی بے حجابی' آرائش و زیبائش اور مصنوعی حسن کی نمائش "جلتی پر تیل" کا کام دیتی ہے۔ پھر مخلوط تعلیم اور لڑکوں اور لڑکیوں کے بے روک ٹوک اختلاط نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ راقم الحروف کو نوجوانوں کے روزمرہ جو بیسیوں خطوط موصول ہوتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ نوجوانوں کے لئے آہستہ آہستہ جہنم کدے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ آج کوئی خوش بخت نوجوان ہی ہو گا جس کی صحت درست ہو' جس کی نشوونما معمول کے مطابق ہو' اور جو ذہنی انتشار اور جنسی انارکی کا شکار نہ ہو۔ انصاف کیجئے کہ ایسی پود سے ذہنی بالیدگی اور اولوالعزمی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے جس کے نوے فیصد افراد جنسی گرداب میں پھنسے ہوئے ناخدایان قوم کو یہ کہہ کر پکار رہے ہیں ۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش!

جو شخص بھی اس صورت حال پر سلامتی فکر کے ساتھ ٹھنڈے دل سے غور کرے گا وہ اس فلمی صنعت اور ٹیلی ویژن کی لعنت کو "نئی نسل کے قاتل" کا خطاب دینے میں حق بجانب ہو گا۔

یہ تو ہے وہ ہولناک صورت حال 'جس سے ہمارا پورا معاشرہ 'بالخصوص نوخیز طبقہ دوچار ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس صورت حال کی اصلاح ضروری نہیں؟۔ کیا نوخیز نسل کو اس طوفان بلاخیز سے نجات دلانا ہمارا دینی و مذہبی اور قومی فرض نہیں؟۔ اور یہ کہ بچوں کے والدین پر 'معاشرہ کے بااثر افراد پر اور قومی ناخداؤں پر اس ضمن میں کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟۔

میرا خیال ہے کہ بہت سے حضرات کو تو اس عظیم قومی المیہ اور معاشرتی بگاڑ کا احساس ہی نہیں۔ اس طبقہ کے نزدیک لذت نفس کے مقابلہ میں کوئی نعمت' نعمت نہیں۔ نہ کوئی نقصان 'نقصان ہے' خواہ وہ کتنا ہی سنگین ہو۔ ان کے خیال میں چشم و گوش اور کام و دہن کے نفسانی تقاضے پورے ہونے چاہئیں پھر "سب اچھا" ہے۔

بعض حضرات کو اس پستی اور بگاڑ کا احساس ہے۔ لیکن عزم و ہمت کی کمزوری کی وجہ سے وہ نہ صرف یہ کہ اس کا کچھ علاج نہیں کر سکتے بلکہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کے سپرد کر دینے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ "صاحب !کیا کیجئے زمانے کے ساتھ چلنا پڑتا ہے"۔ کا جو فقرہ اکثر زبانوں سے سننے میں آتا ہے وہ اسی ضعف ایمان اور عزم و ہمت کی کمزوری کی چغلی کھاتا ہے۔ ان کے خیال میں گندگی میں ملوث ہونا ہے تو بہت بری بات' لیکن اگر معاشرہ میں اس کا عام رواج ہو جائے اور گندگی کھانے کو معیار شرافت سمجھا جانے لگے تو اپنے آپ کو اہل زمانہ کی نظر میں "شریف" ثابت کرنے کے لئے خود بھی اسی شغل میں لگنا ضروری ہے۔

بعض حضرات اپنی حد تک اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس معاشرتی

بگاڑ کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں۔ نہ اس کے خلاف لب کشائی کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ اور اس کی اصلاح میں لگنا بے سود ہے۔ ان پر مایوسی کی ایسی کیفیت طاری ہے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے۔

بعض حضرات اس کی اصلاح کے لئے آواز اٹھاتے ہیں مگر ان کی اصلاحی کوششیں صدا بصحرا یا نقار خانے میں طوطی کی آواز کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگرچہ پانی ناک سے اونچا بہنے لگا ہے اگرچہ پورا معاشرہ سیلاب معصیت کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ اگرچہ فساد اور بگاڑ مایوسی کی حد تک پہنچ چکا ہے لیکن ابھی تک ہمارے معاشرہ کی اصلاح ناممکن نہیں۔ کیونکہ اکثریت اس کا احساس رکھتی ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اس لئے اوپر سے نیچے تک تمام اہل فکر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ہم اپنی نوجوان نسل کی بڑی اکثریت کو اس طوفان سے بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کچھ انقلابی اقدامات کرنے ہوں گے۔ جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے

ا۔ تمام مسلمان والدین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وہ اپنے گھروں میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے فلمی نغمے سنا کر اور فلمی مناظر دکھا کر نہ صرف دنیا و آخرت کی لعنت خرید رہے ہیں۔ بلکہ خود اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں' اگر وہ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں' اگر انہیں قبر و حشر میں حساب کتاب پر ایمان ہے' اگر انہیں اپنی اولاد سے ہمدردی ہے تو خدارا اس سامان لعنت کو اپنے گھروں سے نکال دیں۔ ورنہ وہ خود تو مر کر قبر میں چلے جائیں گے' لیکن ان کے مرنے کے بعد بھی اس گناہ کا وبال ان کی قبروں میں پہنچتا رہے گا۔

۲۔ ......معاشرے کے تمام بااثر اور درد مند حضرات اس کے خلاف جہاد کریں' محلے

محلے اور قریہ قریہ میں باا ثر افراد کی کمیٹیاں بنائی جائیں' وہ اپنے محلے اور اپنی بستی کو اس لعنت سے پاک کرنے کے لئے موثر تدابیر سوچیں' اور اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کو اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ نیز حکومت سے پر زور مطالبہ کریں کہ ہماری نوجوان نسل پر رحم کیا جائے اور نوجوان نسل کے خفیہ قتل کے ان اڈوں کو بند کیا جائے۔

۳۔ ....سب سے بڑی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اصول طے شدہ ہے کہ حکومت کے اقدام سے اگر کسی نیکی کو رواج ہو گا تو تمام نیکی کرنے والوں کے برابر ارکان حکومت کو بھی اجر و ثواب ہو گا۔ اور اگر حکومت کے اقدام یا سرپرستی سے کوئی برائی رواج پکڑے گی تو اس برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے برابر ارکان حکومت کو گناہ بھی ہو گا۔ اگر ریڈیو کے نغمے' ٹیلی ویژن کی فلمیں اور راگ رنگ کی محفلیں کوئی ثواب کا کام ہے تو میں ارکان حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جتنے لوگ یہ "نیکی اور ثواب کا کام" کر رہے ہیں ان سب کے اجر و ثواب میں حکومت برابر کی شریک ہے۔ اور اگر یہ برائی اور لعنت ہے تو اس میں بھی حکومت کے ارکان کا برابر کا حصہ ہے۔ سینما ہال حکومت کے لائسنس ہی سے کھلتے ہیں۔ اور ریڈیو اور ٹی وی حکومت کی اجازت ہی سے درآمد ہوتے ہیں اور حکومت ہی کی سرپرستی میں یہ ادارے چلتے ہیں' جو اپنے نتائج کے اعتبار سے انسانیت کے سفاک اور قاتل ہیں۔ میں اپنے نیک دل اور اسلام کے علمبردار حکمرانوں سے بصد ادب و احترام التجا کروں گا کہ خدا کے لئے قوم کو ان لعنتوں سے نجات دلائیے' ورنہ "تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے" خصوصاً" جب کہ ملک میں اسلامی نظام کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے' ضروری ہے کہ معاشرہ کو ان غلاظتوں سے پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے ورنہ جو معاشرہ ان لعنتوں میں گلے گلے ڈوبا ہوا ہو اس میں اسلامی نظام کا پنپنا ممکن نہیں۔

۴ _ حضرات علمائے امت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے خطبات و مواعظ میں اس بلائے بے درمان کی قباحتوں پر روشنی ڈالیں۔ اور تمام مساجد سے اس مضمون کی قراردادیں حکومت کو بھیجی جائیں کہ پاکستان کو فلمی لعنت سے پاک کیا جائے۔

الغرض اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لئے ان تمام لوگوں کو اٹھ کھڑے ہونا چاہئے جو پاکستان کو قہرالٰہی سے بچانا چاہتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ ہزاروں افراد کا روزگار فلمی صنعت اور ٹیلی ویژن سے وابستہ ہے۔ اگر اس کو بند کیا جائے تو یہ ہزاروں انسان بے روزگار نہیں ہو جائیں گے؟۔ افراد کی بے روزگاری کا مسئلہ بلاشبہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے تو دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا چند انسانوں کو روزگار مہیا کرنے کے بہانے سے پوری قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلا جا سکتا ہے؟۔ اصول یہ ہے کہ اگر کسی فرد کا کاروبار ملت کے اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کاروبار کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا پیشہ بند کرنے سے بھی بعض لوگوں کا روزگار متاثر ہوتا ہے' تو کیا ہمیں چوری اور ڈکیتی کی اجازت دے دینی چاہئے؟۔ اسمگلنگ بھی ہزاروں افراد کا پیشہ ہے۔ کیا قوم و ملت اس کو برداشت کرے گی؟۔ شراب کی صنعت اور خرید و فروخت اور منشیات کے کاروبار سے بھی ہزاروں افراد کا روزگار وابستہ ہے کیا ان کی بھی کھلی چھٹی ہونی چاہئے؟۔ ان سوالوں کے جواب میں تمام عقلا بیک زبان یہی کہیں گے کہ جو لوگ اپنے روزگار کے لئے پورے معاشرے کو داؤ پر لگاتے ہیں ان کو کسی دوسرے جائز کاروبار کا مشورہ دیا جائے گا لیکن معاشرے سے کھیلنے کی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی۔ ٹھیک اسی اصول کا اطلاق فلمی صنعت پر بھی ہوتا ہے۔ اگر اس کو معاشرہ کے لئے مضر ہی نہیں سمجھا جاتا تو یہ بصیرت و فراست کی کمزوری ہے۔ اور اگر اس کو معاشرہ کے لئے "خصوصاً" نوجوان اور نوخیز نسل کے لئے مضر سمجھا جاتا ہے

تو اس ضررِ عام کے باوجود اسے برداشت کرنا حکمت و دانائی کے خلاف ہے۔

جو لوگ فلمی صنعت سے وابستہ ہیں ان کے لئے کوئی دوسرا روزگار مہیا کیا جا سکتا ہے، مثلاً سینما ہالوں کو تجارتی مراکز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ یہ فلمی کھیل تماشے قوم کے اخلاقی ڈھانچے ہی کے لئے تباہ کن نہیں، بلکہ اقتصادی نقطہ نظر سے بھی ملک کے لئے مہلک ہیں۔ جو افرادی و مادی قوت ان لایعنی اور بے لذت گناہوں پر خرچ ہو رہی ہے وہ اگر ملک کی زرعی، صنعتی، تجارتی اور سائنسی ترقی پر خرچ ہونے لگے تو ملک ان مفید شعبوں میں مزید ترقی کر سکتا ہے، اس کا مفاد متعلقہ افراد کے علاوہ پوری قوم کو پہنچے گا۔

الغرض جو حضرات فلمی لائن سے وابستہ ہیں ان کی صلاحیتوں کو کسی ایسے روزگار میں کھپایا جا سکتا ہے جو دینی، معاشرتی اور قومی وجود کے لئے مفید ہو۔

موت کی اطلاع دینا:

س..... چند احادیث مبارکہ آپ کی خدمت میں ارسال ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں ان کا مفہوم لکھ کر مشکور فرمایئے:

ا..... "عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه واله وسلم قال ایاکم والنعی فان النعی من عمل جاهلیة." (ترمذی)

۲..... "عن حذیفة قال اذا مت فلا تؤذنوا بی احدًا فانی اخاف ان یکون نعیاً وانی سمعت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ینهیٰ عن النعی." (ترمذی)

جناب مولانا صاحب! یہ تو احادیث مبارکہ ہیں اور ہمارے علاقہ میں یہ رسم و رواج ہے کہ جب کوئی بھی (چاہے امیر ہو یا غریب) مرجائے تو مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں فوت ہوا ہے، نمازِ جنازہ ۳

بجے ہوگا، یا جنازہ نکل گیا ہے، جنازہ گاہ کو جاؤ، تو کیا یہ اعلان جائز ہے یا احادیث کے خلاف ہے؟ اگر خلاف و ناجائز ہو تو انشاء اللہ یہ اعلانات وغیرہ آئندہ نہیں کریں گے، مدلل جواب سے نوازیں۔ نیز یہ بھی سنتے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے؟

ج...... عام اہل علم کے نزدیک موت کی اطلاع کرنا جائز بلکہ سنت ہے، ان احادیث میں اس ''نعی'' کی ممانعت ہے جس کا اہل جاہلیت میں دستور تھا کہ میّت کے مفاخر بیان کرکے اس کی موت کا اعلان کیا کرتے تھے۔

اعلان وفات کیسے سنت ہے؟

آپ کا فتویٰ پڑھ کر تسلی نہیں ہوئی آج کل ہمارے محلے میں یہ مسئلہ بہت ہی زیر بحث ہے، اس لئے اس کا فوٹو اسٹیٹ کرکے آپ کو دوبارہ بھیج رہا ہوں تاکہ تفصیل سے دلیل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں، موت کی اطلاع کرنا سنت لکھا ہے تو مہربانی کرکے اس کی دلیل ضرور لکھئے گا۔

س...... زمانہ جاہلیت میں جو دستور تھا اعلان کا تو وہ کن الفاظ سے اعلان کرتے تھے؟

س...... مسجد کے اندر اذان دینا کیسا ہے؟ اس کا جواب شاید بھول گیا، مہربانی کرکے اس کا جواب جلدی دینا تاکہ الجھن دور ہو، بہت بہت شکریہ۔

ج...... ۱:......''فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی، اخرجہ الجماعۃ.''

ترجمہ:...... ''حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ نجاشی کی موت کا اعلان فرمایا تھا۔''

۲:......''وفی فتح الباری (۳، ۱۱۷): قال ابن العربی، یؤخذ من مجموع الاحادیث ثلاث حالات، الاولیٰ اعلام الاھل والاصحاب واھل الصلاح فھذا

سنة، الثانية دعوة الحفل للمفاخرة فھٰذہ تکرہ، الثالثة الاعلام بنوع آخر کالنیاعة ونحو ذالک فھٰذا حرام، وقد نقلہ الشیخ فی الاوجز(۱،۴۴۳) عن الفتح۔"

ترجمہ:......"فتح الباری میں ہے کہ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ موت کی اطلاع دینے کی تین حالتیں ہیں ا: اہل وعیال اور احباب و اصحاب اور اہل صلاح کو اطلاع کرنا یہ تو سنت ہے۔۲:فخر ومباحات کے لئے مجمع کثیر کو جمع کرنے کے لئے اعلان کرنا یہ مکروہ ہے۔۳:لوگوں کو آہ و بکا اور بین کرنے کے لئے اطلاع کرنا اور بلانا یہ حرام ہے۔

۳:...... " وفی العلائیة: ولا بأس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته ......الخ. وفی الشامیة: قوله وبالاعلام بموته: ای اعلام بعضهم بعضاً، لیقضوا حقه. هدایة: وکره بعضهم ان ینادیٰ علیه فی الازقة والاسواق، لانه یشبه نعی الجاهلیة، والاصح انه لا یکره اذا لم یکن معه تنویه بذکره وتفخیم...... فان نعی الجاهلیة ماکان فیه قصد الدوران مع الضجیج والنیاحة وهو المراد بدعوی الجاهلیة فی قوله صلی الله علیه وسلم: "لیس منامن ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة...... شرح المنیة (شامی ۲۔۲۳۹) وکذا فی الفتح (۱۔۴۶۳)."

ترجمہ:......"اور علائیہ میں ہے کہ میت کو دفن کرنے سے پہلے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے اور موت کے

اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں......الخ۔ اور فتاویٰ شامی میں ہے: "اور اس کی موت کی اطلاع دینا یعنی ایک دوسرے کو اس لئے اطلاع دینا تاکہ اس کا حق ادا کرسکیں، (جائز ہے) اور بعض حضرات نے بازاروں اور گلیوں میں کسی کی موت کے اعلان کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی موت کی اطلاع دینے کے مشابہ ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے، جب کہ اس اعلان کے ساتھ زمانہ جاہلیت کا سا نوحہ اور مردے کی بڑائی کا تذکرہ نہ ہو...... پس بے شک جاہلیت کی سی موت کی اطلاع وہ ہے کہ جس میں دل کی تنگی اور بین کا تذکرہ ہو، اور یہی مقصود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ: وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے منہ کو پیٹا اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے دعوے کئے۔"

ج...... مسجد میں اذان کہنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ جمعہ کی دوسری اذان کا معمول منبر کے سامنے چلا آتا ہے۔

تصویر کا حکم:

س...... اسی دن ہی آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ تصویر حرام ہے جس کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کا حوالہ دیا تھا۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر تصویر حرام ہے تو ہمارے ملک سمیت کئی اسلامی ممالک میں کرنسی نوٹوں پر تصویریں ہیں، ہم لوگ یہ تصویری نوٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھتے ہیں، آیا ہماری نماز قبول ہوجاتی ہے؟

ہمارے ملک کے بڑے بڑے علمائے سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہیں، آئے دن اخبارات و رسائل میں ان کے انٹرویوز آتے رہتے ہیں، جس کے ساتھ ان کی تصویر بھی چھپتی ہے، لیکن کسی عالم نے اخبار یا رسالے کو منع نہیں کیا کہ انٹرویو چھاپ

دیں، اور تصویر مت چھاپنا۔

حج کے دوران مناسک حج بھی ٹی وی پر براہ راست دکھائے جاتے ہیں کیا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے؟ اور دیکھنے والا بھی گناہ گار ہے؟ جب کہ یہ بھی ایک عکس ہے، اس قسم کی بے شمار چیزیں ہیں، جو کہ آپ کو بھی معلوم ہے۔

ج...... اس سوال میں ایک بنیادی غلطی ہے، وہ یہ کہ ایک ہے قانون اور دوسری چیز ہے قانون پر عمل نہ ہونا۔ میں تو شریعت کا قانون بیان کرتا ہوں، مجھے اس سے بحث نہیں کہ اس قانون پر کہاں تک عمل ہوتا ہے، اور کہاں تک عمل نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اب اگر بالفرض ساری دنیا بھی اس قانون کے خلاف کرنے لگے تو اس سے قانونِ شرعی تو غلط نہیں ہوجائے گا، ہاں! قانون کو توڑنے والے گناہ گار ہوں گے، جو لوگ نوٹوں پر تصویریں چھاپتے ہیں، اخبارات میں فوٹو چھاپتے ہیں، حج کی فلمیں بناتے ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ قانون کے مقابلہ میں ان لوگوں کا قول و فعل حجت ہے؟ اگر نہیں تو ان کا حوالہ دینے کے کیا معنیٰ؟

خوب سمجھ لیجئے کہ پاکستان کا سربراہ ہو، یا سعودی حکمران، سیاسی لیڈر ہو، یا علمائے مشائخ! یہ سب امتی ہیں، ان کا قول و فعل شرعی سند نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ان کا حوالہ دیا جائے، یہ سب کے سب اگر امتی بن کر اپنے نبی ﷺ کے قانون پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر پائیں گے، اور اگر نہیں کریں گے تو بارگاہ خداوندی میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں یا پکڑلیں، بہرحال کسی مجرم کی قانون شکنی، قانون میں لچک پیدا نہیں کرتی، ہم لوگ بڑی سنگین غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جب قانون الٰہی کے مقابلے میں فلاں اور فلاں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں۔

تصویر والے نوٹ کو جیب میں رکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بغیر کسی شدید

ضرورت کے تصویر بنوانا جائز نہیں اور جج فلم کا بنانا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

نعرۂ تکبیر کے علاوہ دوسرے نعرے:

س..... جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ افواج پاکستان کے جوان جذبہ جہاد، جذبہ شہادت اور حب الوطنی سے سرشار ہیں اور ملک کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے، جنگ ایک ایسا موقع ہے کہ اس میں موت یقینی طور پر سامنے ہوتی ہے اور ہر سپاہی کی خواہش شہادت یا غازی بننا ہوتی ہے۔

جنگ کے دوران اور مشقوں میں فوجی جوان جوش میں مختلف نعرے لگاتے ہیں مثلاً نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر، نعرۂ حیدری: یا علیؓ مدد۔

اب اصل مسئلہ ''یا علی مدد'' کا ہے ملک بھر کے فوجی جوان ''یا علیؓ مدد'' پکارتے ہیں، لیکن اکثر علماء سے سنا ہے کہ شرکِ عظیم اور گناہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا، تو کیا ''یا علی مدد'' کا نعرہ درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس نعرے کے بعد اگر موت واقع ہوجائے اور یہ واقعی شرک ہو تو معمولی سی ناسمجھی کی وجہ سے کتنا بڑا نقصان ہوسکتا ہے؟

نیز اکثر مسجدوں اور مختلف جگہوں پر یا اللہ، یا محمد، یا رسول کے نعرے درج ہوتے ہیں ان کے بارے میں بھی تفصیل سے بیان کریں۔

ج..... اسلام میں ایک ہی نعرہ ہے، یعنی نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر۔ باقی نعرے لوگوں کے خود تراشیدہ ہیں، نعرۂ حیدری شیعوں کی ایجاد ہے، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدائی صفات کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ نعرہ بلاشبہ لائق ترک ہے اور شرک ہے۔

یا محمد اور یا رسول اللہ کے الفاظ لکھنا بھی غلط ہے اس مسئلہ پر میری کتاب ''اختلاف امت'' میں تفصیل سے لکھا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمالیں۔

الٹراساؤنڈ سے رحم مادر کا حال معلوم کرنا؟

س..... قرآن میں کئی جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ بعض چیزوں کا علم سوائے اللہ کی ذات

کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آخری آیات کا حوالہ دوں گا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ چند چیزوں کا علم سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں ہے، ان میں قیامت کے آنے کا، بارش کے ہونے کا، کل کیا ہونے والا ہے، فصل کیسے اگے گی، اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)۔

جیسا کہ آپ کو علم ہوگا کہ آج کل ایک مشین جس کا نام "الٹرا ساؤنڈ مشین" (ALTRA SOUND MACHINE) ہے جو کہ شاید اب پاکستان میں بھی موجود ہے، ڈاکٹروں کا دعویٰ ہے کہ اس مشین کے ذریعے یہ آسانی سے بتایا جاسکتا ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے؟ یعنی لڑکی یا لڑکا؟ اور کئی ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کر بھی دکھایا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا قرآن و حدیث کی روشنی میں ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟ اور اس مشین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ اسلام کے احکام اور قرآن کے خلاف نہیں ہے؟

ج ...... قرآن کریم کی جس آیت کا حوالہ آپ نے دیا ہے، اس میں یہ فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ رحم میں ہے۔" اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے یا کشف و الہام کے ذریعہ کسی کو بتادے تو یہ اس آیت کے منافی نہیں، اسی طرح اگر آلات کے ذریعہ یا علامات کے ذریعہ یہ معلوم کرلیا جائے تو یہ بھی علم غیب شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا اس آیت کے خلاف نہیں، یہ جواب اس صورت میں ہے کہ آلات کے ذریعہ سو فیصد یقین کے ساتھ معلوم کیا جاسکے، ورنہ جواب کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ نفی علم یقینی اور بغیر ذرائع کے حاصل ہونے والے کی ہے، جب کہ علم ایک تو ظنی ہوتا ہے، اور دوسرا اسباب عادیہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اور جو علم کسی کے ذریعہ سے، حاصل ہو وہ علم غیب نہیں کہلاتا، لہٰذا یہ آیت کے منافی نہیں۔

فارمی مرغی کے کھانے کا حکم:

س:...... آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کل تقریباً ہر ملک میں مشینی سفید مرغی کا کاروبار عام ہے اور مرغیوں کی پرورش کے لئے ایسی خوراک دی جاتی ہے جس میں خون کی آمیزش کی جاتی ہے، جس سے مرغی جلد جوان ہوتی ہے اور اس غذا کی وجہ سے مرغی کے اندر خودبخود انڈے دینے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسی مرغی اور اس کے انڈے کھانے جائز ہیں؟

ج:...... مرغی کی غذا کا غالب حصہ اگر حرام ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے، اس کو تین دن بند رکھا جائے اور حلال غذا دی جائے اس کے بعد کھایا جائے، اور ان کی خوراک میں حلال غالب ہو تو کھانا جائز ہے۔

حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ:

س:...... گزارش اینکہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک رباعی جو شیعہ فرقہ کے علاوہ اہل سنت والجماعۃ مقررین و علمائے کرام کی زبانوں پر بھی گشت کر رہی ہے، میری مراد ہے:

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد ونداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

اسی طرح علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر:

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
تا بنائے لا الٰہ گر دیدہ است

اور ظفر علی خان مرحوم کا شعر جس کا آخری حصہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ اور اشعار مذکورہ بالا کا خط کشیدہ حصہ دِل میں بہت زیادہ کھٹکتا ہے، میرے ناقص علم کے مطابق یہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا، واضح ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا میرے دل میں نہایت بلند مقام ہے، آپ براہ کرم اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟

اگر بنائے لاالٰہ حسینؓ نہیں تو از روئے شرع بنائے لاالٰہ کیا ہے؟ ایک عالم دین فرماتے ہیں کہ یہ رباعی ملا معین کاشفی رافضی کی ہے، حضرت خواجہ اجمیریؒ کی نہیں، چونکہ ان کے دیوان و رسائل میں نہیں ملتی، جواب مدلل و مبرہن اور مفصل لکھیں۔

ج...... ظفر علی خان مرحوم کے شعر میں تو کوئی اشکال نہیں، ''ہر کربلا'' سے مراد ''ہر شہادت گاہ'' ہے، اور شعر کا مدعا یہ ہے کہ قربانی وشہادت احیائے اسلام کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک اول الذکر رباعی اور اقبال کے شعر کا تعلق ہے یہ خالصتاً رافضی نقطۂ نظر کے ترجمان ہیں، خواجہ اجمیریؒ کی طرف رباعی کا انتساب غلط ہے، اور اقبال کا شعر ''فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ'' کا مصداق ہے، لطف یہ ہے کہ رباعی میں ''سر داد و نہ داد دست در دست یزید'' کو اور اقبال کے شعر میں ''بہر حق در خاک وخوں غلطیدن'' کو ''بنائے لاالٰہ'' ہونے کی علت قرار دیا گیا ہے، حالانکہ توحید، جو مفہوم ہے ''لاالٰہ'' کا حق تعالیٰ کی صفت ہے، بندہ کا ایک فعل اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کی علت کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں جو لوگ ائمہ معصومین میں خدا اور خدائی صفات کے حلول کے قائل ہوں ان سے ایسا مبالغہ مستبعد نہیں۔ الغرض یہ رباعی کسی رافضی کی ہے، اور اقبال کا شعر اس کا سرقہ ہے۔ واللہ اعلم

سرکاری افسران کی خاطر تواضع:

س...... آڈٹ کے محکمہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دوسرے محکموں میں جاکر آڈٹ

کرنا پڑتا ہے، وہ لوگ مہمان سمجھ کر کھانے کا یا چائے کا بندوبست کرتے ہیں، نہ کھانے پر ناراض ہوتے ہیں یا آڈٹ کرنے میں تعاون میں سستی کرتے ہیں، کھانے یا چائے کے پیسے بھی ہمیں ادا نہیں کرنے دیتے، دوسری جگہ جاکر ان چیزوں کا اپنے بندوبست سے حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے، اس کھانے سے نہ ہم اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ وہ اس وجہ سے تقاضا کرتے ہیں کہ اعتراض معاف کردیئے جائیں، ایسی حالت میں کھانا یا چائے قبول کرنا چاہئے یا نہیں، ہمارے افسران نہ اس چیز کو منع کرتے ہیں نہ قبول کرنے کو کہتے ہیں ہاں خود جائیں تو کھاپی لیتے ہیں۔

ج...... ہمارے معاشرے میں سرکاری افسران کو کھلانے پلانے کا معمول ہے، اس لئے لوگ اس پر بضد ہوتے ہیں، اگر ممکن ہو تو ان سے کہہ دیا جائے کہ ہمیں سفر کے لئے سرکاری خرچ ملتا ہے، اس لئے کھانے پینے کے مصارف ہم خود ادا کریں گے، البتہ تیاری کے انتظامات کردئے جائیں، اگر لوگ اس پر راضی ہوجائیں تو یہ انتظام کرلیا جائے، ورنہ بحالت مجبوری ان کی ضیافت کو گوارا کرلیا جائے، لیکن اس ضیافت کا اثر فرائض کی بجا آوری پر واقع نہ ہو۔

خرچ سے زیادہ بل وصول کرنا؟

س...... جب مقام سے باہر جاتے ہیں تو یومیہ خرچہ اور سفر خرچ سرکاری ملتا ہے، اور ہوٹل کا خرچ بھی، مثلاً ایک شخص ریلوے میں اے سی کلاس میں جاسکتا ہے، مگر کسی وجہ سے فرسٹ یا سکینڈ کلاس میں جاتا ہے اور حکومت سے پیسے اے سی کے لے لیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر اضافی پیسے فقراء میں تقسیم کردے بلا ثواب کی نیت کے تو پھر کیسا ہے؟

ایسے ہی مثلاً دوسو روپے یومیہ پر ہوٹل میں رہ سکتا ہے مگر وہ پچاس روپے والے کمرے میں رہتا ہے لیکن حکومت سے دوسو روپے لے لیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

اگر اضافی ۱۵۰ روپے فقراء میں تقسیم کردے تو پھر کیا جائز ہے؟ جب کہ بغیر نیت ثواب کے ہو۔

ج…… اگر سرکار کی طرف سے اس کی اجازت ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں لیکن اگر اجازت نہیں تو بہتر صورت یہ ہے کہ جتنا خرچہ ہوا ہوا تنا ہی وصول کیا جائے، اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو زائد خرچہ کسی تدبیر سے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرادیا جائے، اور اگر یہ صورت بھی نہ ہوسکے تو مساکین کو بغیر نیت صدقہ کے دیدیا جائے۔

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں نہ کہ دوائی:

س…… میرے ایک سوال کا جواب آپ نے دیا ہے جس سے میری ذہنی پریشانی ابھی تک ختم نہیں ہوسکی، میں دوبارہ آپ کو تکلیف دے رہی ہوں امید ہے آپ مجھے معاف کردیں گے۔ میرا سوال یہ تھا کہ:

> ''کیا دوائی کھانے سے بیٹا پیدا ہوسکتا ہے جس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ: ''بیٹا بیٹی خدا ہی کے حکم سے ہوتے ہیں، اور دوائی بھی اسی کے حکم سے موثر ہوتی ہے اس لئے اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو دوائی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔''

گستاخی معاف! مولانا صاحب میں چاہتی ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب ذرا وضاحت سے دیں کیونکہ میرا دل ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا کہ اگر دوائی کھانے سے بھی بیٹا پیدا ہوسکتا ہے تو پھر ہر عورت ہی دوائی کھانی شروع کردے اور دنیا میں بیٹے ہی بیٹے نظر آئیں، بیٹیاں تو ختم ہوجائیں کیونکہ ہمارے ملک میں تو پہلے ہی بہت جہالت ہے، پہلے تو لوگ داتا صاحب کے مزار پر اور دوسرے مزارات پر جاکر بیٹا مانگتے ہیں اور اب دوائی سے اگر بیٹا ملنے لگا تو عورتوں کا ہجوم ان کے گھر لگ جائے گا جو دوائی بیچ رہے ہیں اور دوائی بھی ہزاروں میں بیچ رہے ہیں کیا یہ شرک نہیں ہوگا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں جس کو چاہتا ہوں بیٹا دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں

بیٹی دیتا ہوں، جب اللہ نے دینا اپنی مرضی سے ہے تو دوائی کیا اثر کرسکتی ہے؟

ج…… میری بہن! دواؤں کا تعلق تجربہ سے ہے، پس اگر تجربہ سے ثابت ہوجائے (محض فراڈ نہ ہو) کہ فلاں دوائی سے بیٹا ہوسکتا ہے تو اس کا جواب میں نے لکھا تھا کہ دوائی کا مؤثر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسے بیماری سے شفا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، لیکن دوا دارو بھی کیا جاتا ہے، اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے، تو یوں کہا جائے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر دواؤں کے شفا دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں اسی طرح کبھی دوائی کے ذریعے شفا عطا فرماتے ہیں، دوائی شفا نہیں دیتی، بلکہ اس کا وسیلہ اور ذریعہ بن جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں دوائی کے باوجود بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی دوائی واقعی ایسی ہے جس سے بیٹا ہوجاتا ہے تو اس کی حیثیت بھی یہی ہوگی کہ کبھی اللہ تعالیٰ دوائی کے بغیر بیٹا دے دیتے ہیں، کبھی دوائی کو ذریعہ بنا کر دیتے ہیں، اور کبھی دوائی کے باوجود بھی نہیں دیتے، جب مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھا جائے اور دوائی کی تاثیر کو بھی اسی کے حکم و ارادہ کی پابند سمجھا جائے تو یہ شرک نہیں، اور ایسی دوائی کا استعمال گناہ نہیں۔

نوٹ: مجھے اس سے بحث نہیں کہ کوئی دوائی ایسی ہے بھی یا نہیں۔

مریخ وغیرہ پر انسانی آبادی:

س…… کیا ایک انسانوں کی آبادی اس زمین (جس پر ہم لوگ خود رہتے ہیں) کے علاوہ کہیں اور بھی ہوسکتی ہے؟ جیسے مریخ وغیرہ میں۔ میرا مطلب ہے کہ اسلامی رو سے یہ ممکن ہے یا نہیں اگر ہے تو انبیاءؑ کرام کو تو صرف اس زمین پر خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے جیسے ہم لوگ رہتے ہیں، اگر ممکن ہے تو وہ لوگ حج وغیرہ کس طرح ادا کریں گے؟

ج…… آپ اس زمین کے انسانوں کی بات کریں مریخ اور عطارد پر اگر انسانی مخلوق ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور حج وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوگا، آپ ان کا

معاملہ خدا پر چھوڑ دیں۔

عورت کی حکمرانی:

س...... روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ پر گزشتہ تین مسلسل جمعۃ المبارک (مورخہ ۲۷ جنوری، ۳ فروری اور ۱۰فروری ۱۹۸۹ء) سے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان عورت بحیثیت حکمران از جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب شائع ہورہا ہے۔

مفتی صاحب نے ان مقالات میں قرآن حکیم، احادیث مبارکہ، ائمہ کرام، فقہا اور علماً کے اقوال اور حوالوں سے یہ قطعی ثابت کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت کی سربراہ ''عورت'' نہیں ہوسکتی۔

سیاسی وابستگی سے قطع نظر بحیثیت ایک مسلمان میں خالصتاً اسلامی نقطۂ نگاہ سے آپ سے یہ سوال کرنے کی جسارت کررہا ہوں کہ موجودہ دور کی حکمران چونکہ ایک خاتون ہے، جبکہ قرآن، حدیث، علماً اور فقہاً نے اس کی ممانعت اور مخالفت کی ہے، لیکن اس کے باوجود اہل پاکستان نے مشترکہ طور پر ایک عورت کو حکمران بنا کر قرآن اور حدیث کے واضح احکامات سے روگردانی کی ہے۔ کیا پوری قوم ان واضح احکامات سے روگردانی پر گناہ گار ہوئی اور کیا پوری قوم کو اس کا عذاب بھگتنا ہوگا......؟ نیز ہمارے موجودہ اسلامی شعائر اور فرائض پر تو اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا ہے؟

ج......حق تعالیٰ شانہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت کے دوٹوک اور قطعی فیصلہ اور اس کی کھلی مخالفت کے بعد کیا ابھی آپ کو گنہ گاری میں شک ہے؟ براہ راست گناہ تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے ایک خاتون کو حکومت کی سربراہ بنایا، لیکن اس کا وبال پوری قوم پر پڑے گا، مستدرک حاکم کی روایت میں بسند صحیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

''ھلکت الرجال حین اطاعت النساء.''

(مستدرک حاکم ج:۴ ص:۲۹۱)

ترجمہ:......"ہلاک ہوگئے مرد جب انہوں نے اطاعت کی عورتوں کی۔"

اب یہ تباہی اور ہلاکت پاکستان پر کن کن شکلوں میں نازل ہوتی ہے؟ اس کا انتظار کیجئے۔

ابلیس کے لئے سزا:

س......قرآن شریف میں ابلیس کو جن کہا گیا ہے۔ جس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اس کی تخلیق آگ سے ہے جب کہ انسان کی مٹی سے، ابلیس کو اس کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون قرار دیا گیا، اور اس کے اعمال پر چلنے والے انسانوں کو دوزخ کے دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

لیکن کہیں بھی نہیں کہ ابلیس کی ان حرکات پر اس کے لئے دوزخ کی سزا ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا جس کی تخلیق آگ سے ہے اس پر دوزخ کوئی اثر کرے گی؟

ج......ابلیس کے لئے دوزخ کی سزا قرآن کریم میں مذکور ہے، جنوں کی تخلیق میں غالب عنصر آگ ہے، جیسا کہ انسان کی تخلیق میں غالب عنصر مٹی ہے، اور مٹی کا ہونے کے باوجود جس طرح انسان مٹی سے ایذا پاتا ہے مثلاً اس کو مٹی کا گولا مارا جائے تو اس کو تکلیف ہوگی، اسی طرح جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے باوجود ان کو آگ سے تکلیف ہوگی۔

گھوڑے کا گوشت:

س......صحیح بخاری شریف جلد نمبر۳ صفحہ نمبر ۲۵۵ سے ۲۵۶ تک مختلف احادیث میں یہ بات لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے، ہمیں بتائیں کہ ان احادیث کا کیا مطلب ہے اور پھر اگر جائز ہے تو آج تک علمائے کرام نے

کیوں نہیں بتایا۔

ج...... سنن ابی داؤد ص:۱۷۵، ج:۲ مطبوعہ کراچی میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گھوڑے کے گوشت سے منع فرمادیا تھا، چونکہ ایک حدیث سے جواز معلوم ہوتا ہے، اور دوسری سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، اس لئے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے آپ نے یہ مسئلہ پہلے کسی عالم سے پوچھا نہیں ہوگا اگر پوچھتے تو بتایا جاتا۔

کیا سب دریائی جانور حلال ہیں؟

س...... جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے کہ دریاؤں کے جانوروں کو حلال قرار دیا گیا ہے مگر ہم صرف مچھلی حلال سمجھتے ہیں جب کہ سمندروں میں اور بھی جاندار ہوتے ہیں۔

ج...... قرآن کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں دریائی جانوروں کے شکار کو حلال فرمایا گیا ہے، خود ان جانوروں کو حلال نہیں فرمایا گیا اور شکار حرام جانور کا بھی ہوسکتا ہے، جیسے شیر اور چیتے کا شکار کیا جاتا ہے، حدیث شریف میں صرف مچھلی کو حلال فرمایا ہے، اس لئے ہم صرف مچھلی کو حلال سمجھتے ہیں۔ (نصب الرایہ ج:۴ ص:۲۰۲)

جانور کو خصّی کرنا:

س...... قربانی کے لئے جو بکرا پالتے ہیں اس کو خصّی کردیتے ہیں صرف اس نیت سے کہ اس کی نشو و نما اچھی ہو اور گوشت بھی زیادہ نکلے اور خصوصاً فروخت کرنے والے زیادہ تر خصی کردیتے ہیں تا کہ دام اچھے لگیں، جب خصّی کرتے ہیں تو بکرا بری طرح سے چیخ و پکار کرتا ہے تو کیا جانور پر یہ ظلم ہے یا نہیں؟

ج...... جانور کا خصّی کرنا جائز ہے، اور اس کی قربانی بھی جائز ہے، جہاں تک ممکن ہو کوشش کی جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم پہنچے۔

داڑھی کٹانا حرام ہے:

س...... آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے اور اس کو منڈانا یا کٹانا (جب کہ ایک مشت سے کم ہو) شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

۱:...... جناب عالی میں نے پاکستان میں ماہ رمضان میں کئی حافظ دیکھے جو تراویح پڑھاتے تھے اور ڈاڑھی صاف کرتے تھے۔

۲:...... سب سے اعلیٰ مثال ہمارے حکیم سعید احمد صاحب ہمدرد والے الحاج حافظ ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں ہیں، اپنے رسالے ہمدرد صحت میں پہلا مضمون قرآن اور حدیث کا ہوتا ہے، خود لکھتے ہیں، کیا ان کو یہ مسئلہ نہیں معلوم۔

۳:...... یہاں ریاض میں اکثریت لوکل آبادی ذرا سی داڑھی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی فقہ میں جائز ہے۔

۴:...... اس مسئلہ پر ایک قابل تعلیم یافتہ جو عربی اور حدیث و فقہ کی ڈگریاں رکھتے ہیں، نے گفتگو کی، انہوں نے بھی کہا کہ چھوٹی داڑھی حرام نہیں۔

براہ کرم تفصیل سے جواب دیں کیونکہ اکثر پاک و ہند کے مسلمان بھی یہاں آکر ان جیسی ڈاڑھی رکھنے لگے ہیں کیونکہ عمرہ، حج کرنے کے بعد سے نماز کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

ج...... فاسق ہیں، ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔

۲:...... یہ بات حکیم صاحب ہی کو معلوم ہوگی کہ ان کو مسئلہ معلوم ہے یا نہیں؟

۳:...... یہ لوگ غلط کہتے ہیں کسی فقہ میں جائز نہیں۔

۴:...... ان کے پاس ڈگریاں ہیں، لیکن صرف ڈگریوں سے دین آجایا کرتا تو مغرب کے مستشرقین ان سے بڑی ڈگریاں رکھتے ہیں، اس موضوع پر میرا مختصر سا رسالہ ہے "داڑھی کا مسئلہ" اس کا مطالعہ کریں۔

علمأ کے متعلق چند اشکالات:

س ...... میں چند سوالات لکھ رہا ہوں یہ تمام سوالات کتاب (تبلیغی جماعت، حقائق و معلومات) سے لئے ہیں جس کے مولف (علامہ ارشد القادری) ہیں:

ا:...... دیوبندی گروہ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب نے اس فرقے اور اس کے بانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق نہایت سنگین اور لرزہ خیز حالات تحریر فرمائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لئے اس نے اہل سنت والجماعۃ سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں، اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔'' (الشہاب ص:۴۲، ۴۳)

جب کہ فتاویٰ رشیدیہ ج:۱ ص:۱۱۱ میں حضرت گنگوہی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> ''محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔''

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ دیوبند کے شیخ مولوی حسین احمد مدنی صاحبؒ نے وہابیوں کے متعلق اتنی سنگین باتیں لکھیں جب کہ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے عقائد عمدہ لکھے۔ برائے مہربانی میری اس پریشانی کو دور فرمائیں اللہ آپ کو جزا عطا فرمائیں گے۔

ج...... دونوں نے ان معلومات کے بارے میں رائے قائم کی جو ان تک پہنچی تھیں، ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلف ہے بلکہ ایک ہی شخص کی رائے کسی کے بارے میں دو وقتوں میں مختلف ہوسکتی ہے، پھر تعارض کیا ہوا؟ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت کے بارے میں اس بحث کو لانے سے کیا مقصد؟

۲:...... ''فتاویٰ رشیدیہ ج:۲،ص:۹ میں کسی نے سوال کیا ہے کہ لفظ رحمۃ للعالمین، مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

جواب میں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔''

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم بھی آج تک یہی سمجھ رہے ہیں اور غالباً یہ درست بھی ہے کہ یہ صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

ج...... بالکل صحیح ہے کہ رحمۃ للعالمین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے لیکن دوسرے انبیاءؑ و اولیاءؒ کا وجود بھی اپنی جگہ رحمت ہے، اسی کو حضرت گنگوہی قدس سرہ، نے بیان فرمایا، اس کی مثال یوں سمجھو کہ سمیع و بصیر حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے لیکن انسان کے بارے میں فرمایا۔ ''فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا'' (سورۃ الدہر) کیا انسان کے سمیع و بصیر ہونے سے اس کا صفتِ خداوندی کے ساتھ اشتراک لازم آتا ہے؟

۳:...... ''مولانا قاسم نانوتوی صاحب اپنی ایک کتاب تحذیر الناس میں تحریر فرماتے ہیں کہ...... انبیاءؑ اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس ص:۵)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ نبی پر تو اللہ وحی بھی بھیجتے ہیں، کتابیں بھی اترتی ہیں، اللہ سے ہمکلام بھی ہوتے ہیں حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو معراج بھی ہوئی،

پھر نبی کے عمل میں اور امتی کے عمل میں تو بہت فرق ہوگیا کیا یہ بات صحیح نہیں؟

ج...... حضرت نانوتویؒ کی مراد یہ ہے کہ عبادات کی مقدار میں تو غیر نبی بھی نبی کے برابر ہو جاتا؟ بلکہ بسا اوقات بڑھ بھی جاتا ہے مثلاً جتنے روزے آنحضرت ﷺ رکھتے تھے مسلمان بھی اتنے ہی رکھتے ہیں بلکہ بعض حضرات نفلی روزہ کی مقدار میں بڑھ بھی جاتے ہیں، اسی طرح نمازوں کو دیکھو کہ آنحضرت ﷺ سے رات کی نماز میں تیرہ یا پندرہ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں، اور بہت سے بزرگان دین سے ایک ایک رات میں سیکڑوں رکعتیں پڑھنا منقول ہے، مثلاً امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ بننے کے بعد رات کو دو سو رکعتیں پڑھتے تھے، الغرض امتیوں کی نمازوں کی مقدار نبی کریم ﷺ سے زیادہ نظر آتی ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ پوری امت کی نمازیں مل کر بھی آنحضرت ﷺ کی ایک رکعت کے برابر نہیں ہوسکتیں اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ علم باللہ، ایمان و یقین اور خشیت و تقویٰ کی جو کیفیت آنحضرت ﷺ کو حاصل تھی وہ پوری امت کے مقابلہ میں بھاری ہے، اسی کو حضرت نانوتویؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاءؑ کرام علیہم السلام کا اصل کمال وہ علم و یقین ہے جو ان اکابر کو حاصل تھا، ورنہ ظاہری عبادات میں تو بظاہر امتی، انبیاءؑ کرامؑ کے برابر نظر آتے ہیں، بلکہ ان کی عبادات کی مقدار بظاہر ان سے زیادہ نظر آتی ہے، جیسا کہ اوپر مثالوں سے واضح کیا گیا۔

> ۴:...... ''حضرت تھانوی کے کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہر چند کلمہ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ اس کے جواب میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔''
>
> (''برہان'' فروری ۱۹۵۲ء ص:۱۰۷)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی محبت میں ہم ایسا کلمہ پڑھ سکتے ہیں؟

ج...... کسی کی محبت میں ایسا کلمہ نہیں پڑھ سکتے نہ اس واقعہ میں اس شخص نے یہ کلمہ پڑھا، بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے نکل رہا ہے، وہ تو کوشش کرتا ہے کہ یہ کلمہ نہ پڑھے، لیکن اس کی زبان اس کے اختیار میں نہیں، اور سب جانتے ہیں کہ غیر اختیاری امور پر مواخذہ نہیں، مثلاً کوئی شخص مدہوشی کی حالت میں کلمہ کفر بکے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور اس شخص کو اس غلط بات سے جو رنج ہوا اس کے ازالہ کے لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ کیفیت محبت کی مدہوشی کی وجہ سے پیدا ہوئی، چونکہ غیر اختیاری کیفیت تھی لہٰذا اس پر مؤاخذہ نہیں۔

۵:...... "ملفوظات الیاس کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ." کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاءؑ کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔"

(ملفوظات ص:۵۱)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا حضرت جی یعنی مولانا الیاسؒ کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

ج...... انبیاءؑ کے مثل سے مراد ہے کہ جس طرح ان اکابر پر دعوتِ دین کی ذمہ داری تھی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے طفیل میں یہ ذمہ داری امت مرحومہ پر عائد کردی گئی، اس میں کون سی بات خلافِ واقعہ ہے، اور اس پر کیا اشکال ہے؟

۶:...... مولوی عبدالرحیم شاہ باڑہ ٹوٹی صدر بازار دہلی والے ان کی کتاب (اصول دعوت و تبلیغ) کے آخری ٹائٹل پیج پر مولوی احتشام الحسن صاحب یہ مولانا الیاسؒ کے برادر نسبتی ان

کے خلیفہ اول ہیں ان کی یہ تحریر ''انتظار کیجئے'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب (زندگی کی صراط مستقیم) کے آخر میں ضروری انتباہ کے نام سے شائع کی ہے لکھتے ہیں:

نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علماً حق کے مسلک کے مطابق ہے، جو علماً کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں، میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف ''بدعت حسنہ'' کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جارہا ہے؟ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا، میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔''

حضرت برائے مہربانی اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے عنایت کریں کیونکہ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

ج...... ان بزرگ کے علم وفہم کے مطابق نہیں ہوگی لیکن یہ بات قرآن کی کس آیت میں آئی ہے کہ ان بزرگ کا علم وفہم دوسروں کے مقابلہ میں حجتِ قطعیہ ہے؟

الحمدللہ! تبلیغ کا کام جس طرح حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اصولوں

کے مطابق ہورہا تھا آج بھی ہورہا ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب آرہا ہے، بے شمار انسانوں میں دین کا درد، آخرت کی فکر، اپنی زندگی کی اصلاح کی تڑپ اور بھولے ہوئے انسانوں کو محمد رسول اللہ ﷺ والی لائن پر لانے کا جذبہ پیدا ہورہا ہے، اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اب اس خیر و برکت کے مقابلہ میں جو کھلی آنکھوں نظر آرہی ہے، تبلیغ سے روٹھے ہوئے ایک بزرگ کا علم و فہم کیا قیمت رکھتا ہے؟

اور ان بزرگ کا اس کام کو "بدعت حسنہ" کہنا بھی ان کے علم و فہم کا قصور ہے، دعوت الی اللہ کا کام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا کام چلا آیا ہے، کون عقل مند ہوگا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے کام کو بدعت کہے؟

میں نے اعتکاف میں قلم برداشتہ یہ چند الفاظ لکھ دئے ہیں، امید ہے کہ موجب تشفی ہوں گے، ورنہ ان نکات کی تشریح مزید بھی کی جاسکتی تھی، مگر اس کی نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت۔

ایک خاص بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ علم میں کمزور ہوں ان کو کچے پکے لوگوں کی کتابیں اور رسالے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا مقصود تو محض شبہات و وساوس پیدا کرکے دین سے برگشتہ کرنا ہوتا ہے، اعتراضات کس پر نہیں کئے گئے؟ اس لئے ہر اعتراض لائق التفات نہیں ہوتا۔

عورت کے لئے کسب معاش:

س...... مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء روزنامہ جنگ میں محترم بیگم سلمیٰ احمد صاحبہ نے کراچی اسٹاک ایکسچینج کے نومنتخب عہدیداران کے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے سورۂ نساء کی آیت: ۳۱ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ "عورت جو کماتی ہے وہ اس کا حصہ ہے اور مرد جو کماتا ہے وہ اس کا حصہ ہے" لہٰذا عورتوں کو کاروبار کرنے کی اجازت ہے، جب کہ قرآن مجید میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: "کہ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ

ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔“

قرآن مجید کے ترجمہ سے کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں کاروبار اعلانیہ کرسکتی ہیں؟ جب کہ ہر شخص کی طرح عورتوں کو بھی ان کے اعمال کا حصہ ملے گا اور مردوں کو بھی ان کے اعمال کا حصہ ملے گا، تو محترمہ بیگم سلمیٰ احمد صاحبہ نے کاروبار کا مفہوم کہاں سے نکال لیا، اس سے قبل جناب مولانا طاہر القادری صاحب نے بھی مرحوم جنرل محمد ضیاءُ الحق صاحب کے ریفرنڈم کے زمانہ میں خطاب کے دوران اسی قسم کا ترجمہ کیا تھا، کیونکہ مرحوم نے بھی اس زمانہ میں پاک پتن شریف میں تقریر کرتے ہوئے خواتین کے اجتماع سے خطاب کے دوران یہی ترجمہ کیا تھا کہ عورت کاروبار کرسکتی ہے، جس کی تائید کرنے پر مولانا محترم کو مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا گیا۔

لہٰذا آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ براہ کرم مندرجہ بالا آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ شائع فرما کر امت مسلمہ کو کسی نئے تنازعہ سے بچائیں۔

ج...... یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ اول یہ کہ عورت کے لئے کسب معاش کا کیا حکم ہے؟ میں اس مسئلہ کی وضاحت پہلے بھی کرچکا ہوں کہ اسلام نے بنیادی طور پر کسب معاش کا بوجھ مرد کے کندھوں پر ڈالا ہے، اور خواتین کے خرچ اخراجات ان کے ذمہ ڈالے ہیں، خاص طور پر شادی کے بعد اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے، جس پر دلائل پیش کرنا کارِعبث نظر آتا ہے، ابلیس مغرب نے صنف نازک پر جو سب سے بڑا ظلم کیا ہے وہ یہ کہ ”مساوات مرد و زن“ کا فسوں پھونک کر عورت کو کسب معاش کی گاڑی میں جوت کر مردوں کا بوجھ ان پر ڈال دیا، اور جن حضرات کا آپ نے تذکرہ کیا ہے وہ اسی مسلک کے نقیب اور داعی ہیں، اور اس کی وجہ سے جو جو خرابیاں مغربی معاشرہ میں رونما ہوچکی ہیں وہ ایک مسلمان معاشرہ کے لئے لائق رشک نہیں بلکہ لائق شرم ہیں۔

ہاں! بعض صورتوں میں بے چاری عورتوں کو مردوں کا یہ بوجھ اٹھانا پڑتا

ہے، ایسی عورتوں کا کسب معاش پر مجبور ہونا ایک اضطراری حالت ہے، اور اپنی عفت و عصمت اور نسوانیت کی حفاظت کرتے ہوئے وہ کوئی شریفانہ ذریعہ معاش اختیار کریں تو اس کی اجازت ہے۔

دوسرا مسئلہ بیگم صاحبہ کا قرآن کریم کی آیت سے استدلال ہے، اس کے بارے میں مختصراً یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت شریفہ کا موصوفہ کے دعویٰ کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں بلکہ یہ آیت ان کے دعوے کی نفی کرتی ہے، کیونکہ اس آیت شریفہ کا نزول بعض خواتین ے اس سوال پر ہوا تھا کہ ان کو مردوں کے برابر کیوں نہیں رکھا گیا؟ مردوں کو میراث کا دوگنا حصہ ملتا ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

> ''ماقبل کی آیتوں میں میراث کے احکام گزرے ہیں، ان میں یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ میت کے ورثاء میں اگر مرد اور عورت ہو، اور میت کی طرف رشتہ کی نسبت ایک ہی طرح کی ہو تو مرد کو عورت کی بہ نسبت دوگنا حصہ ملے گا، اسی طرح کے اور فضائل بھی مردوں کے ثابت ہیں، حضرت ام سلمہؓ نے اس پر ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو آدھی میراث ملتی ہے، اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔
>
> مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہوجاتے، بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے اور جہاد کی فضیلت ہمیں حاصل ہوجاتی۔
>
> ایک عورت نے حضور ﷺ سے عرض کیا مرد کو

میراث میں دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے تو کیا عبادات و اعمال میں بھی ہم کو نصف ہی ثواب ملے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دونوں قولوں کا جواب دیا گیا ہے، حضرت ام سلمہؓ کے قول کا جواب :"وَلَا تَتَمَنَّوْا" سے دیا گیا اور اس عورت کے قول کا جواب "لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ" سے دیا گیا۔ (تفسیر معارف القرآن ص:۳۸۸، ج:۲)

خلاصہ یہ کہ آیت شریفہ میں بتایا گیا کہ مرد و عورت کے خصائص الگ الگ اور ان کی سعی و عمل کا میدان جدا جدا ہے، عورتوں کو مردوں کی اور مردوں کو عورتوں کی ریس کیا؟ اس کی تمنا بھی نہیں کرنی چاہئے، قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی سعی و عمل کا پھل ملے گا، مردوں کو ان کی محنت کا، اور عورتوں کو ان کی محنت کا، مرد ہو یا عورت کسی کو اس کی محنت کے ثمرات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

بیگم صاحبہ نے جو مضمون اس آیت شریفہ سے اخذ کرنا چاہا ہے وہ یہ ہے کہ مردوں کی دنیوی کمائی ان کو ملے گی، عورتوں کا اس میں کوئی حق نہیں، اور عورتوں کی محنت مزدوری ان کی ہے، مردوں کا اس میں کوئی حق نہیں، اگر یہ مضمون صحیح ہوتا تو دنیا کی کوئی عدالت بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پر نہ ڈالا کرتی، اور عدالتوں میں نان نفقہ کے جتنے کیس دائر ہیں ان سب کو یہ کہہ کر خارج کر دینا چاہئے کہ بیگم صاحبہ کی "تفسیر" کے مطابق مرد کی کمائی مرد کے لئے ہے، عورت کا اس میں کوئی حق نہیں، استغفراللہ، تعجب ہے کہ ایسی کھلی بات بھی لوگوں کی عقل میں نہیں آتی۔

بچہ اگر دب کر مرجائے.

س...... ہمارے علاقے کی عورتیں بچوں کو اپنے ساتھ ایک بستر پر رات کے وقت سلاتی ہیں، چند واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ عورتوں کے یہ بچے اکثر سوتے میں ان عورتوں کے نیچے آکر مرجاتے ہیں، تو یہاں کے لوگ ان عورتوں کو دو مہینے تک

متواتر روزے رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، یہاں بہت سے علماً سے اس کے بارے میں جواب طلب کیا، لیکن صحیح جواب سے محروم ہوں۔ اس لئے آپ صاحبان سے اس کے بارے میں صحیح جواب اور راہنمائی کی ضرورت ہے۔

ج...... اگر عورت کی کروٹ کے نیچے آکر بچہ مرجائے تو یہ "قتل خطا" ہے، اور "قتل خطا" کا حکم خود قرآن کریم میں منصوص ہے کہ ایک تو دیت واجب ہوگی جو عورت کے قبیلہ کے لوگ اولیائے مقتول کو ادا کریں گے، دوسرے قاتل کے ذمہ دو مہینے کے پے درپے روزے لازم ہوں گے، اس لئے ایسی عورتوں پر دو مہینے کے پے در پے روزے لازم ہیں۔

طالبان اسلامی تحریک:

س ...... مسلمانوں کا جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی کے لئے طالبان اسلامی تحریک یعنی "امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد دامت برکاتہم العالیہ" کے جہادی نظم میں شامل ہوکر کفار و فساق فجار کے خلاف عملی جہاد کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

۲:...... پوری دنیا کے کفار وفساق طالبان اسلامی مملکت کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم ہیں اس صورت حال میں دنیا کے عام مسلمانوں کا طالبان کے ساتھ شامل ہوکر جہاد کرنا کیسا عمل ہے، وضاحت فرمائیں؟

ج...... جہاد فی سبیل اللہ فرض ہے اور امیر المؤمنین ملا عمر کی قیادت میں افغانستان میں طالبان کی جو تحریک شروع ہوئی وہ ٹھیٹھ اسلامی تحریک ہے، اور طالبان کی قائم کردہ حکومت خالص شرعی حکومت ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کا حکم اسلامی حکومت کے باغیوں کا ہے۔ اس لئے ملا عمر کی زیر قیادت کفار اور باغیوں سے جہاد کرنا بالکل جائز ہے، بلکہ ضروری ہے، ان کی اسلامی حکومت ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ تمام اسلامی قوتیں اس کے موافق ہیں اور تمام غیر اسلامی قوتیں اس کے خلاف، اگر افغانستان کے حالات معلوم کرنے ہوں، تو تھوڑے سے سفر کی زحمت اٹھا کر اپنی

آنکھوں سے وہاں اسلامی اقتدار کا نقشہ دیکھا جاسکتا ہے۔

جہادِ افغانستان:

س…… ایک آدمی مسلمان ہوتے ہوئے علی الاعلان بزبان خود یوں کہنے لگے کہ موجودہ افغانستان کا جہاد بالکل جہاد ہی نہیں بلکہ ایک طرف روس کی حمایت اور دوسری طرف امریکہ کی حمایت میں لڑتے ہیں اور دونوں ہی گروہ کافر ہیں، بتائیں کہ ایسا آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟

ج…… افغانستان کا جہاد ہمارے نقطۂ نظر سے تو صحیح ہے، لیکن ہر شخص اپنی فکر و فہم کے مطابق گفتگو کیا کرتا ہے، یہ صاحب جو دونوں فریقوں کو کافر قرار دے رہے ہیں یہ ان کی صریح زیادتی ہے، اور ان کا یہ سمجھنا کہ ایک فریق امریکہ کی حمایت میں لڑ رہا ہے، یہ ناقص معلومات کا نتیجہ ہے، میں اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی جرأت تو نہیں کرتا، بشرطیکہ وہ ضروریاتِ دین کا قائل ہو، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اپنی ناقص معلومات کی بنا پر اتنا بڑا دعویٰ کرکے، اور مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر یہ شخص گنہ گار ہو رہا ہے، اس کو توبہ کرنی چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ اس موضوع پر اس سے گفتگو ہی نہ کریں۔

مروّجہ میلاد:

س…… ہمارے ہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مروّجہ میلاد کیوں ناجائز ہے، حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکار مقدس ہوتا ہے، پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے رسالہ ہفت مسئلہ میں اس کو جائز فرمایا ہے، جب کہ دیگر اکابر دیوبند مروّجہ میلاد کو بدعات اور مفاسد کی بناء پر اس کو بدعت کہتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب سے بھی رجوع کیا گیا، مگر ان کے جواب سے بھی تشفی نہیں ہوئی۔

آنجناب سے اس مسئلہ کی تنقیح کی درخواست ہے کہ صحیح صورتحال کیا ہے؟

ج...... محترمان ومکرمان بندہ! زیدت مکارمہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نامہ کرم موصول ہوا، یہ ناکارہ ازحد مصروف ہے، اور جس موضوع پر لکھنے کی آپ نے فرمائش کی ہے اس پر صدیوں سے خامہ فرسائی ہورہی ہے، جدید فتنوں کو چھوڑ کر ایسے فرسودہ مسائل پر اپنی صلاحتیں صرف کرنے سے دریغ ہے، اس لئے اس پر لکھنے کے لئے طبیعت کسی طرح آمادہ نہیں، خصوصاً جب یہ دیکھتا ہوں کہ حضرت مخدوم مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی (جن کے علم وفضل اور صلاح وتقویٰ کی زکوٰۃ بھی اس ناکارہ کو مل جاتی تو بڑا غنی ہوجاتا) کی تحریر بھی شافی نہیں سمجھی گئی تو اس ناکارہ و ہیچ میرز کے بے ربط الفاظ سے کیا تسلی ہوگی؟ لیکن آپ حضرات کی فرمائش کا ٹالنا بھی مشکل، ناچار دوچار حروف لکھ رہا ہوں، اگر مفید ہوں تو مقام شکر، "ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔"

مسئلہ کی وضاحت کے لئے چند امور ملحوظ رکھئے!

اول: اس میں تو نہ کوئی شک وشبہ ہے نہ اختلاف کی گنجائش کہ آنحضرت ﷺ کا تذکار مقدس اعلیٰ ترین مندوبات میں سے ہے، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ "میلاد" کے نام سے جو محفلیں سجائی جاتی ہیں ان میں بہت سی باتیں ایسی ایجاد کرلی گئی ہیں جو حدود شرع سے متجاوز ہیں، یعنی مروجہ میلاد دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک مستحب ومندوب، یعنی تذکار نبوی ﷺ دوم وہ خلاف شرع خرافات جو اس کے ساتھ چسپاں کردی گئی ہیں اور جن کے بغیر میلاد کو میلاد ہی نہیں سمجھا جاتا، گویا ان کو "لازمۂ میلاد" کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

دوم: جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح یا مندوب ہو، مگر عام طور سے اس کے ساتھ قبیح عوارض چسپاں کرلئے جاتے ہوں، اس کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟ اس میں ذوق کا اختلاف ایک فطری چیز ہے، جس کی نظر نفس

مندوب پر ہوگی اس کا ذوق یہ فیصلہ کرے گا کہ ان عوارض سے تو بے شک احتراز کرنا چاہیے، مگر نفس مندوب کو کیوں چھوڑا جائے، بخلاف اس کے جس کی نظر عوام کے جذبات ورجحانات پر ہوگی اس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ خواص تو ان عوارض سے بلاشبہ احتراز کریں گے، لیکن عوام کو ان عوارض سے روکنا کسی طرح ممکن نہیں، اس لئے عوام کو اس سیلاب سے بچانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے سامنے بند باندھ دیا جائے، یہ دونوں ذوق اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں، کیونکہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ نفس مندوب کے قائل ہیں، خلاف شرع عوارض کے جواز کے وہ بھی قائل نہیں، اور جو عدم جواز کے قائل ہیں وہ بھی نفس مندوب کو ناجائز نہیں کہتے، البتہ خلاف شرع عوارض کی وجہ سے ناجائز کہتے ہیں۔

سوم: اس ذوقی اختلاف کے رونما ہونے کے بعد لوگوں کے تین فریق ہوجاتے ہیں، ایک فریق تو ان بزرگوں کے قول وفعل کو سند بنا کر اپنی بدعات کے جواز پر استدلال کرتا ہے، دوسرا فریق خود ان بزرگوں کو مبتدع قرار دے کر ان پر طعن وملامت کرتا ہے، اور تیسرا فریق کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات کو سند اور حجت سمجھتا ہے، اور ان کے بزرگوں کے قول وفعل کی ایسی توجیہ کرتا ہے کہ ان پر طعن و ملامت کی گنجائش نہ رہے، اور اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی یہ سمجھ کر کہ یہ بزرگ معصوم نہیں ہیں ان پر زبان طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، پہلے دونوں مسلک افراط وتفریط کے ہیں اور تیسرا مسلک اعتدال کا ہے۔

ان امور کے بعد گزارش ہے کہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے فعل سے اہل بدعت کا استدلال قطعاً غلط ہے، کیونکہ ہماری گفتگو ''میلاد'' کے ان طریقوں میں ہے جن کا تماشا دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس میلاد کو تو حضرت حاجی صاحبؒ بھی جائز نہیں کہتے، اور جس کو حاجی صاحبؒ جائز کہتے ہیں وہ اہل بدعت کے ہاں پایا نہیں جاتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا

ہے کہ ''مسیح موعود'' کا آنا مسلمان ہمیشہ مانتے آئے ہیں، اور میں ''مسیح موعود'' ہوں لہٰذا قرآن و حدیث کی ساری پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں، پس اگر مرزا قادیانی، قرآن و حدیث والا ''مسیح موعود'' نہیں، اور اس کا قرآن و حدیث کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا غلط ہے تو ٹھیک اسی طرح اہل بدعت کے ہاں بھی حضرت حاجی صاحبؒ والا ''میلاد'' نہیں، اس لئے حضرتؒ کے قول و فعل کو اپنے ''میلاد'' پر چسپاں کرنا محض مغالطہ ہے۔

بہرحال صحیح اور اعتدال کا مسلک وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند نے اختیار کیا کہ نہ ہم مروجہ میلاد کو صحیح کہتے ہیں اور نہ ان اکابر کو مبتدع کہتے ہیں یہ تو مسئلہ کی مختصر وضاحت تھی، آپ کے بارے میں میری مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو دین کی سربلندی اور اپنی اصلاح پر صرف کریں، تاکہ ہم آخرت میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوں، موجودہ دور میں حق طلبی کا جذبہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جس شخص نے کوئی غلط بات ذہن میں بٹھالی ہے ہزار دلائل سے اسے سمجھاؤ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، بس آدمی کا مذاق یہ ہونا چاہئے کہ ایک بار حق کی وضاحت کرکے اپنے کام میں لگے، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا؟ اس فکر میں نہ پڑے۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
دربند آں مباش کہ نہ شنید یا شنید

فکری تنظیم والوں کے خلاف آواز اٹھانا:

س...... ہم ایک دینی مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان ہیں، مجلس شوریٰ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، مہتمم صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، قواعد وضوابط میں درج ہے کہ یہ مدرسہ حضرت مولانا نانوتویؒ اور مولانا تھانویؒ کے مسلک و مشرب کے مطابق ہوگا، مہتمم صاحب کے دو صاحبزادے فکری تنظیم سے وابستہ ہیں، اور مجلس شوریٰ کی ناگواری کے باوجود مہتمم صاحب نے انہیں مدرّس تعینات کیا ہوا ہے، باپ کی سادہ

لوجی سے فائدہ اٹھا کر صاحبزادوں نے زیادہ مدرسین دور دور سے لاکر اپنے ہم ذہن بھرتی کروالئے ہیں، اور اپنے باپ (مہتمم صاحب) کو صدرِ مملکت کی طرح بے اختیار کر کے مدرسہ پر اپنا ہولڈ کیا ہوا ہے، جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا نام لے کر لوگوں کو اپنی تنظیم کی طرف مائل کرتے ہیں، ان کے اپنے ایک استاد کی رپورٹ کے مطابق یہ لوگ ذاتی ملکیت کے قائل نہیں، خمینی کے مداح، جہادِ افغانستان کے مخالف اور روسی نظام کے حامی ہیں، عورت کی سربراہی کے قائل ہیں، تبلیغی جماعت کو گمراہ کہتے ہیں،

مہتمم صاحب یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ میرے بیٹوں کے نظریات درست نہیں لیکن کہتے ہیں کہ اولاد ہونے کے باعث میں مجبور ہوں، ان کے خلاف کاروائی نہیں کرسکتا، بچوں کی وجہ سے مہتمم صاحب نے شوریٰ کا اجلاس بلانا بھی چھوڑ دیا ہے، قواعد وضوابط کے خلاف، جمع شدہ رقم اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع کرواکر اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں، ارکانِ شوریٰ اگر ان کو پوچھنا چھوڑ دیں تو مزید جری ہوکر اپنے نظریات پھیلانے میں بہت بڑھ جائیں گے، پوچھ گچھ کرتے رہنے سے قدرے محتاط رہتے ہیں، اس عظیم اور مثالی درسگاہ کو صحیح رخ پر لانے کے لئے ان کا نکالنا ضروری ہے، پوچھنا یہ ہے کہ مسئلہ کی رُو سے ہم ارکانِ شوریٰ ان کو نکالنے کی کوشش کرتے رہیں یا خاموش ہوجائیں؟ مہتمم صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے آج تک ان کے پیر صاحب سے ان کے غلط عقائد کی وجہ سے ہاتھ نہیں ملائے۔

ج ...... میرا مسلک تو اپنے اکابر کے موافق ہے، مدرسہ کے یہ حضرات اگر اس مدرسہ میں اکابر کے مسلک پر عمل کریں تو دنیا و آخرت میں ان کو برکتیں نصیب ہوں گی ورنہ اندیشہ ہی اندیشہ ہے۔

رہا یہ کہ آپ حضرات کو اس کے خلاف آواز اٹھانا چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے؟ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ اگر آپ کا آواز اٹھانا مفید ہوسکتا ہے تو ضرور آواز اٹھانی چاہئے اور اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ
حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد:

جناب محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب..... السلام علیکم!

گزارش ہے کہ چند روز قبل مجھے بھینس کالونی کمرشل ایریا کی گول مسجد میں درس قرآن سننے کا اتفاق ہوا، اپنے درس کے دوران مسجد کے پیش امام صاحب نے عذاب قبر پر درس دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بقید حیات ہیں اور دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے روضہ اقدس پر حاضری دے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کروں گا۔ (مولانا موصوف کا تعلق دیوبند مسلک سے ہے) جب کہ میں نے خود شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں اور اس پر حضرت صاحب نے ایک کتاب "وفات النبیؐ" بھی لکھی ہے کہ حضور اکرمؐ کو دنیا کا کوئی علم نہیں ہے۔

جناب والا سے قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ

۱۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں؟
۲۔ کیا دنیاوی معاملات کا آپؐ کو علم ہے؟
۳۔ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دینا ضروری ہے جب کہ حج کے تمام ارکان مکہ مکرمہ میں تکمیل کو پہنچتے ہیں؟

جواب : آپ کے سوال میں چند مسائل قابل تحقیق ہیں؟

پہلا مسئلہ : مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم' اس ضمن میں چند امور کا سمجھ لینا ضروری ہے :

دوم : ---- اہل حق کا عقیدہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے' چنانچہ شرح

اول : ---- یہ کہ محل نزاع کیا ہے؟ یہ بات تو ہر عامی سے عامی بھی جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرماگئے ہیں' اور یہ کہ آپؐ اپنے روضہ مطہرہ ومقدسہ میں مدفون ہیں' اس لئے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی (اور نہ ہونی چاہئے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات زیر بحث ہے' نہیں! بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حیات حاصل ہے اس کا تعلق جسد اطہر سے بھی ہے یا نہیں؟ اس تنقیح سے معلوم ہوگا کہ یہاں تین چیزیں ہیں :

۱۔ دنیا کی حیات کا نہ ہونا۔
۲۔ برزخ کی حیات کا حاصل ہونا۔
۳۔ اور اس برزخی حیات کا جسد اطہر سے تعلق ہونا یا نہ ہونا۔

پہلے دو نکتوں میں کسی کا اختلاف نہیں' اختلاف صرف تیسرے نکتے میں ہے' ہمارے اکابر جسد اطہر کو ایک خاص نوع کی حیات کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔

عقائد نسفی میں ہے:

"وعذاب القبر للکافرین ولبعض عصاة المومنین وتنعیم اهل الطاعة فی القبر..... وسوال منکر ونکیر ثابت بالدلائل السمعیة"۔

(شرح عقائد ص۹۸)

ترجمہ:"کافروں اور بعض گنہ گار اہل ایمان کو قبر میں عذاب ہوتا اور قبر میں اہل طاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر ونکیر کا سوال کرنا یہ تمام امور برحق ہیں' دلائل سمعیہ سے ثابت ہیں۔"

عقیدہ طحاویہ میں ہے:

"ونومن بعذاب القبر ونعیمه لمن کان لذلک اهلا وبسوال منکر ونکیر للمیت فی قبره عن ربه ودینه ونبیه علی ما جاءت به الآثار عن النبی صلی الله علیه وسلم وعن اصحابه والقبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار"۔

(عقیدہ طحاویہ' ص۲۰-۲۱ مطبوعہ دارالمعارف اسلامیہ۔ آسیا باد۔ بلوچستان)

ترجمہ:"اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قبر میں عذاب یا ثواب اس شخص کو ہوگا جو اس کا مستحق ہو' اور منکر نکیر قبر میں میت سے سوال کرتے ہیں' اس کے رب' اس کے دین اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں' جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس پر احادیث وارد ہیں'

اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔"

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے رسالہ "فقہ اکبر" میں ہے:

"وسوال منکر ونکیر فی القبر حق' واعادة الروح الی العبد وضغطة القبر وعذابه حق کائن للکفار کلهم اجمعین ولبعض المسلمین"۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۲۱ومابعد مطبوعہ مجتبائی ۱۳۴۸ھ)

ترجمہ: "اور قبر میں منکر ونکیر کا سوال کرنا برحق ہے' اور قبر میں روح کا لوٹایا جانا اور میت کو قبر میں بھینچنا اور تمام کافروں کو اور بعض مسلمانوں کو قبر میں عذاب ہونا برحق ہے' ضرور ہوگا۔"

قبر کے عذاب پر قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ وارد ہیں اور سلف صالحین' صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے' چنانچہ شرح عقائد میں چند آیات واحادیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھا ہے:

"وبالجملة الاحادیث فی هذا المعنٰی وفی کثیر من احوال الآخرة متواترة المعنٰی وان لم یبلغ احادها حد التواتر"۔

(شرح عقائد ص۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی)

ترجمہ: "حاصل یہ کہ عذاب وثواب قبر اور بہت سے احوال آخرت میں احادیث متواتر ہیں۔ اگرچہ فرداً فرداً احاد ہیں۔"

شرح عقائد کی شرح "نبراس" میں ہے :

"ثم قد روی احادیث عذاب القبر وسواله عن جمع عظیم من الصحابة فمنهم عمر بن الخطاب' وعثمان بن عفان' وانس بن مالک' والبراء' وتمیم الداری' وثوبان' وجابر بن عبدالله' وحذیفة' وعبادة بن صامت' وعبد الله بن رواحة' وعبد الله بن عباس' وعبد الله بن عمر' وعبد الله بن مسعود' وعمرو بن العاص' ومعاذ بن جبل' وابو امامة' وابو الدرداء' وابو هریرة' وعائشة رضی الله تعالٰی عنهم۔ ثم روٰی عنهم اقوام "لا یحصٰی عددهم"۔

(نبراس ص۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ :"قبر کے عذاب وثواب اور سوال کی احادیث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں' جن میں مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں :

حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت انس' حضرت برا' حضرت تمیم داری' حضرت ثوبان' حضرت جابر' حضرت حذیفہ' حضرت عبادہ' حضرت عبد اللہ بن رواحہ' حضرت عبد اللہ بن عباس' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت عمرو بن عاص' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابو امامہ' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عائشہ' رضی اللہ عنہم۔ پھر ان سے اتنی قوموں نے

روایت کی ہے جن کی تعداد کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔"

امام بخاریؒ نے عذاب قبر کے باب میں قرآن کریم کی تین آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ احادیث ذکر کی ہیں' جو مندرجہ ذیل پانچ صحابہؓ سے مروی ہیں' حضرت براء بن عازب' حضرت عمرؓ حضرت عائشہ' حضرت اسماء اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔ (دیکھئے صحیح بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)

اس کے ذیل میں حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں :

"وقد جاء فی عذاب القبر غیر هذه الاحادیث : منها عن ابی هریرة' وابن عباس' وابی ایوب' وسعد' وزید بن ارقم' وام خالد فی الصحیحین او احدهما۔ وعن جابر عند ابن ماجة' وابی سعید عند ابن مردویه وعمر' وعبد الرحمٰن بن حسنة وعبدالله بن عمرو عند ابی داود' وابن مسعود عند الطحاوی' وابی بکرة واسماء بنت یزید عند النسائی' وام مبشر عند ابن ابی شیبه' وعن غیرهم۔"

(فتح الباری ص ۲۴۰ ج ۳ مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

ترجمہ :" اور عذاب قبر میں ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ' ابن عباس' ابو ایوب' سعد' زید بن ارقم اور ام خالد کی احادیث تو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں۔

" اور حضرت جابرؓ کی حدیث ابن ماجہ میں ہے' حضرت ابو

سعیدؓ کی حدیث ابن مردویہ نے روایت کی ہے' اور حضرت عمرؓ' عبد الرحمٰن بن حسنہؓ اور عبد اللہ بن عمروؓ کی ابو داؤد میں ہیں' حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث طحاوی میں ہے' حضرت ابو بکرہؓ اور اسماء بنت یزیدؓ کی احادیث نسائی میں ہیں' اور حضرت ام مبشرؓ کی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں۔"

اور مجمع الزوائد (ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار الکتاب بیروت) میں یعلیٰ بن سیابہؓ کی روایت بھی نقل کی ہے۔

یہ قریباً تیس صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی کی فہرست ہے جو میں نے عجلت میں مرتب کی ہے اور جن سے عذاب قبر کی احادیث مروی ہیں' اس لئے قبر کے عذاب وثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

سوم :—— جب یہ ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے' اور یہ اہل حق کا اجماعی عقیدہ ہے تو اب اس سوال پر غور کرنا باقی رہا کہ قبر کا یہ عذاب وثواب صرف روح سے متعلق ہے یا میت کے جسم عنصری کی بھی اس میں مشارکت ہے؟ اور یہ کہ اس عذاب وثواب کا محل آیا یہی حسی گڑھا ہے جس کو عرف عام میں "قبر" سے موسوم کیا جاتا ہے یا برزخ میں کوئی جگہ ہے جہاں میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے اور اسی کو عذاب قبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے تتبع سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف روح کو نہیں ہوتا بلکہ میت کا جسم بھی اس میں شریک ہے' اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حسی قبر ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے' مگر چونکہ یہ عذاب وثواب دوسرے عالم کی چیز

ہے اس لئے میت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں' زندوں کو ان کا ادراک و شعور عموماً نہیں ہوتا (عموماً اس لئے کہا کہ بعض اوقات بعض امور کا انکشاف بھی ہوجاتا ہے) جس طرح نزع کے وقت مرنے والا فرشتوں کو دیکھتا ہے اور دوسرے عالم کا مشاہدہ کرتا ہے مگر پاس بیٹھنے والوں کو ان معاملات کا ادراکِ و شعور نہیں ہوتا جو نزع کی حالت میں مرنے والے پر گزرتے ہیں۔

ہمارے اس دعویٰ پر' کہ عذاب و ثواب اسی حسی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کا بدن بھی عذاب و ثواب سے متاثر ہوتا ہے' احادیث نبویہؐ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں' مگر چونکہ ان شواہد کا استیعاب نہ تو ممکن ہے اور نہ ضروری ہے اس لئے چند عنوانات کے تحت ان شواہد کا نمونہ پیش کرتا ہوں :

(۱)

حدیث جرید

"عن ابن عباس (رضی اللہ عنہ) قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین (وفی روایۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما) فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃً رطبۃ فشقھا نصفین فغرز فی کل قبر واحدۃً قالوا یا رسول اللہ لم فعلت ھذا؟ قال لعلہ یخفف عنھما ما لم ییبسا"۔ (صحیح بخاری ص۳۵ ج۱)

ترجمہ :"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی' جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا' اور دوسرا چغل خور تھا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھجور کی) ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا' انہیں ایک ایک کرکے دونوں قبروں پر گاڑ دیا' صحابہؓ نے (یہ دیکھ کر) پوچھا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید (اس عمل سے) ان کے عذاب میں (اس وقت تک کے لئے) تخفیف ہوجائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔"

یہ مضمون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے :

۱۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ :(ابن ماجہ ص۲۹ مجمع الزوائد ص۲۰۷ ج۱ فتح الباری ص۳۲۱ ج۱)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ : (ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۱۔ موارد الظمان ص۱۹۹ مجمع ص۵۷ ج۳)

۳۔ حضرت انسؓ : (مجمع الزوائد ص۲۰۸ ج۱)

۴۔ حضرت جابرؓ : (افراد دار قطنی۔ فتح الباری ص۳۱۷ ج۱)

۵۔ حضرت ابو رافعؓ : (نسائی بحوالہ فتح الباری ص۳۱۹ ج۱)

۶۔ حضرت ابو امامہؓ : (مجمع ص۵۶ ج۳۔ فتح ص ۳۲۰ ج۱)

۷۔ حضرت عائشہؓ : (مجمع ص۲۰۷ ج۱)

۸۔ حضرت ابن عمرؓ : (مجمع ص۵۷ ج۳)

۹۔ یعلٰی بن سیابہؓ : (ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۳۔ مجمع ص۵۷ ج۳)

۱۰۔ اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں ص۴۱۸ ج۲ میں منقول ہے :

۱۱۔ اور اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں بسند صحیح منقول ہے۔ (مجمع الزوائد ص۵۷ ج۲)

۱۲۔ نیز اسی نوعیت کا ایک واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ جلد ۳ اور مسند احمد میں حضرت یعلٰی بن سیابہؓ سے منقول ہے۔ (مجمع الزوائد ص۵۷ ج۳)

ان احادیث میں ہمارے دعویٰ پر درج ذیل شواہد ہیں :

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کو محسوس فرمانا اور جن دو شخصوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا ان کی آواز سننا۔
- دونوں قبروں پر شاخ خرما کا گاڑنا۔
- اور دریافت کرنے پر یہ فرمانا کہ شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوجائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

اگر یہ گڑھا' جس کو قبر کہا جاتا ہے' عذاب قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا' اور اگر میت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے' اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کا احساس ہوتا۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر کو سننا

اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے :

"فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما"۔

(صحیح بخاری ص ۳۴ ج ۱)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔"

یہ مضمون بھی متعدد احادیث میں آیا ہے :

۱:----- "عن ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰہ عنہ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد ما غربت الشمس فسمع صوتا' فقال یهود تعذب فی قبورها"۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۴ ج ۱' صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۲)

ترجمہ :"حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے تو آواز سنی، فرمایا، یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔"

۲: ——— "عن انس رضی اللہ عنہ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نخل لابی طلحۃ یبرز لحاجتہ۔ قال وبلال یمشی وراءہ، یکرم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمشی الی جنبہ، فمر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبر فقام حتی تم الیہ بلال، فقال ویحک یا بلال! ھل تسمع ما اسمع، قال ما اسمع شیئا، قال صاحب القبر یعذب، فسال عنہ فوجد یھودیا۔"

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ مجمع الزوائد ص۵۶ ج۳) واخرجہ فی المستدرک ص۴۰ ج۱۔ وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی)

ترجمہ:" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو طلحہؓ کے کھجوروں کے باغ میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جارہے تھے، حضرت بلالؓ آپؐ کے پیچھے چل رہے تھے، ادب کی بنا پر برابر نہیں چل رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ حضرت بلالؓ بھی آپہنچے، فرمایا بلال! کیا تم بھی سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ عرض کیا، میں تو کچھ نہیں سن رہا، فرمایا: صاحب قبر کو عذاب ہو رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس قبر کے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہودی کی قبر ہے"۔

۳ : ——— "عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال اخبرنی من لا اتھم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبلال یمشیان بالبقیع، اذ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا بلال ھل تسمع ما اسمع؟ قال واللّٰہ یا رسول اللّٰہ ما اسمعہ، قال الا تسمع اھل ھذہ القبور یعذبون فی قبورھم، یعنی قبور اھل الجاھلیۃ"

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ص۵۶ ج۳)

ترجمہ :"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی صاحب نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بقیع میں چل رہے تھے، اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلال! جو کچھ میں سن رہا ہوں، کیا تم بھی سن رہے ہو؟ عرض کیا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں اس کو نہیں سن رہا، فرمایا کیا تم اہل قبور کو سنتے نہیں ہو؟ ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے"۔

۴ : ——— "عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنھما قال دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم محلًا

لبنی النجار، فسمع اصوات رجال من بنی النجار ماتوا فی الجاھلیۃ یعذبون فی قبورھم فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزعًا فامر اصحابہ ان یتعوذوا من عذاب القبر۔"

(رواہ احمد والبزار، ورجال احمد رجال الصحیح مجمع الزوائد ص۵۵ ج۳، وکشف الاستار عن زوائد البزار ص۴۱۲ جلد۱)

ترجمہ:" حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کی ایک جگہ میں داخل ہوئے تو بنو نجار کے چند مردوں کی آواز سنی، جو جاہلیت کے زمانے میں مرے تھے اور ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گھبرا کر نکلے، اور اپنے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگیں"۔

ان احادیث میں قبروں کے پاس جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر کو سننا مذکور ہے، اگر یہ گڑھے (جن کو قبریں کہا جاتا ہے) عذاب کا محل نہ ہوتے اور قبروں میں مدفون ابدان کو عذاب نہ ہوتا تو اس عذاب قبر کا قبروں کے پاس سننا نہ ہوتا۔

(۳)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی عذاب قبر کا سننا ممکن ہے

متعدد احادیث میں یہ مضمون بھی وارد ہوا ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم

مردوں کو دفن کرنے کی ہمت نہیں کرسکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ قبر کا جو عذاب میں سنتا ہوں وہ تم کو بھی سنا دیتے۔ اس مضمون کی چند احادیث درج کی جاتی ہیں :

ا : ------ "عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه واذا اقبر ستة او خمسة او اربعة قال کذا کان یقول الجریری فقال من یعرف هذه الاقبر فقال رجل انا' قال فمتی مات هولاء قال ماتوا فی الاشراک فقال ان هذه الامة تبتلی فی قبورها فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه... الحدیث"

(صحیح مسلم ص۳۸۶ ج۲)

ترجمہ :"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہوکر بنو نجار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے' ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے' اچانک خچر بدک گیا قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر جاتے' وہاں کوئی چار' پانچ یا چھ قبریں تھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا جی ہاں! میں جانتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کب

مرے تھے؟ اس نے عرض کیا حالت شرک میں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں' اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دیتے جس طرح میں سنتا ہوں"۔

۲ :---------یہی حدیث صحیح ابن حبان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(موارد الظمان ص۲۰۲)

۳ :-------- "عن انس (رضی اللّٰہ عنہ) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمع صوتا من قبر فقال متٰی مات ھذا قالوا مات فی الجاھلیة فسر بذلک وقال لو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللّٰہ ان یسمعکم عذاب القبر۔"

(سنن نسائی ص۲۹۰ ج۱ صحیح مسلم ص۳۸۶ ج۲ موارد الظمان ص۲۰۰)

ترجمہ :" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے آواز سنی تو فرمایا یہ کب مرا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ زمانہ جاہلیت میں' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذاب قبر ہوتا ہوا سنائی دیتا"۔

۴: .... عن انس رضی اللہ عنہ قال
دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خربًا لبنی
النجار کانہ یقضی حاجتہ فخرج وھو مذعور'
فقال : لو لا ان تدافنوا لدعوت اللہ ان
یسمعکم من عذاب القبر ما اسمعنی۔"

(اسنادہ صحیح' کنز العمال ص۶۴۰ جلد۱۵ حدیث نمبر ۴۲۹۴۳)

ترجمہ :"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ویرانے میں قضائے حاجت کے لئے
تشریف لے گئے تو گھبرا کر نکلے' اور فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم
مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ
تمہیں بھی وہ عذاب قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔"

مندرجہ بالا احادیث ہمارے مدعا پر تین وجہ سے شاہد ہیں :

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر کو خود سننا۔

۲۔ اور یہ فرمانا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذاب قبر سنادیں' جو میں سن رہا ہوں' جس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا سننا ہمارے حق میں بھی ممکن ہے' اگر عذاب کا تعلق قبر کے گڑھے سے نہ ہوتا تو قبروں کے اس عذاب کے سننے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۳۔ اور یہ فرمانا کہ اندیشہ یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے' اگر عذاب کا تعلق قبر کے گڑھے سے نہ ہوتا تو اس اندیشہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔

(۴)

بہائم کا عذاب قبر کو سننا

اوپر حضرت زید بن ثابت اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی احادیث میں عذاب قبر کے سننے سے جانور کا بدکنا مذکور ہے' یہ مضمون بھی متعدد احادیث میں آیا ہے کہ مردے کو قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اس کو جن وانس کے علاوہ قریب کے سب حیوانات سنتے ہیں' اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں :

ا۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ :

"ثم یضرب بمطرقة من حدید ضربة بین اذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین۔" (صحیح بخاری ص۱۷۸ ج۱۔ سنن ابو داؤد ص ۶۵۳ ج۲۔ نسائی ص۲۸۸ ج۲۔ مسند احمد ص۱۲۶ز ۲۳۴ ج۳)

ترجمہ :"پھر اس (مردے) کو لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے جس سے مردہ ایسی چیخ مارتا ہے' جسے جن وانس کے علاوہ قریب کے تمام حیوانات سنتے ہیں۔"

۲۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :

"فیفتح له باب من جهنم' ثم یضرب ضربة تسمع کل دابة الا الثقلین۔"

(رواہ البزار' مجمع الزوائد ص۵۳ ج۳' کشف الاستار عن زوائد البزار ص ۴۱۳ ج۱)

ترجمہ :"پھر اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پھر

اس کو ماری جاتی ہے ایسی مار کہ اس کو سنتے ہیں تمام جانور سوائے جن وانس کے"۔

۳۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ :

"ویفتح له باب الی النار ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلهم غیر الثقلین۔"

(مسند احمد ص۴ ج۳، ص ۲۹۶ ج۴) کشف الاستار ص۴۱۳ ج۱، مجمع الزوائد ص۴۸ ج۳)

ترجمہ :"پھر اس (کافر مردے) کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے پھر فرشتہ اس کو ایسا گرز مارتا ہے جس کو جن وانس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سنتی ہے"۔

۴۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ :

"فیضربه بها ضربة یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابًا قال ثم تعاد فیه الروح۔"

(سنن ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲)

ترجمہ :"پس فرشتہ اس کو ایسی ضرب لگاتا ہے، جس کو جن وانس کے سوا مشرق ومغرب کے درمیان کی ساری مخلوق سنتی ہے، وہ اس ضرب سے مٹی ہوجاتا ہے، فرمایا، پھر اس میں دوبارہ روح لوٹائی جاتی ہے۔"

۵۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا :

"انھم یعذبون عذابا تسمعه البھائم کلھا۔"

(صحیح بخاری ص۹۴۲ ج۲' صحیح مسلم ص۲۱۷ ج۱)

ترجمہ :"مردوں کو قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو سب چوپائے سنتے ہیں۔"

۶۔ حدیث ام مبشر رضی اللہ عنہا :

"عن ام مبشر قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا فی حائط من حوائط بنی النجار فیه قبور منھم' وھو یقول استعیذوا باللہ من عذاب القبر فقلت یا رسول اللہ وللقبر عذاب ؟قال نعم انھم لیعذبون فی قبورھم تسمعه البھائم۔"

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح' مجمع الزوائد ص۵۶ ج۳ موارد الظمان ص۲۰۰)

ترجمہ :"حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن بنو نجار کے باغ میں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' وہاں بنو نجار کی کچھ قبریں تھیں (انہیں دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قبر میں عذاب دیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں' بے شک انہیں اپنی اپنی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے' جسے تمام جانور سنتے ہیں۔"

۷۔ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ :

"ان الموتٰی لیعذبون فی قبورهم حتٰی ان البهائم تسمع اصواتهم۔"

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن۔ مجمع ص۵۶ ج۳)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے' یہاں تک کہ چوپائے ان کی آواز سنتے ہیں"۔

۸۔ حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ :

"کنت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی سفر وهو یسیر علی راحلته فنفرت' قلت یا رسول اللّٰه! ما شان راحلتک نفرت؟ قال انها سمعت صوت رجل یعذب فی قبره فنفرت لذلک۔"

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ جابر الجعفی وفیہ کلام کثیر وقد وثق' مجمع الزوائد ص۵۶ ج۳)

ترجمہ: "ایک سفر میں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر تشریف لے جارہے تھے' کہ اچانک سواری بدک گئی' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو کیا ہوا' یہ بدک کیوں گئی؟ فرمایا' اس نے ایک شخص کی آواز سنی جس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے' اس کی وجہ سے بدک گئی"۔

ان احادیث میں جن وانس کے علاوہ باقی حیوانات کا عذاب قبر کو سننا مذکور ہے' ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر ایک حسی چیز ہے جس کو نہ صرف اس عالم میں محسوس کیا جاسکتا ہے' بلکہ جن وانس کے علاوہ باقی مخلوق کو اس کا ادراک بھی ہوتا ہے' جن وانس کو جو ادراک نہیں ہوتا اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کا ایمان' ایمان بالغیب رہے' دوسری وہ حکمت ہے جو اوپر بیان ہوچکی ہے کہ اگر عذاب قبر کا انکشاف انسانوں کو عام طور سے ہوجایا کرتا تو کوئی شخص مردوں کو قبرستان میں دفن کرنے کی ہمت نہ کرتا' بہرحال اس عذاب کا محسوس ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ عذاب قبر اسی گڑھے میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کے بدن کو بھی ہوتا ہے۔

(۵)

عذاب قبر کے مشاہدہ کے واقعات

عذاب قبر کو انسانوں اور جنات کی نظر سے پوشیدہ رکھا گیا ہے' لیکن بعض اوقات خرق عادت کے طور پر عذاب قبر کے کچھ آثار کا مشاہدہ بھی کرادیا جاتا ہے' اس نوعیت کے بے شمار واقعات میں سے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :

ا : ——— "عن قبیصة بن ذویب (رضی اللہ عنه) قال : اغار رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی سریة من المشرکین فانهزمت فغشی رجل من المسلمین رجلا من المشرکین وهو منهزم فلما اراد ان یعلوه بالسیف قال الرجل لا اله الا اللہ فلم ینزع عنه حتّٰی قتله ثم وجد فی نفسه من قتله فذکر حدیثه لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہلا نقبت عنہ قلبہ... فلم یلبثوا الا قلیلا حتّٰی توفی ذلک الرجل القاتل فدفن فاصبح علی وجہ الارض فجاء اھلہ فحدثوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال : ادفنوہ، فدفنوہ فاصبح علی وجہ الارض فجاء اھلہ فحدثوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال : ادفنوہ، فدفنوہ فاصبح علی وجہ الارض فجاؤوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحدثوہ ذلک، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان الارض قد ابت ان تقبلہ فاطرحوہ فی غار من الغیران۔"

(بیہقی دلائل النبوۃ ۴؍۳۰۹۔ خصائص کبریٰ ۲؍۷۸۔ مصنف عبد الرزاق ۱۰؍۱۷۳۔ کنز حدیث نمبر ۴۰۴۵۴ ص۴۸،۱۴۷ جلد ۱۵)

ترجمہ :"حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے مشرکین کے ایک دستہ پر حملہ کیا، اس دستہ کو شکست ہوئی، پھر ایک مسلمان نے مشرکوں کے ایک آدمی کو بھاگتے ہوئے جالیا، جب اس پر تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے "لا الہ الا اللہ" پڑھا، لیکن مسلمان کلمہ سن کر بھی ہٹا نہیں، یہاں تک کہ اسے قتل کردیا، پھر اس کے ضمیر نے اس کے قتل پر ملامت کی، چنانچہ اس نے اپنا

قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا "تو نے اس کا دل کرید کو کیوں نہ دیکھ لیا؟" تھوڑی مدت گزری تھی کہ اس قاتل کا انتقال ہو گیا' اسے دفن کیا گیا مگر اگلے دن دیکھا گیا کہ وہ کھلی زمین پر پڑا ہے' اس کے گھر کے لوگوں نے یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دفن کردو' دوبارہ دفن کیا گیا تو پھر دیکھا کہ زمین پر پڑا ہوا ہے' تین بار یہی ہوا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے اسے کسی غار میں ڈال دو"۔

۲: ------- "عن انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) قال کان منا رجل من بنی النجار قد قرأ البقرۃ وآل عمران وکان یکتب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق ھاربًا حتٰی لحق باھل الکتاب قال فرفعوہ قالوا ھذا قد کان یکتب لمحمد فاعجبوا بہ فما لبث ان قصم اللہ عنقہ فیھم فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علی وجھھا ثم عادوا فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علی وجھھا ثم عادوا فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علی وجھھا' فترکوہ منبوذًا۔"

(صحیح بخاری ۱/۵۱۱' صحیح مسلم ۲/۳۷۰' واللفظ لہ' مسند احمد ص۱۳۰' ۱۲۱۔

۲۴۵ جلد سوم' صحیح ابن حبان بحوالہ موارد الظمان ص۳۶۵ خصائص کبریٰ ص۷۸ جلد دوم)

ترجمہ :"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ہم سے یعنی بنو نجار سے تھا' اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی ہوئی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتا تھا' پھر وہ بھاگ کر اہل کتاب سے جا ملا' انہوں نے اس کو خوب اچھالا' اور کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتا تھا' وہ لوگ اس پر بہت خوش ہوئے' کچھ ہی دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑدی' (یعنی مرگیا) انہوں نے گڑھا کھود کر اسے دفن کردیا' صبح ہوئی تو زمین نے اس کو باہر پھینک دیا' انہوں نے اسے پھر دفن کیا' زمین نے اسے پھر باہر پھینک دیا' انہوں نے سہ بارہ دفن کیا زمین نے اسے پھر اگل دیا' عاجز ہوکر انہوں نے اسے بغیر دفن کے پڑا رہنے دیا"۔

۳ : ——— "عن اسامة بن زید قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا فکذب علیہ فدعا علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد میتا قد انشق بطنہ ولم تقبلہ الارض"۔

(بیہقی' دلائل النبوۃ ۶/۲۴۵۔ خصائص کبریٰ ج۲ ص۷۸)

ترجمہ :"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (کسی کام سے) بھیجا' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرکے ایک

جھوٹ بولا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی' اس کے نتیجہ میں وہ مردہ حالت میں پایا گیا' اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا' اور زمین نے اسے قبول نہیں کیا۔"

۴: ------- "عن عمران قال شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد بعث جيشا من المسلمين الى المشركين' الى قوله' فلم يلبث الا يسيرا حتى مات فدفناه فاصبح على ظهر الارض فقالوا لعل عدوا نبشه فدفناه ثم امرنا غلماننا يحرسونه فاصبح على ظهر الارض فقلنا لعل الغلمان نبشوه فدفناه ثم حرسناه بانفسنا فاصبح على ظهر الارض' فالقيناه فى بعض تلك الشعاب' وفى رواية فنبذته الارض فاخبر النبى صلى الله عليه وسلم قال ان الارض لتقبل من هو اشر منه ولكن الله احب ان يريكم تعظيم حرمة لا اله الا الله"

(سنن ابن ماجہ ص۲۸۱' دلائل النبوۃ بیہقی ص۳۸ جلد۷)

ترجمہ :"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا ایک لشکر کافروں سے جہاد کے لئے بھیجا' (اس کے بعد ایک شخص کے قتل کا واقعہ ذکر کیا) پھر وہ قاتل چند ہی دنوں کے بعد مرگیا' ہم نے اس کو دفن کیا تو صبح کو کھلی زمین پر پڑا تھا' ہم نے سوچا شاید کسی دشمن نے اس کو اکھاڑ

پھینکا ہے‘ ہم نے دوبارہ دفن کردیا اور اس پر اپنے غلاموں کا پہرہ لگادیا‘ اگلے دن پھر زمین کی سطح پر پڑا تھا‘ ہم نے سوچا شاید غلام سوگئے ہوں گے‘ ہم نے تیسری بار دفن کیا اور خود پہرہ دیا لیکن اگلے دن پھر زمین پر پڑا تھا‘ بالآخر ہم نے اسے ایک غار میں ڈال دیا"۔

"اور ایک روایت میں ہے کہ زمین نے اسے باہر پھینک دیا‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی تو فرمایا زمین تو اس سے بھی برے لوگوں کو قبول کرلیتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ تمہیں یہ دکھائیں کہ لا الہ الا اللہ کی حرمت کس قدر بڑی ہے۔"

۵:------ "عن الحسن البصری ان محلمًا لما جلس بین یدیه علیه الصلوۃ والسلام قال له آمنته ثم قتلته؟ ثم دعا علیه‘ قال الحسن فو اللّٰه ما مکث محلمًا الا سبعًا حتٰی مات فلفظته الا رض ثم دفنوه فلفظته الا رض ثم دفنوه فلفظته الا رض‘ فرضموا علیه من الحجا رۃ حتٰی وا روه فبلغ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال : ان الا رض لتطا بق علی من هو شر منه ولکن اللّٰه ارا د ان یعظکم فی حرم ما بینکم لما ارا کم منه"۔

(البدایہ والنہایہ ص۲۲۵ ج۴‘ مجمع الزوائد ص۲۹۴ ج۷)

ترجمہ :"حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ محلم (ایک مسلمان

کو قتل کرکے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو نے اسے امن دینے کے بعد قتل کردیا؟ پھر اس کے حق میں بد دعا فرمائی' حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ محلم اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد مرگیا تو زمین نے اس کو اگل دیا' لوگوں نے اسے پھر دفن کیا تو زمین نے اسے پھر اگل دیا' بالآخر لوگوں نے اس کے گرد پتھر جمع کرکے اسے چھپادیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ زمین تو اس سے بھی برے لوگوں کو چھپالیتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ منظر تم کو دکھا کر یہ چاہا کہ تمہاری آپس کی حرمتوں کے بارے میں تم کو نصیحت وعبرت دلائیں۔"

" عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال بینما اسیر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی یا عبد اللہ اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعایة العرب وخرج رجل فی ذلک الحفیر فی یده سوط فنادانی لا تسقه فانه کافر ثم ضربه بالسوط حتٰی عاد الی حفرته فاتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم مسرعًا فاخبرته فقال لی او قد رایته قلت نعم قال ذاک عدو اللہ ابو جهل بن هشام وذاک عذابه الی یوم القیامة"

(قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عبد اللہ بن محمد المغیرۃ وھو ضعیف' مجمع الزوائد ص۵۷ ج۳)

ترجمہ :"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ میں بدر کے قریب سے گزر رہا تھا اتنے میں ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا جس کے گلے میں زنجیر تھی' اس نے مجھے پکار کر کہا "اے عبد اللہ! مجھے پانی پلاؤ" مجھے معلوم نہیں کہ آیا اسے میرا نام معلوم تھا' یا عرب کے دستور کے مطابق اس نے "عبد اللہ" (اللہ کا بندہ) کہہ کر پکارا' اس گڑھے سے ایک اور آدمی نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا' اس نے مجھے پکار کر کہا کہ "اس کو پانی نہ پلانا یہ کافر ہے"۔ پس اس نے پہلے شخص کو کوڑا مارا اور مار مار کر گڑھے کی طرف واپس لے گیا' میں جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا قصہ عرض کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے واقعی اس کو دیکھا ہے؟ عرض کیا' جی ہاں! فرمایا "یہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا' اور قیامت تک اس کی یہی سزا ہے۔ "نعوذ باللہ من ذلک۔

۷:----- "وقال) ابن ابی الدنیا حدثنی ابی' حدثنا موسٰی بن داود' حدثنا حماد بن سلمۃ عن هشام بن عروۃ' عن ابیه' قال بینما راکب یسیر بین مکة والمدینة اذ مر بمقبرۃ فاذا برجل قد خرج من قبر یلتهب نارا مصفدا فی الحدید فقال : یا عبد اللّٰه انضح' یا عبد اللّٰه انضح' قال وخرج آخر یتلوه فقال : یا عبد

الله لا تنضح' یا عبد الله لا تنضح' قال وغشی علی الراکب' وعدلت به راحلته الی العرج' قال واصبح قد ابیض شعره' فاخبر عثمان بذلک' فنهی ان یسافر الرجل وحده"۔

(کتاب الروح ص ۹۴)

ترجمہ :"ابن ابی الدنیاؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے' وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حماد بن سلمہ نے' وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن عروہ سے' وہ اپنے والد سے دریں اثنا کہ ایک سوار مکہ ومدینہ کے درمیان جارہا تھا' کہ ایک قبرستان سے گزرا' اچانک ایک شخص قبر سے نمودار ہوا جو آگ سے بھڑک رہا تھا' اور لوہے کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا' اس نے کہا اے بندہ خدا! مجھے پانی دے دو' اے بندہ خدا! مجھے پانی دے دو' اور ایک اور شخص اس کے پیچھے سے نکلا' اس نے پکار کر کہا اے بندہ خدا! اسے پانی نہ دینا' اے بندہ خدا! اسے پانی نہ دینا' اس منظر سے سوار پر غشی طاری ہوگئی اور اس کی سواری اس کو موضع "عرج" لے گئی' اور اس صدمہ سے اس شخص کے بال سفید ہوگئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع کی گئی تو آپؓ نے آدمی کے تنہا سفر کرنے سے منع فرمادیا۔"

۸:——— "وقد ذکر ابن ابی الدنیا فی "کتاب القبور" عن الشعبی انه ذکر رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم مررت ببدر فرایت رجلا یخرج من الارض فیضربه رجل بمقمعة حتی

یغیب فی الارض، ثم یخرج فیفعل به ذلک، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذلک ابو جهل بن ھشام یعذب الی یوم القیامة"

(کتاب الروح ص ۹۳)

ترجمہ :"ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب القبور میں امام شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میں بدر سے گزر رہا تھا، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ زمین سے نکلتا ہے تو دوسرا آدمی اس کو ہتھوڑے سے مارتا ہے، یہاں تک کہ وہ زمین میں غائب ہوجاتا ہے، وہ پھر نکلتا ہے تو دوسرا اس کے ساتھ یہی کرتا ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ابو جہل بن ہشام ہے اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا"

۹:— "(وذکر) من حدیث حماد بن سلمة" عن عمرو بن دینار، عن سالم بن عبد اللّٰه، عن ابیه، قال بینا انا اسیر بین مکة والمدینة علی راحلة وانا محقب اداوة اذ مررت بمقبرة فاذا رجل خارج من قبره یلتھب نارا وفی عنقه سلسلة یجرھا فقال : یا عبد اللّٰه انضح، یا عبد اللّٰه انضح، فو اللّٰه ما ادری اعرفنی باسمی ام کما تدعو الناس؟ قال فخرج آخر فقال : یا عبد اللّٰه لا تنضح، یا عبد اللّٰه لا تنضح، ثم

اجتذب السلسلة فاعاده فی قبره۔"

(کتاب الروح ص ۹۴)

ترجمہ :" اور ابن ابی الدنیا نے حماد بن سلمہ کی روایت سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دریں اثنا کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان اونٹنی پر سوار ہو کر جارہا تھا' میری سواری پر پانی کا مشکیزہ بھی تھا' ایک قبرستان سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنی قبر سے نکل رہا ہے' جس پر آگ بھڑک رہی ہے اور اس کی گردن میں زنجیر ہے' جس کو وہ گھسیٹ رہا ہے' اس نے مجھے پکار کر کہا کہ "اے عبد اللہ! پانی دو' اے عبد اللہ! پانی دو" پس اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ وہ میرے نام کو جانتا تھا یا جس طرح لوگ کسی کو بندہ خدا کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح اس نے مجھے بھی پکارا' پھر اس کے پیچھے ایک اور شخص نکلا' اس نے مجھے پکار کر کہا کہ اے عبد اللہ! اس کو پانی نہ دینا' اے عبد اللہ! اس کو پانی نہ دینا' پھر وہ پہلے شخص کی زنجیر کھینچ کر اسے دوبارہ قبر میں لے گیا۔"

حافظ ابن قیمؒ نے "کتاب الروح" میں اس نوعیت کے مزید اٹھارہ واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :

"وھذہ الاخبار واضعافھا واضعاف اضعافھا مما لا یتسع لھا الکتاب مما اراہ اللہ سبحانہ لبعض عبادہ من عذاب القبر ونعیمہ

عیاناً۔ واما رؤیۃ المنام فلو ذکرناھا۔ لجاءت
عدۃ اسفار۔"
(کتاب الروح ص۹۹)

ترجمہ :"یہ واقعات اور اس سے دوگنے چوگنے واقعات' جو اس کتاب میں نہیں سما سکتے' ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو قبر کے عذاب وثواب کا مشاہدہ کرادیا' جہاں تک خواب کے واقعات کا تعلق ہے' اگر ہم انہیں ذکر کرنے بیٹھیں تو ان کے لئے کئی دفتر چاہئیں۔"

قبر میں پیش آنے والے حالات وواقعات

احادیث شریفہ میں ان حالات وواقعات کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جو میت کو قبر میں پیش آتے ہیں' ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات اسی قبر میں پیش آتے ہیں' اور یہ کہ ان حالات کا تعلق میت کے جسم سے بھی ہے' یہاں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں' ان کے بعد قبر میں پیش آنے والے حالات کا ایک خاکہ پیش کیا جائے گا۔

۱:——— "عن انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : ان العبد اذا وضع فی قبرہ' وتولی عنہ اصحابہ' انہ لیسمع قرع نعالھم' اذا انصرفوا' اتاہ ملکان' فیقعدانہ' فیقولان لہ : ما کنت تقول فی ھذا الرجل' لمحمد؟ فاما المومن 'فیقول اشھد انہ

عبد الله ورسوله' فیقال له : انظر الی مقعدک من النار' ابد لک الله به مقعداً من الجنة' قال النبی صلی الله علیه وسلم : فیراهما جمیعا' قال قتادة : وذکر لنا انه یفسح له فی قبره- ثم رجع الی حدیث انس' قال واما المنافق' او الکافر- وفی روایة واما الکافر والمنافق' فیقول لا ادری' کنت اقول ما یقول الناس' فیقال لا دریت' ولا تلیت' ثم یضرب بمطرقة من حدید ضربة بین اذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین"۔

(صحیح بخاری ص۱۷۸' ۱۸۳ ج۱ واللفظ لہ' صحیح مسلم ص۳۸۶ ج۲۔ ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲' نسائی ص۲۸۸ ج۱' شرح السنہ ص۴۱۵ ج۵)

ترجمہ :" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے اس کے دفن سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے' تب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس اگر مردہ مومن ہو تو کہتا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے دوزخ کے ٹھکانے کی طرف

دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلے میں جنت کا ٹھکانہ عطا فرمایا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "پس وہ جنت اور دوزخ دونوں میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھتا ہے"۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ پھر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

لیکن کافر اور منافق' وہ فرشتوں کے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا (کہ یہ کون ہیں) میں تو ان کے بارے میں وہی بات کہتا تھا جو دوسرے (کافر) لوگ کہتے تھے' پس اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے خود جانا اور نہ کسی جاننے والے کے پیچھے چلا' پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے' جس سے وہ ایسا چلاتا ہے کہ جنّ وانس کے علاوہ قریب کی ساری مخلوق سنتی ہے۔"

۲:—— "عن سمرة بن جندب رضی اللّٰہ عنه انه قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا صلی صلوٰة اقبل علینا بوجهه فقال من رای منکم اللیلة رویا؟ قال فان رای احد قصها فیقول ما شاء اللّٰہ' فسالنا یوما فقال هل رای منکم احد رویا؟ قلنا لا' قال لکنی رایت اللیلة رجلین اتیانی فاخذا بیدی واخرجانی الی ارض مقدسة' فاذا رجل جالس ورجل قائم بیده... کلوب من حدید' یدخله فی شدقه فشقه حتّٰی یبلغ قفاه' ثم یفعل بشدقه الآخر مثل ذلک

ویلتئم شدقه هذا' فیعود فیصنع مثله' قلت ما
هذا؟ قالا : انطلق فانطلقنا حتی اتینا علی
رجل مضطجع علی قفاه' ورجل قائم علی راسه
بفهر' او صخرة' فیشدخ بها راسه' فاذا ضربه
تدهده الحجر فانطلق الیه لیاخذه' فلا یرجع
الی هذا حتی یلتئم راسه وعاد راسه کما هو'
فعاد الیه فضربه' قلت ما هذا؟ قالا انطلق
فانطلقنا الی نقب مثل التنور' اعلاه ضیق
واسفله واسع تتوقد تحته نار' فاذا اقترب
ارتفعوا حتی یکادوا یخرجون' فاذا خمدت
رجعوا فیها' (وفیها) رجال ونساء عراة فقلت
: ما هذا؟ قالا انطلق فانطلقنا حتی اتینا
علی نهر من دم فیه رجل قائم' وعلی وسط
النهر.... رجل بین یدیه حجارة' فاقبل الرجل
الذی فی النهر' فاذا اراد ان یخرج رماه الرجل
بحجر فی فیه فرده حیث کان' فجعل کلما
جاء لیخرج رمی فی فیه بحجر فیرجع کما
کان' فقلت : ما هذا؟.... فقلت : قد طوفتمانی
اللیلة فاخبرانی عما رایت؟ قالا نعم' اما
الذی رایته یشق شدقه فکذاب یحدث بالکذبة
فتحمل عنه حتی تبلغ الافاق' فیصنع به

ماتریٰ الی یوم القیامۃ والذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار، یفعل بہ الی یوم القیامۃ والذی رایتہ فی النقب فھم الزناۃ، والذی رایتہ فی النہر اکل الربا۔" الحدیث

(صحیح بخاری ۱/۱۸۵۔ ۲/۱۰۴۳ واللفظ لہ، ترمذی ۲/۵۳)

یہی روایت حضرت ابو امامہ سے بھی مروی ہے، ملاحظہ ہو (موارد الظمآن ص ۴۴۵، مجمع ۱/۷۶، کنز ۱۴/۵۳۸،۵۳۷، مستدرک ۲/۲۱۰)

ترجمہ :"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یار واصحاب کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے رات کو کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا، اگر کوئی دیکھتا تو عرض کردیا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تعبیر ارشاد فرمایا کرتے تھے، عادت کے موافق ایک بار سب سے پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، سب نے عرض کیا کوئی نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک زمین مقدس کی طرف لے چلے، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے، اس بیٹھے ہوئے کے کلے کو اس سے چیر رہا ہے یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے، پھر دوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کررہا ہے اور پھر وہ کلا اس کا درست ہوجاتا ہے، پھر اس کے ساتھ ایسا ہی

کرتا ہے' میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ وہ دونوں شخص بولے آگے چلو' ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو کہ لیٹا ہوا ہے سر پر ایک شخص ہاتھ میں بڑا بھاری پتھر لئے کھڑا ہے' اس سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے' جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے' جب وہ اس کے اٹھانے کے لئے جاتا ہے تو اب تک لوٹ کر اس کے پاس نہیں آنے پاتا کہ اس کا سر پھر اچھا خاصا جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے' میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے آگے چلو' ہم آگے چلے' یہاں تک کہ ہم ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا' نیچے سے فراخ تھا اور اوپر سے تنگ' اس میں آگ جل رہی ہے اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورت بھرے ہوئے ہیں' جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اس کے ساتھ وہ سب اٹھ آتے ہیں یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں' میں نے پوچھا یہ کیا ہے وہ دونوں بولے آگے چلو' ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے' اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں' وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے' پھر جب کبھی وہ نکلنا چاہتا ہے تو اسی طرح وہ پتھر مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے' میں نے پوچھا یہ کیا

ہے؟..... میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا اب بتاؤ کہ یہ سب کیا اسرار تھے؟ انہوں نے کہا کہ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا کہ اس کے کلے چیرے جاتے تھے وہ شخص جھوٹا ہے کہ جھوٹی باتیں کہا کرتا تھا اور وہ باتیں تمام جہاں میں مشہور ہوجاتی تھیں' اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے' اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا' وہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم قرآن دیا' رات کو اس سے غافل ہو کر سورہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا' قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا' اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں اور جس کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے۔" الخ

(بہشتی زیور حصہ اول سچی کہانیاں حکایت نمبر۴)

۳:۔۔۔۔ "عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر ولما یلحد بعد' فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلسنا حولہ کانما علی رؤوسنا الطیر' وبیدہ عودینکت بہ فی الارض' فرفع راسہ فقال "تعوذوا باللہ من عذاب القبر' مرتین' او ثلاثا"۔

زاد فی روایۃ وقال" : ان المیت لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین' حین یقال لہ : یا

هذا، من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟"۔

وفی روایة "ویاتیه ملکان، فیجلسانه، فیقولان له، : من ربک؟ فیقول : ربی اللّٰه، فیقولان له : ما دینک؟ فیقول : دینی الاسلام، فیقولان له، ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول هو رسول اللّٰه، فیقولان له : وما یدریک؟ فیقول : قرات کتاب اللّٰه، وآمنت به، وصدقت"۔

زاد فی روایة "فذلک قوله (یثبت اللّٰه الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة) ثم اتفقا : فینادی مناد من السماء : ان صدق عبدی، فافرشوه من الجنة، والبسوه من الجنة، وافتحوا له بابا الی الجنة، فیاتیه من روحها وطیبها، ویفسح له فی قبره مد بصره، وان الکافر.... فذکر موته، قال : فتعاد روحه فی جسده، ویاتیه ملکان، فیجلسانه، فیقولان له، : من ربک؟ فیقول : هاه هاه، لا ادری، فیقولان : ما دینک؟ فیقول : هاه هاه، لا ادری، فیقولان له، : ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول : هاه هاه، لا ادری، فینادی مناد من السماء : ان کذب، فافرشوه من النار،

والبسوه من النار، وافتحوا له بابا الی النار، فیاتیه من حرها وسمومها، ویضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه"۔

زاد فی روایة ثم یقیض له اعمیٰ ابکم، معه مرزبة من حدید لو ضرب بها جبل لصار ترابا، فیضربه بها ضربة یسمعها من بین المشرق والمغرب الا الثقلین، فیصیر ترابا ثم تعاد فیه الروح۔"

(جامع الاصول ص۱۷۷ ج۱۱۔ ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲۔ عبد الرزاق ص۵۸۱ ج۳۔ مسند احمد ص۲۹۶ ج۴)

ترجمہ :"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کرید رہے تھے (جیسا کہ گہری سوچ میں آدمی ایسا کیا کرتا ہے) پھر سر مبارک اوپر اٹھاکر فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا کہ جب لوگ میت کو دفن کرکے لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا

رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آدمی کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی ہے' میں اس پر ایمان لایا' اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی' حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ"۔ (ابراھیم۔۲۷) (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔ میں جس تثبیت کا ذکر ہے اس سے مردے کا نکیرین کے سوال وجواب میں ثابت قدم رہنا مراد ہے۔

پھر ایک منادی آسمان سے آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لئے جنت سے فرش بچھاؤ' اس کو جنت کا لباس پہناؤ' اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو چنانچہ (اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پس) اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے' اور حد نظر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا ذکر کرنے کے بعد اس کی قبر کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی روح اس کے بدن میں لوٹادی جاتی ہے' اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں' وہ اس کو بٹھاتے ہیں' پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ' میں نہیں جانتا' وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا

ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ' ہاہ' میں نہیں جانتا' وہ کہتے ہیں کہ یہ کون آدمی تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ' میں نہیں جانتا' پس آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے' اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ' اس کو آگ کا لباس پہناؤ' اور اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو' چنانچہ دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے' پس اس کو دوزخ کی گرمی اور اس کی لو پہنچتی ہے' اور اس کی قبر تنگ ہوجاتی ہے یہاں تک کہ پسلیاں ایک دوسری میں نکل جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ)

پھر اس پر ایک اندھا بہرا فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے' اگر وہ گرز پہاڑ پر ماردیا جائے تو وہ مٹی ہوجائے' وہ کافر مردے کو اس گرز سے ایسی مار مارتا ہے جس کو جنوں اور انسانوں کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان کے سارے حیوان سنتے ہیں' وہ گرز لگنے سے مٹی ہوجاتا ہے پھر اس میں دوبارہ روح لوٹائی جاتی ہے۔"

۴:------ "عن ابی هريرة (رضی اللّٰه عنه) عن النبی صلی اللّٰه عليه وآله وسلم قال : ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولومدبرين' فان كان مومنا كانت الصلوة عند راسه' وكان الصوم عن يمينه' وكانت الزكوة عن يساره' وكان فعل الخيرات من الصدقة والصلوة والصلة والمعروف والاحسان الی الناس عند رجليه' فيوتی من

قبل راسه فتقول الصلوة ما قبلی مدخل' ویوتی
من عن یمینه فیقول الصوم ما قبلی مدخل'
ویوتی من عن یساره فتقول الزکوة ما قبلی
مدخل' ویوتی من قبل رجلیه فیقول فعل
الخیرات ما قبلی مدخل' فیقال له اقعد' فیقعد'
وتمثل له الشمس قد دنت للغروب فیقال له ما
نقول فی هذا الرجل الذی کان فیکم' وما
تشهد به' فیقول دعونی اصلی' فیقولون انک
ستفعل' ولکن اخبرنا عما نسالک عنه' قال
وعم تسالونی عنه' فیقولون اخبرنا عما نسالک
عنه' فیقول دعونی اصلی فیقولون انک ستفعل'
ولکن اخبرنا عما نسالک عنه' قال وعم
تسالونی فیقولون اخبرنا ما تقول فی هذا
الرجل الذی کان فیکم' وما تشهد به علیه'
فیقول محمداً (صلی الله علیه وسلم) اشهد انه
عبد الله' وانه جاء بالحق من عند الله' فیقال له
علی ذلک حییت' وعلی ذلک مت' وعلی ذلک
تبعث ان شاء الله' ثم یفتح له باب من قبل
النار' فیقال له انظر الی منزلک والی ما اعد
الله لک لو عصیت' فیزداد غبطة وسرورا' ثم
یفتح له باب من قبل الجنة' فیقال له انظر الی

منزلک والی ما اعد اللّٰہ لک' فیزداد غبطة
وسروراً' وذلک قول اللّٰہ تبارک وتعالٰی "یثبت
اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة
الدنیا وفی الآخرة ویضل اللّٰہ الظالمین ویفعل
اللّٰہ ما یشاء" قال وقال ابو الحکم عن ابی
هریرة فیقال له ارقد رقدة العروس الذی لا
یوقظه الا اعز اهله الیه او احب اهله الیه' ثم
رجع الی حدیث ابی سلمة عن ابی هریرة قال
وان کان کافرا اتی من قبل راسه' فلا یوجد
شیٔ ویوتی عن یمینه' فلا یوجد شیٔ' ثم یوتی
عن یساره' فلا یوجد شیٔ' ثم یوتی من قبل
رجلیه فلا یوجد شیٔ' فیقال له اقعد' فیقعد
خائفا مرعوبا' فیقال له ما تقول فی هذا
الرجل الذی کان فیکم' وماذا تشهد به علیه؟
فیقول ای رجل؟ فیقولون الرجل الذی کان
فیکم' قال فلا یهتدی له' قال فیقولون محمد'
فیقول سمعت الناس قالوا فقلت کما قالوا
فیقولون علی ذلک حییت' وعلی ذلک مت'
وعلی ذلک تبعث ان شاء اللّٰہ' ثم یفتح له باب
من قبل الجنة فیقال له انظر الٰی منزلک والٰی
ما اعد اللّٰہ لک لو کنت اطعته' فیزداد حسرة

وثبورا قال ثم يضيق عليه قبره حتى تختلف اضلاعه' قال وذلك قوله تبارك وتعالٰى وان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة اعمٰى"۔

(مستدرک حاکم ۱/۳۷۹' واللفظ لہ۔ ابن حبان ۶/۱۵۔ موارد الظمان ۱۹۷۔۱۹۸' ابن ماجہ ۳۱۵۔ ترمذی ۱/۱۲۷)

ترجمہ :"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ مردے کو دفنا کر واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے' پھر اگر مردہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے' روزہ دائیں طرف ہوتا ہے' زکوۃ بائیں جانب ہوتی ہے' اور دوسری نفلی عبادتیں مثلاً صدقہ' نفل نماز' صلہ رحمی' لوگوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنا اس کی پائنتی کی طرف ہوتے ہیں' اگر کوئی اس کے سر کی طرف آنا چاہے تو نماز کہتی ہے کہ ادھر سے راستہ نہیں' اور اگر دائیں جانب سے آنا چاہے تو روزہ کہتا ہے کہ ادھر سے کوئی راستہ نہیں اور اگر بائیں جانب سے آنا چاہے تو زکوٰۃ کہتی ہے ادھر سے کوئی راستہ نہیں' اور پاؤں کی طرف سے آنا چاہے تو نفلی عبادتیں کہتی ہیں کہ ادھر سے کوئی راستہ نہیں۔

پھر فرشتے (منکر نکیر) اس کو کہتے ہیں کہ اٹھ کر بیٹھ' وہ بیٹھ جاتا ہے تو اس کو ایسا لگتا ہے گویا سورج غروب ہونے کے قریب ہے' فرشتے اس سے کہتے ہیں تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں تھا' اور تو اس کے بارے میں کیا گواہی دیتا ہے؟ مردہ

کہتا ہے ٹھہرو! میں ذرا نماز پڑھ لوں' فرشتے کہتے ہیں کہ نماز خیر تم پڑھتے رہنا' ہم جو کچھ تجھ سے پوچھتے ہیں اس کا جواب دے' وہ کہتا ہے تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں یہی جو ہم نے سوال کیا ہے اس کا جواب دو' وہ کہتا ہے ذرا ٹھہرو! میں نماز پڑھ لوں' وہ کہتے ہیں یہ تو خیر تم کرتے رہوگے' ہم تجھ سے جو کچھ پوچھتے ہیں وہ ہمیں بتاؤ' وہ کہتا ہے "اور تم مجھ سے پوچھتے کیا ہو؟" وہ کہتے ہیں ہمیں یہ بتا کہ یہ شخص جو تم میں تھا اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ تمہاری مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے حق اور سچا دین لے کر آئے' پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی عقیدے پر جیا' اسی پر مرا' اور انشاء اللہ اسی پر اٹھایا جائے گا' پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول کر بتایا جاتا ہے کہ دیکھ! اگر تو نافرمان ہوتا تو دوزخ میں تیرا یہ ٹھکانا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے تیری سزا کے لئے یہ سامان تیار کر رکھا تھا' اس سے اس کی مسرت اور شادمانی میں اضافہ ہوجاتا ہے' پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول کر بتایا جاتا ہے کہ دیکھ اب جنت میں یہ تیرا گھر ہے' اور اللہ تعالیٰ نے تیری راحت کا یہ سامان تیار کر رکھا ہے' اور حق تعالیٰ شانہ کے مندرجہ ذیل ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ :

"یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ"۔

(ابراہیم۔ ۲۷)

ترجمہ :" اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ' جیسے دلہن سو جاتی ہے کہ اس کی محبوب ترین شخصیت کے سوا کوئی نہیں جگا سکتا۔

اگر مردہ کافر ہو تو اگر اس کے سر کی طرف سے آنا چاہیں تو کوئی روکنے والا نہیں' دائیں طرف سے آنا چاہیں تو وہاں بھی کوئی موجود نہیں' بائیں طرف سے آنا چاہیں تو ادھر بھی کوئی چیز موجود نہیں' اور اگر پائنتی کی طرف سے آنا چاہیں تو اس جانب بھی کوئی روکنے والی چیز موجود نہیں' چنانچہ فرشتے اس کو کہتے ہیں بیٹھ جا' وہ خوفزدہ اور مرعوب ہو کر بیٹھ جاتا ہے' فرشتے کہتے ہیں یہ شخص کون تھا' جو تم میں موجود تھا' اور تو اس کے بارے میں کیا گواہی دیتا ہے' وہ کہتا ہے کون سا آدمی؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہی شخص جو تم میں تھا؟ لیکن وہ نہیں سمجھتا کہ کس آدمی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں' پھر فرشتے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لے کر) کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟) وہ کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کی (کہ نعوذ باللہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہیں) فرشتے کہتے ہیں کہ تو اسی عقیدے پر جیا' اسی پر مرا' اور انشاء اللہ اسی پر اٹھایا جائے گا' پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول کر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ! اگر تو فرمانبردار ہوتا تو تیری یہ

جگہ تھی' اور اللہ تعالیٰ نے تیری راحت کا یہ یہ سامان تیار کر رکھا تھا' پس اس کی حسرت وہلاکت میں اضافہ ہو جاتا ہے' پھر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے' یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں سے نکل جاتی ہیں' اور یہی مطلب ہے حق تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد کا:

"وان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة اعمیٰ۔"

(طٰہٰ۔ ۱۲۴)

ترجمہ:"اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کرکے (قبر) سے اٹھائیں گے۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

۵:—— "عن ابی سعید قال دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم مصلاه فرای ناسا کانهم یکتشرون قال اما انکم لو اکثرتم ذکرهاذم اللذات لشغلکم عما اری فاکثروا من ذکرهاذم اللذات الموت فانه لم یات علی القبر یوم الا تکلم فیه فیقول انا بیت الغربة انا بیت الوحدة وانا بیت التراب وانا بیت الدود فاذا دفن العبد المومن قال له القبر مرحبا واهلا اما ان کنت لاحب من یمشی علی ظهری الی فاذولیتک الیوم وصرت الی فستری صنیعی بک قال

فیتسع له مد بصره، ویفتح له باب الی الجنة واذا دفن العبد الفاجر او الکافر قال له القبر لا مرحبا ولا اهلا، اما ان کنت لا بغض من یمشی علی ظهری الی فاذ ولیتک الیوم وصرت الی فستری صنیعی بک، قال فیلتئم علیه حتی تلتقی علیه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض قال ویقیض الله له سبعین تنینا لوان واحدا منها نفخ فی الارض ما انبتت شیئا ما بقیت الدنیا فینهشنه ویخدشنه حتی یفضی به الحساب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار۔ قال ابو عیسی، هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه"۔

(جامع ترمذی ص۶۹ ج۲)

ترجمہ :" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلیٰ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں، یہ دیکھ کر فرمایا کہ سنو! اگر تم لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرتے تو وہ تم کو اس حالت سے مشغول کردیتی جو میں دیکھ رہا ہوں، پس لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، کیونکہ قبر پر کوئی

دن نہیں گزرتا ہے جس میں یہ بات نہ کہتی ہو کہ میں بے وطنی کا گھر ہوں' میں تنہائی کا گھر ہوں' میں مٹی کا گھر ہوں' میں کیڑوں کا گھر ہوں' پھر جب بندہ مومن اس میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کے بعد کہتی ہے کہ میری پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا' آج جب کہ تو میرے سپرد کیا گیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا اچھا برتاؤ کرتی ہوں' چنانچہ وہ اس کیلئے حدِ نظر تک کشادہ ہو جاتی ہے' اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب بدکار یا (فرمایا کہ) کافر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے' میری پشت پر جتنے لوگ چلتے پھرتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا' آج جب کہ تو میرے حوالے کیا گیا ہے' اور میرے پاس پہنچا ہے تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا برا سلوک کرتی ہوں' پس قبر اس پر مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اس قدر بھینچ دیتی ہے کہ ادھر کی ہڈیاں ادھر نکل جاتی ہیں' (اس کو سمجھانے کے لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈالیں' فرمایا اور اس پر ستر زہریلے سانپ مسلط کر دیئے جاتے ہیں' (یہ سانپ اس قدر زہریلے ہیں کہ) اگر ان میں سے ایک زمین پر پھونک مارے تو رہتی دنیا تک زمین پر کوئی سبزہ نہ اگے' پس وہ سانپ اسے ہمیشہ نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔"

مندرجہ بالا چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی ہیں، ان میں جو مضامین ذکر فرمائے گئے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

اول : میت کا دفن کرنے والے کے جوتوں کی آہٹ سننا

یہ مضمون درج ذیل احادیث میں آیا ہے :

۱:۔۔۔۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں :

"قال العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب اصحابه حتی انه لیسمع قرع نعالهم"۔

(بخاری ۱/۱۷۸۔ ۱۸۳، مسلم ۲/۳۸۶، ابو داؤد ۲/۶۵۴، نسائی ۱/۲۸۸، شرح السنہ ۵/۴۱۵، ابن حبان ص۳۹ ج۶)

ترجمہ :"مردہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۲:۔۔۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"قال فیجلس قال ابو هريرة فانه يسمع قرع نعالهم"۔ (عبد الرزاق ۳/۵۶۷)

ترجمہ :"اسے بٹھایا جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ

(دفن کر کے لوٹنے والوں کے) قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۳:-----مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں :

"قال ان المیت لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین"۔

(مسند احمد ص۴۴۵ ج۲' حاکم ا/۳۷۹۔ ۳۸۰' وقال صحیح علی شرط مسلم واقرہ الذہبی' ابن حبان ۶/۴۵۔ ۴۸' موارد الظمان ۱۹۶۔۱۹۷' مجمع ص ۵۴ ج ۳' اتحاف ج۱۰ ص۴۱۹)

ترجمہ :"جب لوگ مردہ کو دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المیت یسمع حس النعال اذا ولو عنہ مدبرین"۔

(شرح السنہ ۵/۴۱۳)

ترجمہ :"بے شک میت جوتوں کی آہستہ سی آہٹ کو بھی سنتا ہے جب لوگ اسے دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں۔"

۴:---- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فانہ یسمع خفق نعال اصحابہ اذا ولوعنہ"۔

(عبد الرزاق ص۵۸۱ ج۳' احمد ص۲۹۶ ج۴' ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲)

ترجمہ :"اور بے شک وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے' جب

لوگ اسے دفن کرکے واپس لوٹتے ہیں۔"

۵ :۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا دفن المیت سمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرین"۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات مجمع الزوائد ص۵۴ ج۳، کنز العمال ص۴۰۰ ج۱۵، اتحاف ص۴۲۶ ج۱۰، در منثور ص۸۲ ج۴)

ترجمہ :"میت کو جب دفن کرکے لوٹتے ہیں تو وہ (میت) ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۶ :۔۔۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"حتی یسمع صاحبکم خبط نعالکم"۔

(مصنف عبد الرزاق ص۵۸۳ ج۳)

ترجمہ :"یہاں تک کہ تمہارا ساتھی (میت) تمہارے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۷ :۔۔۔عبد اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"قال ان المیت یقعد وھو یسمع خطو مشیعیه"۔ (اتحاف السادۃ ص۳۹۷ ج۱۰)

ترجمہ :"میت کو بٹھایا جاتا ہے اور وہ اپنے رخصت کرنے والوں کے قدموں کی چاپ کو سنتا ہے۔"

منکر نکیر کا آنا

یہ مضمون متواتر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو

دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں' اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال وجواب کرتے ہیں۔ ان کے سوال وجواب کو "فتنہ القبر" (قبر میں مردے کا امتحان) فرمایا گیا ہے' حافظ سیوطیؒ شرح صدور میں اور علامہ زبیدی شرح احیاء میں لکھتے ہیں :

"جاننا چاہئے کہ "فتنہ قبر" دو فرشتوں کے سوالوں کا نام ہے' اور اس بارے میں مندرجہ ذیل صحابہؓ سے متواتر احادیث مروی ہیں' ابو ہریرہ' براء' تمیم داری' عمر بن خطاب' انس' بشیر بن اکال' ثوبان' جابر بن عبد اللہ' حذیفہ' عبادہ بن صامت' ابن عباس' ابن عمر' ابن عمرو' ابن مسعود' عثمان بن عفان' عمرو بن عاص' معاذ بن جبل' ابو امامہ' ابو الدردا' ابو رافع' ابو سعید خدری' ابو قتادہ' ابو موسیٰ' اسماء' عائشہ' (رضی اللہ عنہم)"۔

(شرح الصدور ص۴۹' اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۳ ج۱۰)

اس کے بعد ان دونوں حضرات نے ان تمام روایات کی تخریج کی ہے' یہاں پہلے ان احادیث کے ماخذ کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن کو ان دونوں حضرات نے ذکر فرمایا ہے' اس کے بعد مزید احادیث کا اضافہ کروں گا' اور جن ماخذ تک ہماری رسائی نہیں وہاں شرح صدور اور شرح احیا کے حوالہ سے ماخذ ذکر کئے جائیں گے۔

۱:۔۔۔۔۔حدیث انس رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

"اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ"۔

(بخاری ص۱۷۸ ج۱' ص۱۸۳' ج۱' صحیح مسلم' ص۳۸۶ ج۲' ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲' نسائی ص۲۸۸ ج۱)

ترجمہ :"اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلاتے ہیں....

۲۔ :۔۔۔۔۔۔حدیث عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک"۔

(بخاری ص ۱۸۴ ج ۱، ترمذی ص ۱۲۷ ج ۱، نسائی ص ۲۹۲ ج ۱، ابن ماجہ ص ۳۱۵)

ترجمہ:......"جب آدمی مرجاتا ہے (تو قبر میں سوال و جواب کے بعد) اس کے سامنے اس کا اصل ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہو تو جنت میں اس کا ٹھکانہ اسے پیش کیا جاتا ہے اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، پھر اس کو بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔"

اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین میں دیلمی کی مسند الفردوس سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :

"الظوا السنتکم قول لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ وان اللہ ربنا والاسلام دیننا ومحمدا نبینا فانکم تسئلون عنہا فی قبورکم"۔

(اتحاف السادۃ المتقین ص ۴۲۶ ج ۱۰)

ترجمہ :"اپنی زبانوں کو کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا عادی بناؤ" اور یہ بات بہ کثرت کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے' اسلام ہمارا دین ہے' اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں' کیونکہ تم سے

ان امور کے بارے میں قبروں میں سوال کیا جاتا ہے۔"

۳:—— حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :

"قال اذا اقعد المومن فی قبره اتی...."

(صحیح بخاری ص ۱۸۳ ج ۱، صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۲، نسائی ص ۲۹۰، ابو داؤد ص ۶۵۴ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۳)

ترجمہ :"فرمایا، جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتوں کی آمد ہوتی ہے۔"

۴:—— حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"یقال ما علمک بهذا الرجل فاما المومن او الموقن لا ادری ایهما قالت اسماء فیقول هو محمد رسول الله جانا بالبینات والهدی فاجبناه واتبعناه هو محمد ثلاثا"۔

(صحیح بخاری ص ۱۸، ج ۱، صحیح مسلم ۲۹۸ ج ۱ موطا ص ۱۷۶)

ترجمہ :"میت سے کہا جاتا ہے کہ تم اس شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو مومن جواب دیتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس واضح احکام اور ہدایت لے کر آئے، ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبول کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی، تین مرتبہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

۵:——حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا قبر المیت او قال احدکم اتاہ ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدھما المنکر والآخر النکیر"۔

(ترمذی ص۱۲۷ ج۱' ابن ماجہ ص۳۱۵' مستدرک ص۳۷۹ ج۱' ابن حبان ص۴۵ ج۶)

ترجمہ :"جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے' ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔"

۶ :۔۔۔۔حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :

"فاذا دفنتمونی فسنوا علی التراب سنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی"۔

(صحیح مسلم ص۷۶ ج۱' سنن کبریٰ ص۵۶ ج۴)

ترجمہ :"جب مجھے دفن کرچکو تو مجھ پر مٹی ڈالنا' پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اونٹ کو ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے' تاکہ مجھے تمہاری موجودگی سے انس ہو' اور میں یہ دیکھوں کہ اپنے رب کے فرستادوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔"

۷ :۔۔۔۔ حدیث عثمان رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں :

"فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا له

بالتثبیت فانه الآن یسال"۔

(ابوداؤد ص۴۵۹ ج۲' مستدرک حاکم ص۳۷۰ ج۱' مشکوٰۃ ص۲۶' کنز العمال ص۱۵۸ ج۷' سنن کبریٰ ص۵۶ ج۴)

ترجمہ :"فرمایا' اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو' کیونکہ اب اس سے سوال وجواب ہو رہا ہے"۔

۸ :------حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :

"فاذا ادخل المومن قبره وتولی عنه اصحابه جاء ملک شدید الانتهار فیقول ما کنت تقول فی هذا الرجل"۔ الخ

(مجمع ص۴۸ ج۳' مسند احمد ص۳۴۶ ج۳' مصنف عبد الرزاق ص۵۸۵ ج۳' للاحسان بترتیب ابن حبان ص۴۷ ج۶)

ترجمہ :"جب مومن کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے لوٹتے ہیں تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے نہایت جھڑکنے والا' وہ کہتا ہے کہ تو اس شخص کے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) بارے میں کیا کہتا ہے؟"۔

۹ :------حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں :

"فاما فتنة القبر فبی تفتنون وعنی تسالون فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبره غیر فزع ولا مشعوف ثم یقال له فیم کنت فیقول

فی الا سلا م"۔

(مسند احمد ص ۱۴۰ ج ۶، مجمع ص ۴۸،۴۹ ج ۳)

ترجمہ :"رہی قبر کی آزمائش! سو تم سے میرے بارے میں امتحان لیا جاتا ہے اور میرے بارے میں تم سے سوال کیا جاتا ہے، پس جب مردہ نیک آدمی ہو تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، درآنحالیکہ نہ وہ گھبرایا ہوا ہوتا ہے اور نہ حواس باختہ ہوتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے، اسلام میں!"

۱۰:۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا ادخل الرجل قبره فان كان من اهل السعادة ثبته الله بالقول الثابت فيسال ما انت؟ فيقول انا عبد الله حيًا وميتًا"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۳، اتحاف السادة المتقین ص ۴۱۶ ج ۱۰، مجمع ص ۵۴ ج ۳)

ترجمہ :"جب آدمی کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اگر اہل سعادت میں سے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں، چنانچہ اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تم کون ہو؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا اور مرنے کے بعد بھی۔"

۱۱:۔۔۔۔۔حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ بھی یہی ہیں :

۱۲:۔۔۔۔۔حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"وذکر منکرا ونکیرا یخرجان فی افواھھما واعینھما النار ...فقالا من ربک؟"۔

(عبد الرزاق ص۵۹۰'۵۹۱ ج ۳)

ترجمہ :" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منکر نکیر کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے منہ سے اور آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں اور وہ کہتے ہیں "تیرا رب کون ہے۔"

۱۳:-----حدیث ابو رافع رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :

"فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا ' ولکنی افففت من صاحب ھذا القبر الذی سئل عنی فشک فی"۔

(مجمع ص ۵۳ ج ۳' کنز العمال ص۶۴۱ ج ۱۵' اتحاف ص۴۱۸ ج ۱)

ترجمہ :"پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں! (میں نے تم پر اف نہیں کی) بلکہ اس قبر والے پر اف کی ہے جس سے میرے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے میرے بارے میں شک کا اظہار کیا۔"

۱۴:-----حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون قال ثم یجلس فیقال لہ من ربک فیقول اللّٰہ"۔

(مجمع ص ۵۴ ج ۳' اتحاف ص۴۲۶ ج ۱۰)

ترجمہ :"میت کو دفن کرنے والے جب واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ فرمایا' پھر اس کو بٹھلایا جاتا ہے' پس اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔"

۱۵:------حدیث ابو درداؓ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :

"فجاءک ملکان ازرقان جعدان یقال لھما : منکر ونکیر فقالا : من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟..... الخ"۔

(اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۷ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۵)

ترجمہ :"پھر تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے جن کی آنکھیں نیلی اور بال مڑے ہوئے ہوں گے' ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے' وہ دونوں کہیں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟۔"

۱۶:------حضرت بشیر اکال المعوی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"انی مررت بقبر وھو یسال عنی فقال : لا ادری' فقلت : لا دریت"۔

(کنز العمال ص۶۴۲ ج۱۵' مجمع ص۴۸ ' شرح الصدور ص۵۰)

ترجمہ: بے شک میں ایک قبر کے پاس سے گزرا تھا' جس سے میرے بارے میں سوال کیا جارہا تھا' اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا' اس پر میں نے کہا کہ تم نے نہ تو خود جانا (نہ کسی جاننے والے

کی بات ملی۔"

۱۷:۔۔۔۔۔حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المومن اذا مات اجلس فی قبرہ فیقال لہ : من ربک فیقول : اللہ تعالٰی.... الحدیث"۔

(اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۸ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۵)

ترجمہ :"جب مومن مرجاتا ہے تو اسے اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے' پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالٰی۔"

۱۸:۔۔۔۔۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فاذا وضع فی قبرہ وسوی علیہ وتفرق عنہ اصحابہ' اتاہ منکر ونکیر' فیجلسانہ فی قبرہ"۔

(اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۷ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۴)

ترجمہ :"جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے' اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس کو دفن کرنے والے رخصت ہوجاتے ہیں تو اس کے پاس منکر اور نکیر آتے ہیں' پس اسے قبر میں بٹھاتے ہیں۔"

۱۹:۔۔۔۔۔حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں

"کیف انت فی اربع اذرع فی ذراعین؟ ورایت منکرا ونکیرا قلت یا رسول اللہ وما

منکر ونکیر! قال فتانا القبر"۔

(اتحاف السادۃ ص۴۱۴ ج۱۰' شرح الصدور ص ۵۴)

ترجمہ :"چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی جگہ (قبر) میں تیری کیا حالت ہوگی؟ جب تم منکر اور نکیر کو دیکھو گے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! منکر اور نکیر کون ہیں؟ فرمایا! قبر میں امتحان لینے والے فرشتے۔"

۲۰ : ———حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ثم سدوا علیک من اللبن واکثروا علیک من التراب' فجاءک ملکان ازرقان جعدان یقال لهما منکر ونکیر۔"

(کتاب الزہد ابن مبارک' بیہقی' ابن ابی شیبہ ص ۳۷۸۔۳۸۹ ج۳' اتحاف السادۃ ص۴۱۷ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۵)

ترجمہ :"تیری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہیں قبر میں رکھ کر تمہارے اوپر اینٹیں چن دیں گے اور ڈھیر ساری مٹی ڈال دیں گے' پھر تیرے پاس کیری آنکھوں اور ڈراونی شکل کے دو فرشتے آئیں گے جنہیں منکر ونکیر کہا جاتا ہے"۔

۲۱ : ———حضرت ابو امامہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فان منکرا ونکیرا یاخذ کل واحد منهما بید صاحبه ویقول انطلق بنا ....."

(مجمع ص۴۵ ج۳' کنز العمال ص۶۰۵ ج۱۵' شرح الصدور ص۴۴' اتحاف السادۃ ص۳۶۸ ج۱۰)

ترجمہ :"جب (مردہ سوالوں کے جواب صحیح دے دیتا ہے تو) منکر ونکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ بس اب یہاں سے چلیے"۔

۲۲ : ——— حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان الملک یمشی معہ الی القبر' فاذا سوی علیہ' سلک فیہ' فذلک حین یخاطبہ"

(شرح الصدور ص۴۰/۴۰' اتحاف السادۃ ص۴۲۲ ج۱۰)

ترجمہ :"بے شک فرشتہ جنازہ کے ہمراہ قبر کی طرف جاتا ہے' پس جب میت کو قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو وہ فرشتہ اس کی قبر میں چلا جاتا ہے اور اس سے مخاطب ہوتا ہے"۔

۲۳ : ——— حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ویبعث اللہ الیہ ملکین' ابصارھما کالبرق الخاطف واصواتھما کالرعد القاصف...."

(اتحاف السادۃ ص۲۶۸ ج۱۰)

ترجمہ(:"کافر) میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے (منکر ونکیر) بھیجتے ہیں جن کی آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح چمکتی ہوں گی اور آواز کڑکتی بجلی کی طرح ہوگی"۔

۲۴ : ——— حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کے علاوہ

اس مضمون پر حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کی مرسل بھی ہے۔

فتنہ القبر

قبر میں میت کے پاس منکر نکیر کا آنا اور سوال وجواب کرنا' اس کو حدیث شریف میں "فتنہ القبر" (یعنی قبر میں مردے کا امتحان) فرمایا گیا ہے' مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

۱ : ———— حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"انهم يعذبون عذابا تسمعه البهائم كلها فما رايته بعد فى صلوة الا تعوذ من عذاب القبر۔" (صحیح بخاری ص۱۸۳ ج۱' ص۹۴۲۔ج۲' نسائی ص۲۹۱ ج۱)

ترجمہ :" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے جس کو تمام چوپائے سنتے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں عذاب قبر سے پناہ ضرور مانگتے تھے۔"

صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"كان يدعو بهؤلاء الدعوات اللهم فانى اعوذ بك من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر۔"

(صحیح مسلم ص۲۴۷' ج۲' ترمذی ص۱۸۷ ج۲' ابن ماجہ ص۲۷۲' احمد ص۵۷ ج۶۔ ۲۰۷ ج۶' عبد الرزاق ص۲۰۸ ج۲' ص۵۸۹ ج۳' شرح السنہ ص۱۵۷ ج۵۔)

ترجمہ :" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے فتنہ اور عذاب سے' اور قبر کے فتنہ سے"۔

مسند حمیدی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"انکم تفتنون فی قبورکم"

(مسند حمیدی ص۹۴' مسند احمد ص۵۳ ج۶' ص۸۹ ج۶' ص۲۳۸ ج۶)

ترجمہ :"قبروں میں تمہارا امتحان (یعنی تم سے سوال وجواب) ہوتا ہے"

۲ : ______حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم انی اعوذ بک من العجز والکسل والجبن والهرم واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنة المحیا والممات"

(بخاری ص۹۴۲ ج۲' صحیح مسلم ص۳۴۷ ج۲' ترمذی ص۱۸۷ ج۲' نسائی ص ۳۱۳ ج۲' مسند احمد ص۱۷۹ ج۳' ص۲۰۵ ج۳' ص۲۳۶ ج۳' ص۲۶۴ ج۳' ابن ابی شیبہ ص۳۷۵ ج۳)

ترجمہ :" اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عجز وکسل سے' بزدلی اور انتہائی بڑھاپے سے' اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔"

مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"قال تعوذوا باللہ من عذاب القبر وعذاب

النار وفتنة الدجال قالوا وما ذاک یا رسول الله قال ان هذه الامة تبتلٰی فی قبورها۔"

(مسند احمد ص۲۳۳ ج۳)

ترجمہ :"فرمایا' اللہ کی پناہ مانگو عذاب قبر سے' اور دوزخ کے عذاب سے اور فتنۂ دجال سے' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! فتنہ قبر کیا چیز ہے؟ فرمایا' قبر میں اس امت کا امتحان کیا جاتا ہے۔"

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فان مات او قتل غفرت له ذنوبه کلها واجیر من عذاب القبر۔"

(مجمع ص۲۹ ج۵)

ترجمہ :"پس مرابط اگر مرجائے یا شہید ہوجائے تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے۔"

۳ : ـــــــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعو اللهم انی اعوذ بک من عذاب القبر ومن عذاب النار۔"

(صحیح بخاری ص۱۸۴ ج۱' نسائی ص۲۹۰ ج۱' ص۳۱۹ ج۲' حاکم ص۵۳۳ ج۱' کنز العمال ص۱۹۰ ج۲)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے' اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے اور دوزخ کے عذاب سے۔"

ترمذی شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"استعینوا باللہ من عذاب القبر۔"

(ترمذی ص۲۰۰ ج۲)

ترجمہ :"اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو عذاب قبر سے۔"

سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"من مات مرابطا فی سبیل اللہ اجری علیہ اجر عملہ الصالح الذی کان یعمل واجری علیہ رزقا وامن من الفتان۔"

(ابن ماجہ ص۱۹۸' کنز العمال ص۴۱۸ ج۴)

ترجمہ :"جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے مرجائے' اس کے وہ تمام اعمال صالحہ جاری رہتے ہیں جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری رکھا جاتا ہے' اور وہ قبر میں امتحان لینے والوں سے محفوظ رہتا ہے اس سے سوال وجواب نہیں ہوتا۔"

۴ : ______ حضرت اسما رضی اللہ عنہا کی حدیث (جو پہلے گزر چکی ہے) کے الفاظ یہ ہیں :

"قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فذکر فتنۃ القبر۔"

(صحیح بخاری ص۱۸۳ ج۱' نسائی ص۲۹۰ ج۱' مشکوۃ ص۲۶)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' اس میں فتنہ قبر کا ذکر فرمایا۔"

مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"انہ قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور۔"

(ص ۳۴۵ ج ۶)

ترجمہ :"مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم سے قبروں میں امتحان ہوتا ہے"۔

۵ : ـــــــــ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللھم انی اعوذ بک من البخل واعوذ بک من الجبن واعوذ بک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذ بک من عذاب القبر۔"

(صحیح بخاری ص ۹۴۲۔۹۴۳ ج ۲، ص ۹۴۵ ج ۲، نسائی ص ۳۱۳ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۳، ص ۱۸۸ ج ۱۰)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بخل سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نکمی عمر کی طرف اٹھایا جاؤں، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دنیا کے فتنہ سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔"

۶ : ـــــــــ حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتعوذ من عذاب القبر۔"

(صحیح بخاری ص۹۴۲ ج۲، ص۱۸۴ ج۱، ابن ابی شیبہ ص۱۹۳ ج۱۰، مسند احمد ص۳۶۵ ج۶، کنز العمال ص۶۳۸ ج۱۵)

ترجمہ :"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا"

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور۔"

(ابن ابی شیبہ ص۳۷۵ ج۳)

ترجمہ :"مجھے وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہارا امتحان ہوتا ہے۔"

کنز العمال بحوالہ طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"استجیروا باللہ من عذاب القبر۔"

(کنز العمال ص۶۳۸ ج۱۵)

ترجمہ :"عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو"۔

۷ : ـــــــ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فقال تعوذوا باللہ من عذاب القبر فقالوا نعوذ باللہ من عذاب القبر۔"

(صحیح مسلم ص۳۸۶ ج۲، شرح السنہ ص۱۴۲ ج۵، ابن ابی شیبہ ص۳۷۳ ج۳، ص۱۸۵ ج۱۰، کنز العمال ص۲۹۳ ج۲)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو عذاب قبر سے، پس صحابہ کرامؓ کہنے لگے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے"۔

۸ : ـــــــ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم انی اعوذ بک من عذاب جهنم ومن عذاب القبر۔"

(ترمذی ص۱۸۷ ج۲' نسائی ص۲۹۰ ج۱' ابن ماجہ ص۲۷۲' ۲۷۳' مسند احمد ص۳۰۵ ج۱' کنز العمال ص۲۶۳ ج۲)

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔"

۹:—— حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"رباط یوم ولیلة خیر من صیام شهر وقیامه وان مات جری علیه عمله الذی کان یعمله واجری علیه رزقه وامن من الفتان۔"

(صحیح مسلم ص۱۴۲ ج۲' سنن کبری بیہقی ص۳۸ ج۹' کنز الاعمال ص۲۹۴ ج۴' مسند احمد ص۴۴۰ ج۵' مشکوٰۃ ص۳۲۹' در منثور ص۳۶۸ ج۲)

ترجمہ: "ایک دن رات اسلامی سرحد کا پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے' اور اگر یہ شخص مرجائے تو جو عمل وہ کیا کرتا تھا وہ اس کے لئے برابر جاری رکھا جائے گا اور اس کا رزق بھی جاری رکھا جائے گا اور یہ شخص قبر کے امتحان سے مامون رہے گا۔"

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رباط یوم فی سبیل الله افضل' وربما قال: خیر من صیام شهر وقیامه ومن مات فیه وقی فتنة القبر ونمی له عمله الی یوم القیامة"۔

(ترمذی ص۲۰۰ ج۱' کنز العمال ص۳۲۶۔۳۲۷ ج۴' مجمع ص۲۹۰ ج۵)

ترجمہ :"ایک دن اللہ کے راستے میں پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے' اور جو شخص اس حالت میں مرجائے اسے قبر کے سوال وجواب سے بچالیا جائے گا اور اس کا عمل تا قیامت بڑھتا رہے گا۔"

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"من مات مرابطا اجیر من فتنة القبر"۔

(مستدرک حاکم ص ۸۰ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۳۷ ج ۵' اتحاف ص ۳۸۱ ج ۱۰)

ترجمہ :"جو خدا کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے مرے اسے فتنۂ قبر سے پناہ میں رکھا جائے گا۔"

۱۰:------حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"کان یقول اللهم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والبخل والهرم وعذاب القبر"۔

(صحیح مسلم ص ۳۵۰ ج ۲' نسائی ص ۳۱۳ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۳۷۴ ج ۳ و ص ۱۸۶ ج ۱۰)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے' اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عاجز ہونے سے' کسلمندی' بزدلی سے' بخل سے' انتہائی بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے۔"

ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"انه کان یتعوذ من الهرم وعذاب القبر"۔

(ترمذی ص ۱۹۷ ج ۲)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے انتہائی بڑھاپے

سے اور قبر کے عذاب سے۔"

۱۱:۔۔۔۔۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللھم انی اعوذبک من الھم والکسل وعذاب القبر"۔

(ترمذی ص۱۸۸ ج۲' نسائی ص۳۱۴ ج۲' مسند احمد ص۴۲ ج۵' حاکم ص۳۵' ۲۵۲ ج۱ قال صحیح علی شرط مسلم واقرہ الذہبی۔ ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۳) کنز العمال ص۱۸۱ ج۲))

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دنیوی افکار سے' کسلمندی سے اور عذاب قبر سے۔"

۱۲:۔۔۔۔۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من الجبن والبخل وارذل العمر وعذاب القبر وفتنۃ الصدر۔"

(نسائی ص۳۱۱ ج۲' مسند احمد ص ۲۲۔۵۴ ج۱' ابن ماجہ ص۲۷۳ مستدرک حاکم ص۵۳۰ ج۱ وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط الصحیحین واقرہ الذہبی' ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۲)

ترجمہ :"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے بزدلی سے' بخل سے' نکمی عمر' عذاب قبر سے اور سینے کے فتنے سے۔"

۱۳:۔۔۔۔۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"للشھید عند اللہ ست خصال یغفرلہ فی

اول دفعة ویری مقعده من الجنة ویجار من عذاب القبر"۔

(ترمذی ص۱۹۹ ج۱' ابن ماجہ ۲۰۱' مسند احمد ص۱۳۱ ج۴' مشکوۃ ص۳۳۳' کنز العمال ص۴۰۵ ج۴)

ترجمہ :"شہید کو چھ انعام ملتے ہیں' اول مرتبہ میں اس کی بخشش ہوجاتی ہے' جنت میں اس کو اس کا ٹھکانہ دکھلایا جاتا ہے اور اسے عذاب قبر سے بچلیا جاتا ہے۔"

۱۴:۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"لو سالت اللہ ان یعافیک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر لکان خیرا لکہ"

(صحیح مسلم ص۳۳۸ ج۲' جامع الاصول ص۳۲۸ ج۴' مسند احمد ص۴۳۳ ج۱' ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۳' شرح السنہ ص۱۴۳ ج۵)

ترجمہ :"اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتے کہ تمہیں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے عافیت میں رکھیں تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔"

ترمذی شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"واعوذ بک من عذاب النار وعذاب القبر۔"

(ترمذی ص۱۷۵ ج۲)

ترجمہ : اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔"

حاکم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"اللھم انی اعوذبک ......من فتنة الدجال وعذاب القبر۔"

(مستدرک حاکم ص ۵۳۴ ج ۱)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں.... دجال کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے۔"

۱۵:۔۔۔ فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"الذی مات مرابطا فی سبیل اللّٰہ فانه ینمی له عمله الی یوم القیامة ویامن فتنة القبر۔"

(ترمذی ص ۱۹۵ ج ۱' ابو داؤد ص ۳۳۸ ج ۱' مشکوۃ ص ۳۳۲' مستدرک حاکم ج:۲ ص:۷۹، مسند احمد ج:۶ ص:۲۰، موارد الظمان ص ۳۹۱' اتحاف ص ۳۸۱ ج ۱۰' در منثور ص ۱۱۴ ج ۲)

ترجمہ :"جو شخص راہ خدا میں پہرہ دیتے ہوئے مرجائے قیامت تک اس کا عمل بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے مامون رہتا ہے۔"

۱۶:۔۔۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے کے الفاظ یہ ہیں :

"قال ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک...الخ"

(ابو داؤد ص ۶۵۴ ج ۲' عبد الرزاق ص ۵۸۱ ج ۳' ابن ابی شیبہ ص ۳۷۴-۳۷۵ ج ۳' مسند احمد ص ۲۹۶ ج ۴)

ترجمہ :"اور میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ الخ۔"

۱۷:-----حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذبھن دبر الصلوۃ اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذبک من البخل واعوذبک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر۔"

(ترمذی ص۱۹۶ ج۲' نسائی ص۳۱۶۔۳۱۷ ج۲' ابن ماجہ ص۲۷۳)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان چیزوں سے پناہ مانگا کرتے' اور فرماتے اے اللہ! میں آپ سے بزدلی' بخل' ارذل عمر' دنیا کی آزمائش اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

۱۸:-----حضرت سلیمان بن صردؓ اور خالدؓ بن عرفطہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"من یقتلہ بطنہ لم یعذب فی قبرہ۔"

(ترمذی ص۱۲۶ ج۱' نسائی ص۲۸۸ ج۱' کنز العمال ص۴۲۴ ج۴' مسند احمد ص۲۶۲ ج۴۔ ص۲۹۲ ج۵' موارد الظمآن ص۱۸۶)

ترجمہ :"جو شخص پیٹ کے مرض میں فوت ہوا اسے عذاب قبر نہیں ہوگا۔"

۱۹:-----حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر

ووسوسة الصدر۔"

(ترمذی ص۱۹۰ ج۲' کنز العمال ص۱۸۱ ج۲ عن شعب الایمان بیہقی)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینے کے وساوس سے۔"

۲۰:۔۔۔۔۔حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم انی اعوذ بک من الکسل.... واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من النار۔"

(نسائی ص۳۲۹ ج۲' مسند احمد ص۱۸۵۔۱۸۶ ج۲)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سستی سے' قبر کے عذاب سے اور آگ سے۔"

۲۱:۔۔۔۔۔حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتعوذ من خمس' من البخل والجبن وسوء العمر وفتنة الصدر وعذاب القبر۔"

(نسائی ص۳۱۳ ج۲)

ترجمہ :" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے' بخل' بزدلی' بری عمر' سینے کے فتنہ اور عذاب قبر سے۔"

۲۲:۔۔۔۔ حضرت راشد بن سعد عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"قال یا رسول اللّٰہ ما بال المومنین

یفتنون فی قبورھم الا الشھید۔"

(نسائی ص۲۸۹ ج۱)

ترجمہ :"یا رسول اللہ! کیا شہید کے علاوہ تمام مومنوں کو قبر میں آزمایا جائے گا؟۔"

۲۳ : ______حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللھم انی اعوذ بک...... ومن فتنة المحیا والممات۔"

(نسائی ص۳۱۹ ج۲)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں زندگی اور مرنے کے بعد کے فتنہ سے۔"

۲۴ : ______حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اعوذ بک...... من عذاب القبر...... ومن فتنة الغنی ومن فتنة القبر۔"

(مستدرک حاکم ص۵۲۴ ج۱)

ترجمہ :"اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے' دولت کے فتنہ سے اور قبر کی آزمائش سے۔"

۲۵ : ______حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان ھذہ الامة تبتلی فی قبورھا ...."

(مسند احمد ص۳۴۶ ج۳' کنز العمال ص۶۳۶ ج۱۵' مجمع الزوائد ص۴۸ ج۳)

ترجمہ :"بے شک یہ امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے"۔

مصنف عبد الرزاق کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"فامر اصحابه ان يتعوذوا من عذاب القبر۔"

(مصنف عبد الرزاق ص۵۸۴ ج۳)

ترجمہ :"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرو"۔

۳۶ : ــــــــــ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو گزر چکی ہے' کے الفاظ یہ ہیں :

"ان هذه الامة تبتلى فى قبورها ۔"

(مسند احمد ص۳ ج۳' ابن ابی شیبہ ص۳۷۳ ج۳)

ترجمہ :"بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔"

مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"من توفى مرابطا وقى فتنة القبر۔"

(مجمع الزوائد ص۲۹۰ ج۵)

ترجمہ :"جو شخص اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا"۔

موارد الظمان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"لو لا ان تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم عذاب القبر الذى اسمع منه ان هذه الامة تبتلى

فی قبورھا۔"

(موارد الظمان ص۱۹۹' کنز العمال ص۶۴۴ ج۱۵)

ترجمہ :"اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑدو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذاب قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔"

اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین کے الفاظ یہ ہیں :

"من توفی مرابطا وقی فتنۃ القبر۔"

(اتحاف السادۃ المتقین ص۳۸۲ ج۱۰)

ترجمہ :"جو شخص اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔"

۲۷ : ــــــــ حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"استعیذوا باللہ من عذاب القبر قلت یا رسول اللہ وللقبر عذاب؟ قال انھم لیعذبون فی قبورھم عذابا تسمعہ البھائم"

(ابن ابی شیبہ ص۳۷۴-۳۷۵ ج۳' موارد الظمان ص۲۰۰' مجمع الزوائد ص۵۶ ج۳)

ترجمہ :"عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو' میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا قبر میں عذاب ہوگا؟ فرمایا ہاں! ان (کفار) کو قبر میں ایسا عذاب دیا جارہا ہے جسے تمام جانور سنتے ہیں۔"

۲۸ : ــــــــ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

" ویومن من فتان القبر۔"

(مسند احمد ص۱۵۰ ج۴' مجمع الزوائد ص۲۸۹ ج۵' اتحاف السادۃ ص۳۸۱ ج۱۰)

ترجمہ: "جو شخص اسلامی سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا"۔

۲۹ : ———— حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"الا ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقه فتنة القبر وعذاب النار۔"

(مسند احمد ص۴۹۱ ج۳)

ترجمہ :"اے اللہ! فلاں بن فلاں آپ کی امان اور آپ کے جوار میں آیا ہے اسے قبر کی آزمائش سے بچالیجئے۔"

۳۰ : ———— جارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم انی اعوذ بک من عذاب القبر وفتنة القبر۔"

(مسند احمد ص۲۷ ج۵)

ترجمہ :"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر اور فتنہ قبر سے۔"

۳۱ : ———— حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ویجار من عذاب القبر۔"

(مسند احمد ص۱۳۱ ج۴' مجمع ص۲۹۳ ج۵)

ترجمہ :"اور (شہید) عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔"

۳۲ : ______حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"کیف بک یا عمر! بفتانی القبر۔۵"

(مصنف عبد الرزاق ص۵۸۲ ج۳)

ترجمہ :"اے عمرؓ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب قبر میں تیرے پاس منکر ونکیر آئیں گے؟۔"

۳۳ : ______حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فقال او ما علمتم ما اصاب صاحب بنی اسرائیل؟ کان الرجل منهم اذا اصابه الشی من البول قرضه بالمقراض فنهاهم عن ذلک فعذب فی قبره"

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۵-۳۷۶ ج۳)

ترجمہ :"جانتے نہیں ہو کہ بنی اسرائیل کے اس آدمی کے ساتھ کیا ہوا؟ بنی اسرائیل میں سے کسی کو اگر پیشاب لگ جاتا تو اسے مقراض سے کاٹ لیتا مگر اس شخص نے ان کو اس سے روکا جس کی وجہ سے اسے عذاب قبر دیا گیا۔"

۳۴ : ______حضرت یعلی بن شبابہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان صاحب هذا القبر یعذب...."

(ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۳)

ترجمہ :"بے شک اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے۔"

۳۵ : ــــــــ حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللھم انی اعوذ بک من غلبة العدو ومن غلبة الدین وفتنة الدجال وعذاب القبر۔"

(ابن ابی شیبہ ص۱۹۵ ج۱۰)

ترجمہ :" اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دشمن کے غلبہ سے' قرض کے غلبہ سے' فتنہ دجال سے اور عذاب قبر سے"۔

۳۶ : ــــــــ حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ کے اثر کے الفاظ یہ ہیں :

"فان بھا عذابا من عذاب القبر۔"

(ابن ابی شیبہ ص۳۲۶ ج۵)

ترجمہ :"بے شک وہاں عذاب قبر کی طرح کا ایک عذاب ہے"۔

۳۷ : ــــــــ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من عذاب النار۔"

(کنز العمال ص۲۱۰ ج۲)

ترجمہ(:" اے اللہ!) میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔"

۳۸ : ــــــــ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"حادت عن رجل یضرب فی قبره من اجل

النمیمة" (کنز العمال ص۷۳۹ ج۱۵)

ترجمہ(:"میری خچر اس لئے) بدکی ہے کہ ایک شخص کو قبر میں چغل خوری کرنے کی وجہ سے مارا جارہا ہے"۔

۳۹ : ——— حضرت میمونہؓ مولاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"یا میمونة تعوذی با للہ من عذا ب القبر۔"

(کنز العمال ص۷۸' ج۱۵)

ترجمہ :"اے میمونہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو عذاب قبر سے۔"

۴۰ : ——— حضرت ابو الحجاج ثمالیؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"یقول القبر للمیت..... الم تعلم انی بیت الظلمة وبیت الفتنة.....۔"

(کنز العمال ص۶۴۴ ج۱۵' حلیتہ الاولیا ص۹۰ ج۶' اتحاف ص۳۰۱ ج۶)

ترجمہ :" قبر میت سے کہتی ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں اندھیرے اور آزمائش کا گھر ہوں۔"

۴۱ : ——— حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"من را بط فی سبیل اللہ آمنه اللہ من فتنة القبر۔"

(مجمع ۲۸۹ ج۵' کنز العمال ص۲۸۲ ج۴)

ترجمہ: جس شخص نے اسلامی سرحد پر پہرہ دیا اسے اللہ تعالیٰ فتنہ

قبر سے محفوظ فرمادیں گے"۔

۴۲ : ـــــــــ حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"رباط یوم ولیلة یعدل صیام شهر وقیامه.... ویوقی الفتان"۔

(کنز العمال ص۳۲۷ ج۴، مجمع الزوائد ص۲۹۰ ج۵)

ترجمہ :"ایک دن اللہ کے راستے میں پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے..... اور جو شخص اس حال میں مرجائے اسے قبر کے سوال وجواب سے بچالیا جائے گا"۔

۴۳ : ـــــــــ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"من مات مرابطا فی سبیل اللہ.... امن من الفتان ویبعثه اللہ تعالیٰ آمنًا من الفزع الاکبر"۔

(اتحاف ص۳۸۲ ج۱۰)

ترجمہ :" جو شخص اللہ کے راستہ میں پہرہ دے.... اللہ تعالیٰ اسے منکر ونکیر کے سوال وجواب سے محفوظ رکھے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے بھی وہ مامون رہے گا"۔

۴۴ : ـــــــــ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا وضع المیت فی قبره احتوشته اعماله الصالحة وجاء ملک العذاب، فیقول له بعض اعماله الیک عنه، فلو لم یکن الا انا لما

وصلت الیہ"۔

(حلیۃ الاولیا ص۱۸۹ ج۶)

ترجمہ :" جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ اسے گھیر لیتے ہیں اور جب فرشتہ عذاب آنے لگتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ میں سے ایک عمل کہتا ہے' اس سے دور رہئے' اگر میں اکیلا ہی ہوتا تب بھی آپ اس کے قریب نہیں آسکتے تھے"۔

۴۵ : ------حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم اغفر لابی سلمة وارفع درجته.... وافسح له فی قبره ونور له فیه"

(صحیح مسلم' جامع الاصول ص۸۴ ج۱۱' ابو داود ص۴۴۵ ج۲' مسند احمد ص۲۹۷ ج۶' بیہقی سنن کبریٰ ص۳۸۴ ج۳' شرح السنہ ص۳۰۰ ج۵' اتحاف ص۱۰۳ ص۵)

ترجمہ :" اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور اس کے درجات بلند فرما' اے اللہ! اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اس کو منور فرما"۔

۴۶ : -------حضرت عوف بن مالک کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اللهم اغفر له..... واعذه من عذاب القبر۔"

(صحیح مسلم ص۳۱۱ ج۱' نسائی ص۲۸۱ ج۱' مسند احمد ص۲۳ ج۶' ابن ابی شیبہ ص۲۹۱ ج۳' ص۴۰۹ ج۱۰)

ترجمہ :"اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور اسے عذاب قبر سے نجات عطا فرما"

منکر اور نکیر میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں

احادیث شریفہ میں جہاں میت کے پاس منکر نکیر کے آنے اور سوال وجواب کرنے کا ذکر آتا ہے وہاں یہ مضمون بھی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ نکیرین میت کو بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں اور وہ سوال وجواب کے لئے قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے' اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث کا حوالہ دینا کافی ہوگا :

ا : ـــــــ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

"اتاہ ملکان فاقعداہ"

(بخاری ص۱۷۸۔۱۸۳ ج۱' صحیح مسلم ص۳۸٦ ج۲' نسائی ص۲۸۸ ج۱' ابن حبان ص۴۹ ج٦' شرح السنہ ص۴۱۵ ج۵' کنز العمال ص۶۳۴ ج۱۵' مشکوۃ ص۲۴)

ترجمہ :"قبر میں میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلاتے ہیں۔"

۲ : ـــــــ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

"اذا اقعد المومن فی قبرہ"

(صحیح بخاری ص۱۸۳ ج۱' ابو داؤد ص۶۵۴ ج۲' مجمع ص۵۰ ج۳' ابن ابی شیبہ ص۳۸۱ ج۳' مشکوۃ ص۲۵)

ترجمہ :"مومن کو جب قبر میں بٹھایا جاتا ہے......"۔

مسند احمد میں ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"فیاتیہ ملکان فیجلسانہ...."

(مسند احمد ص۲۸۷ ج۴' کنز العمال ص۶۲۷ ج۱۵)

ترجمہ :"پس اس میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلاتے ہیں۔"

۳ : ______حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المیت یصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح۔ فی قبره غیر فزع ولا مشغوف.... الی قوله.... ویجلس الرجل السوء فی قبره فزعًا مشغوفًا۔"

(ابن ماجہ ۳۱۵۔ ابن حبان ص۴۵ ج۶' موارد الظمآن ص۱۹۸' کنز العمال ص۶۳۰ ج۱۵' شرح الصدور ص۵۸' مشکوۃ ص۲۵)

ترجمہ :"بلاشبہ میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو نیک صالح آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے' اس وقت نہ وہ گھبرایا ہوا ہوتا ہے اور نہ پریشان.... اور برے آدمی کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا' اس وقت وہ نہایت گھبرایا ہوا پریشان ہوتا ہے۔"

مستدرک حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں :

"فیقال له اقعد فیقعد وتمثل له الشمس۔"

(ص ۳۷۹ ج۱)

ترجمہ :"میت کو کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جا' پس وہ (اٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج (غروب ہوتا ہوا) نظر آتا ہے"۔

مجمع الزوائد میں بروایت طبرانی ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"فیقال له اجلس فیجلس وقد مثلت له

الشمس للغروب۔"

(مجمع ص۵۱ ج۳ قال الہیثمی حسن)

ترجمہ :"پس اسے (میت سے) کہا جاتا ہے کہ اٹھ کر بیٹھ جا پس وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا ہوا نظر آتا ہے"۔

۴ : ——— حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

"فاذا الانسان دفن فتفرق عنه' اصحابه جاء ملك في يده مطراق فاقعده...."

(مسند احمد ص۳ ج۳' مجمع ص۴۷ ج۳' کنز العمال ص۶۳۷ ج۱۵' اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۷ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۵ وقال بسند صحیح)

ترجمہ :"پس جب کسی انسان کو دفن کرکے اسکے دفن کرنے والے وہاں سے منتشر ہوجاتے ہیں تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے پس وہ اس کو بٹھلاتا ہے۔"

۵ : ——— حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے :

"قال فينا ديه اجلس قال فيجلس فيقول له...."

(مسند احمد ص۳۵۲ ج۶' مجمع ص۵۱ ج۳' کنز العمال ص۶۳۵ ج۱۵' اتحاف السادۃ المتقین ص۴۱۸ ج۱۰)

ترجمہ :"فرمایا قبر میں میت کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اسے آواز دیتا ہے اور اسے بٹھلا دیتا ہے اور اسے کہتا ہے...."۔

کنز العمال میں ایک دوسری روایت میں حضرت اسماء کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں :

"ان المومن لیقعد فی قبرہ۔"

(کنز العمال ص۶۳۶ ج۱۵ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ :"بلاشبہ مومن کو قبر میں بٹھلایا جاتا ہے"۔

۶ : ــــــــحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبرہ غیر فزع ولا مشغوف...."

(مسند احمد ص۱۴۰ ج۱، مجمع الزوائد ص۴۸ ج۳، اتحاف السادۃ ص۴۱۸ ج۱۰، شرح الصدور ص۵۹)

ترجمہ :"جب میت نیک صالح ہو تو اس کو قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور اس وقت اسے کوئی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں ہوتی"۔

۷ : ــــــــحضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

"اما المنافق فیقعد اذا تولی عنہ اھلہ...."

(مسند احمد ص۳۴۶ ج۳، کنز العمال ص۶۳۶ ج۱۵، اتحاف السادۃ ص۴۱۶ ج۱۰، طبرانی وبیہقی عذاب القبر وابن ابی الدنیا شرح الصدور ص۵۰)

ترجمہ :"رہا منافق تو جب اس کے دفن کرنے والے چلے جاتے ہیں تو اس کو (قبر میں) بٹھلایا جاتا ہے"۔

ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"اذا ادخل المیت القبر مثلت الشمس

عند غروبها فيجلس يمسح عينيه...."

(ابن ماجہ ص۳۱۶)

ترجمہ :"جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے پھر اسے بٹھلایا جاتا ہے اور وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔"

۸ : ———حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے :

"ان المومن اذا مات جلس فی قبرہ فیقال من ربک"

(مجمع الزوائد ص۵۴ ج۳ وقال رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن' اتحاف السادۃ ص۴۱۶ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۳)

ترجمہ :"مومن جب مرجاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟"۔

۹ : ———حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ہے :

"ثم جاءک ملکان اسودان ازرقان جعدان اسماء ھما منکر ونکیر فاجلساک ثم سالاک...."

(ابن ابی شیبہ ص۳۷۹ ج۳)

ترجمہ :"پھر تیرے پاس سیاہ رنگ' کیری آنکھوں' ڈراؤنی شکل والے دو فرشتے آئیں گے جن کے نام منکر اور نکیر ہیں پھر وہ تمہیں بٹھائیں گے اور تم سے سوال کریں گے"۔

۱۰ : ——— حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المیت یسمع خفق نعالهم حین یولون قال ثم یجلس فیقال له....."

(اتحاف السادۃ ص۴۱۲ ج۱۰' طبرانی اوسط حسن شرح الصدور ص۵۲)

ترجمہ :"بلاشبہ میت دفن کرکے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے فرمایا پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے....."۔

۱۱ : ——— حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان المؤمن اذا مات اجلس فی قبره..."

(اتحاف السادۃ ص۴۱۸ ج۱۰' مجمع الزوائد ص۴۴ ج۷' ابن ابی حاتم' طبرانی فی الاوسط' ابن منده شرح الصدور ص۵۵' ۵۶)

ترجمہ :"بلاشبہ جب کوئی مومن مرجاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے"۔

۱۲ : ——— حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"اتاه منکر ونکیر فیجلسانه فی قبره..."

(اتحاف السادۃ ص۴۱۷ ج۱۰' شرح الصدور ص۵۴)

ترجمہ :"میت کے پاس منکر اور نکیر آتے ہیں اور اسے قبر میں بٹھاتے ہیں"۔

میت کا، جنازہ اٹھانے والوں کے کندھوں پر بولنا:

جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے' اور اس کی میت اٹھاکر قبرستان لے جائی جارہی ہو' میت اگر نیک صالح ہو تو کہتی ہے کہ مجھے میرے ٹھکانے پر جلدی لے جاؤ' اور اگر وہ بدکار ہو تو کہتی ہے کہ ہائے افسوس مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے :

"عن ابی سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضعت الجنازۃ فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یا ویلها این تذهبون بها؟ یسمع صوتها کل شئی الا الانسان ولو سمعها الانسان لصعق"۔

(بخاری ص ۱۷۵'۱۷۶'۱۸۴ ج۱' مسند احمد ص۳۱' ۵۸' ۸۵ ج ۳' نسائی ص ۲۷۰ ج۱' سنن کبری بیہقی ص۲۱ ج ۴' شرح السنہ ص ۳۲۵ ج ۵' کنز العمال ص ۵۹۹ ج ۱۵' حدیث نمبر۴۲۲۳۷)

ترجمہ :"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنازہ رکھا جاتا ہے پس لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھالیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے جاؤ'

مجھے جلدی لے جاؤ' اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ ہائے میری ہلاکت تم اس جنازہ کو کہاں لے جارہے ہو؟ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے' اور اگر اس کو انسان سن لیتا تو بے ہوش ہو جاتا"۔

"عن عبدالرحمٰن بن مهران ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وضع الرجل الصالح على سريره قال قدموني قدموني واذا وضع الرجل يعني السوء على سريره قال يا ويلتى اين تذهبون بي" -

(نسائی ص ۲۷۰ ج ۱' سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۱ ج ۴)

ترجمہ:...... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب نیک آدمی کی میت کو جنازہ کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ مجھے (جلدی) آگے لے چلو، (جلدی) آگے لے چلو، اور جب کسی بدکار آدمی کی میت کو جنازہ کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ اے میری ہلاکت! مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

قبر کا بھینچنا:

میت کو جب دفن کیا جاتا ہے' اس کے پاس منکر و نکیر آتے ہیں اور سوال جواب کرتے ہیں' پھر مردے کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات قبر مردے کو بھینچتی ہے' اس کو "ضغطة القبر" فرمایا گیا ہے' مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے :

حدیث ابن عمرؓ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"قال هذا الذی تحرک له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفامن الملائكة لقد ضم ضمة ثم فرج عنه"

(نسائی ص ۲۸۹ ج ۱' اتحاف ص ۴۲۲ ج ۱۰' ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۳' کنز العمال ص ۶۸۶ ج ۱۱' شرح الصدور ص ۴۵' المعتصر من المختصر ص ۱۱۵ ج ۱)

ترجمہ :- "فرمایا یہ وہ تھے جن کی موت پر عرش بھی ہل گیا تھا اور اس (کی روح) کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور اس کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ نازل ہوئے تھے مگر اسے بھی قبر نے بھینچا مگر بعد میں وسیع ہو گئی"۔

حدیث عائشہؓ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ان للقبر ضغطة ولو کان احد ناجیا منها نجا منها سعد بن معاذ"

(المعتصر من المختصر ص ۱۱۵ ج ۱' الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ص ۴۵ ج ۶'
مسند احمد ص ۵۵' ۹۸ ج ۶' مجمع الزوائد ص ۴۶ ج ۳' رجالہا رجال الصحیح'
کنز العمال ص ۶۳۹ ج ۱۵' اتحاف ص ۴۲۲ ج ۱۰' البدایہ والنہایہ ص ۱۲۸
ج ۴' شرح الصدور ص ۴۵)

ترجمہ : "بلاشبہ قبر کے لئے بھینچنا ہے' اگر اس سے کسی کو نجات ہوتی تو (حضرت) سعد بن معاذؓ ضرور اس سے بچ جاتے۔"

حدیث جابرؓ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"قال لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عز وجل عنه"

(مسند احمد ص ۳۶۰۔۳۷۷' ج ۳' مشکوۃ ص ۲۶' کنز العمال ص ۶۴۲۔۶۴۳' ج ۱۵' مجمع الزوائد ص ۴۶ ج ۳' شرح الصدور ص ۴۵'
البدایہ والنہایہ ص ۱۲۸ ج ۴)

ترجمہ : "فرمایا بلاشبہ اس نیک اور صالح آدمی پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادگی فرمادی"۔

۴۔ حدیث ابو ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ویضیق علیه قبره حتی تلتقی اضلاعه"۔

(مسند عبد الرزاق ص۵۶۸ ج۳' موارد الظمان ص۱۹۸' ابن حبان ص۴۶۔۴۸' ج۶' اتحاف ص۴۰۴ ج۱۰)

ترجمہ :"اس پر قبر تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں"۔

حدیث ابو سعیدؓ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"قال یضیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه"۔

(مسند عبد الرزاق ص۵۸۴ ج۳' مجمع ص۴۷ ج۳)

ترجمہ :" فرمایا اس پر قبر تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں"۔

حدیث ابن عمروؓ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"ثم یومر به فی قبره' فیضیق علیه حتی تختلف اضلاعه"۔

(مصنف عبد الرزاق ص۵٦٨-۵٦٧ ج۳' مجمع الزوائد ص ۳۲۸ ج۲)

ترجمہ :"پھر حکم کیا جاتا ہے اس کے بارے میں اس کی قبر میں' پس قبر تنگ ہو جاتی ہے اس پر یہاں تک کہ پسلیاں ایک دوسرے میں نکل جاتی ہیں"۔

حدیث حذیفہؓ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"عن حذیفةؓ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فی جنازة فلما انتهینا الی القبر قعد علی شقته فجعل یردد بصره فیه ثم قال یضغط فیه المومن ضغطة تزول منها حمائله' ویملا علی الکافر نارا"۔

(مجمع الزوائد ص۴٦ ج۳۔ اتحاف ص۴۲۲ ج۱۰۔ کنز العمال ص ٦۴۳ ج۱۵۔ شرح الصدور ص۴۵)

ترجمہ :"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' پس جب ہم قبر تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے بیٹھ گئے اور اس میں نظر مبارک پھرانے لگے' پھر فرمایا کہ اس میں مومن کو ایسا بھینچا جاتا ہے کہ اس سے اس کے کندھے اور سینہ ہل جاتے ہیں اور کافر

کی قبر آگ سے بھر جاتی ہے"۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"وعن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم دفن سعد بن معاذ وھو قاعد علی قبرہ قال لو نجا احد من فتنۃ القبر او مسئلۃ القبر لنجا سعد بن معاذؓ ولقد ضم ضمۃ ثم ارخی عنہ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون"۔

(مجمع الزوائد ص۴۶ ج۳۔ کنز العمال ص۶۴۰ ج۱۵۔ شرح الصدور ص۴۵)

ترجمہ :"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا ان کی قبر کے کنارہ پر بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر کوئی شخص قبر کی آزمائش سے یا فرمایا قبر کے سوال سے نجات پاتا تو البتہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجات پاتے، البتہ تحقیق ایک دفعہ تو ان کو بھی بھینچا گیا، پھر ان سے کشائش کردی گئی"۔

حدیث انسؓ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"عن انس قال توفیت زینت بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فخرجنا معه فراینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مہتما شدید الحزن فجعلنا لانکلمه حتی انتہینا الی القبر فاذا ہو لم یفرغ من لحده فقعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقعدنا حوله فحدث نفسه ہنیعة وجعل ینظر الی السما ثم فرغ من القبر فنزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیه فرایتہ یزداد ثم انه فرغ فخرج فرایتہ سری عنه وتبسم صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ رایناک مہتما حزینا فلم نستطع ان نکلمک ثم رایناک سری عنک فلم ذلک؟ قال کنت اذکر ضیق القبر وغمه وضعف زینب فکان ذلک یشق علی فدعوت اللّٰہ عز وجل ان یخفف عنہا ففعل ولقد ضغطها ضغطة سمعها من بین الخافقین"۔

(مجمع الزوائد ص ۴۷ ج ۳۔ کنز العمال ص ۲۴۲ ج ۱۵، اتحاف السادۃ المتقین ص ۴۲۲، ۴۲۳ ج ۱۰۔ شرح الصدور ص ۴۵) ۔

ترجمہ :"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین ہیں' پس ہم آپؐ سے بات نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ قبر پر پہنچ گئے تو دیکھا کہ ابھی ان کی لحد سے فراغت نہیں ہوئی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے وہ تھوڑی دیر دل میں کچھ سوچتے رہے اور آپؐ آسمان کی طرف دیکھتے رہے پھر قبر سے فراغت ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بہ نفس نفیس اترے' پس میں نے دیکھا کہ آپؐ کا غم بڑھ رہا ہے' پھر آپؐ فارغ ہوگئے' پس باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کی وہ کیفیت زائل ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا' پس ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ شدید غمگین اور فکر مند ہیں' اس لئے ہم آپؐ سے بات نہیں کرسکے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ کی وہ کیفیت زائل ہوگئی' فرمایا : اس کی وجہ یہ تھی کہ میں قبر کی تنگی اور غم کو اور زینب کے ضعف کو یاد کرتا تھا' پس یہ چیز مجھ پر شاق گزرتی تھی' پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان سے تخفیف فرمادیں پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا' قبر نے اس کو ایسا بھینچا تھا کہ

مشرق و مغرب کے لوگ اس کو سنتے"۔

حدیث ابن مسعودؓ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبد اللّٰہ قال اذا ادخل الرجل قبرہ فان کان من اھل السعادۃ ثبتہ اللّٰہ بالقول الثابت فیسال ما انت فیقول انا عبد اللّٰہ حیا ومیتا واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ' قال فیقال کذلک کنت فیوسع علیہ قبرہ ماشاء اللّٰہ ویفتح لہ باب الی الجنۃ الخ"

(ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۳، اتحاف ص ۴۱۷ ج ۱۰)

ترجمہ :" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اگر وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں پس اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں' زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں' فرمایا پس اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ایسا ہی تھا' پس اس پر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے جتنی

کہ اللہ کو منظور ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ الخ"

حدیث براءؓ بن عازبؓ

حضرت براؓ بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

" فینادی مناد من السماء ان کذب عدی فافرشواله من النار وافتحوا له بابا الی النار فیاتیه حرها ولمومها ویصیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه"۔

(کنز العمال ص ۶۲۹ ' ۲۴۳ ج ۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸۲ ج ۳)

ترجمہ :"(دوزخی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا) پس آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ جھوٹ بولتا ہے پس اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لئے آگ کی طرف دروازہ کھول دو' پس اس شخص کو آگ کی تپش اور لو پہنچتی ہے اور قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں"۔

حدیث معاذؓ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

" الضمة فی القبر کفارة لکل مومن

لکل ذنب بقی علیه ولم یغفر له"۔

(کنز العمال ص۶۳۹، ۶۴۲ ج ۱۵)

ترجمہ :"قبر میں بھینچنا ہر مومن کے لئے کفارہ ہے ہر اس گناہ کے لئے جو اس پر باقی ہو اور اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو"۔

حدیثِ عبید بن عمیرؓ:

حضرت عبید بن عمیرؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

" ثم یسلب کفنه فیبدل ثیابا من نار، ویضیق علیه حتی تختلف فیه اضلاعه"۔

(مصنف عبد الرزاق ص۵۹۱ ج ۳)

ترجمہ :"پھر اس کا کفن چھین لیا جاتا ہے اور اس کے بجائے آگ کے کپڑے بدل دیئے جاتے ہیں، اور قبر اس پر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس میں اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں"۔

حدیث صفیہ بنت ابی عبیدؓ

حضرت صفیہ بنت ابو عبیدؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

" وعن نافع قال اتینا صفیة بنت ابی عبیدؓ فحدثنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان کنت لاری لوان احدا اعفی من

ضغطة القبر لعفی سعد بن معاذ ولقد ضم ضمة"۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷)

ترجمہ :" حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ہم حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی اہلیہ تھیں) تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر کسی کو قبر کے بھینچنے سے معافی مل جائے گی تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ضرور معافی ملے گی' اور البتہ تحقیق ایک دفعہ تو ان کو بھی بھینچا گیا"۔

حدیث ابو ایوبؓ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"وعن ابی ایوب ان صبیا دفن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوافلت احد من ضمة القبر لافلت هذا الصبی"۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح)

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷' کنز العمال ص ۱۴۰ ج ۱۵)

ترجمہ :" حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بچہ دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی قبر کے بھینچنے سے محفوظ رہتا تو یہ بچہ ضرور محفوظ رہتا"۔

احادیث واقعہ قلیب بدر

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح کا اس کے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے اس کو ثواب وعذاب کا احساس ہوتا ہے' چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر کفار کے ستر سردار مارے گئے' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان سب کو گڑھے میں ڈال دیا جائے' جب سب کو گڑھے میں ڈال دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے پر تشریف لے گئے اور فرمایا : اے اہل قلیب! کیا تم نے وہ چیز پالی جس کا تم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا؟ کیونکہ میں نے تو وہ چیز پالی جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا' حضرت عمرؓ نے فرمایا آپؐ ایسے جسموں سے کلام کررہے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں ان کو جو کچھ کہہ رہا ہوں' تم ان سے زیادہ نہیں سنتے... مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے :

هل وجدتم ما وعد ربكم حقاً؟

حدیث عائشہؓ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"عن عائشة قالت امر رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم بالقتلی ان یطرحوا فی القلیب' فطرحوا فیہ' الا ما کان من امیۃ بن خلف' فانہ انتفخ فی درعہ فملاھا فذھبوا یحرقوہ فتزایل فاقروہ والقوا علیہ ما غیبہ من التراب والحجارۃ فلما القاھم فی القلیب وقف علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال : یا اھل القلیب ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا"۔

(مسند احمد ص۲۷۶ ج۶۔ ص ۳۸ ج ۲۔ صحیح بخاری ص۱۸۳ ج۱۔ صحیح مسلم ص۳۰۳ ج۱۔ البدایہ والنہایہ ص۲۹۳ ج۳)

ترجمہ :"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کو ایک گڑھے میں ڈال دیا جائے' چنانچہ ان کو ڈال دیا گیا مگر یہ کہ امیہ بن خلف اپنی زرہ میں پھول گیا تھا' پس اس نے اس کو بھردیا تھا' اس کو حرکت دینے لگے تو وہ اور زیادہ بڑھتا جاتا' پس اس کو ویسے ہی رکھا اور اس پر کوئی ایسی چیز ڈال دی جو اس کو چھپادے یعنی مٹی اور پتھر' پس جب صحابہؓ نے ان کو اس قلیب (گڑھے) میں ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کھڑے ہوئے' پس ارشاد فرمایا کہ اے اہل قلیب! کیا تم نے وہ چیز پالی جس کا تم

سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے تو وہ چیز پالی جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا تھا۔ الخ"۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"عن انس قال کنا مع عمر بین مکة والمدینة اخذ یحدثنا عن اھل بدر، فقال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیرینا مصارعھم بالامس، قال ھذا مصرع فلان ان شاء اللّٰہ غدا، قال عمر والذی بعثه بالحق ما اخطوء اتیک فجعلوا فی بیر، فاتاھم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنادیٰ یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان! ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟ فانی وجدت ما وعدنی اللّٰہ حقا۔ فقال عمر تکلم اجسادا لا ارواح فیھا؟ فقال ما انتم باسمع لما اقول منھم"۔

(نسائی ص ۲۹۲ ج ۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۹۔ مسلم ص ۳۰۳ ج ۱۔ ۳۸۷ ج ۲۔ مسند احمد ص ۱۰۴۔ ۱۴۵۔ ۲۶۳۔ ۲۸۷ ج ۳، اتحاف ج ۵ ص ۴۴، دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۸۔ در منثور ج ۵ ص ۱۵۷)

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے تو آپؓ ہم سے اہل بدر کے بارے میں بیان کرنے لگے' پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت ہمیں ان کی قتل گاہیں دکھارہے تھے اور فرمارہے تھے کہ یہ انشاء اللہ کل فلاں آدمی کی قتل گاہ ہوگی' حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! وہ لوگ ان جگہوں سے ادھر ادھر نہیں ہوئے' پس ان کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے' پس پکار کر فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے پالیا ہے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا حق کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ تو میں نے حق پایا' حضرت عمرؓ نے کہا آپؐ ایسے جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ پس ارشاد فرمایا: میں ان کو جو کچھ کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے"۔

حدیث عبد اللہ بن عمرؓ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

" حدثنی نافع ان ابن عمر اخبره قال اطلع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علی اهل القلیب فقال هل وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل له تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منهم ولکن لایجیبون۔"

(بخاری ص ۱۸۳ ج ا۔ صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ا۔ نسائی ص ۲۹۲ ج ا۔ مسند احمد ص ۳۸' ۱۳۱ ج ا۔ ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۷۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۳)

ترجمہ :"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گڑھے کی طرف جھانکا جس میں بدر کے کافر مقتول ڈال دیئے گئے تھے' پس فرمایا کیا تم نے پایا اس چیز کو جس کا تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا سچ؟ پس عرض کیا گیا کہ کیا آپ' بے جان مردوں کو پکارتے ہیں؟ فرمایا تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے"۔

حدیث ابن عباسؓ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

" اخرج ابو سهل السری ابن سهل الجندنیسا بوری الخامس من حدیثه من طریق

عبد القدوس عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما فی قولہ انک لاتسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقف علی القتلی یوم بدر ویقول ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔"

(در منثور ص۲۴۹ ج۵)

ترجمہ :"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "انک لاتسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی القبور" (بے شک آپؐ نہیں سنا سکتے مردوں کو" اور "آپؐ نہیں سنانے والے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں) کی تفسیر میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے مقتولین پر بدر کے دن اور یوں فرماتے تھے کہ جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا وہ تم نے سچ پایا یا نہیں؟ الخ"۔

حدیث ابو طلحہؓ

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"عن ابی طلحۃ ان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا

من صناديد قريش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبيث فخبث وكان اذا ظهر علی قوم اقام بالعرصة ثلاث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم واتبعه اصحابه' وقالوا ما نری ينطلق الا لبعض حاجته حتی قام علی شفة الركی فجعل يناديهم باسمائهم واسماء آباء هم يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم اللّٰه ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر يا رسول اللّٰه ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم والذی نفس محمد بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم۔"

(بخاری ج ۲ ص ۵۶۶۔ مسند احمد ج ۴ ص ۲۹)

ترجمہ :"حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس آدمیوں کے بارے میں جو قریش کے رئیس تھے حکم فرمایا کہ ان کو بدر کے گندے اور خبیث گڑھے میں ڈال دیا جائے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آتے تھے تو اس میدان میں تین دن ٹھہرتے تھے' جب تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کے بارے میں حکم فرمایا'

پس اس کا کجاوہ کسا گیا' پھر تشریف لے گئے اور آپ' کے صحابہؓ آپ' کے ساتھ تھے' اور ہم نہیں جانتے تھے مگر یہ کہ آپ' کسی کام کے لئے تشریف لے جارہے ہیں' یہاں تک کہ کھڑے ہوئے اس گڑھے کے کنارہ پر' پس ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنے لگے کہ اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کی بات مان لی ہوتی؟ کیونکہ ہم نے تو جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا اس کو سچا پایا' پس کیا تم نے پالیا ہے جو تمہارے رب نے (تم سے) وعدہ کیا تھا حق؟ راوی کہتے ہیں کہ پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ' ایسے جسموں سے گفتگو فرماتے ہیں جن میں روح نہیں؟ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اس کے قبضہ میں ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے"۔

حدیث موسیٰ بن عقبہؓ

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

" وامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتلیٰ قریش من المشرکین فالقوا فی قلیب

بدر ولعنهم وهو قائم يسميهم باسماء هم غير
ان امية بن خلف كان رجلا مسمنًا فانتفخ فی
يومه فلما ارادوا ان يلقوه فی القليب تفقأ
فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم دعوه
وهو يلعنهم هل وجدتم ما وعد ربكم
حقا؟ "۔

(دلائل النبوۃ ص ۱۱۷ ج ۳)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین قریش کے بارے میں حکم فرمایا تو ان کو بدر کے گڑھے میں ڈال دیا گیا، اور ان پر لعنت فرمائی، اور آپؐ کھڑے تھے ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے رہے تھے سوائے امیہ بن خلف کے کہ وہ موٹا تازہ آدمی تھا پس اسی دن پھول گیا، پس جب لوگوں نے اس کو گڑھے میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پھٹ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، اور آپؐ ان پر لعنت فرمارہے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے "جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا تم نے اس کو سچ پایا یا نہیں"۔

لاتوذصاحب القبر

قبر مٹی کا ڈھیر نہیں، بلکہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا

جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر والے کو نہ صرف یہ کہ قبر کے ثواب و عذاب کا احساس ہوتا ہے بلکہ قبر پر چڑھنے سے بھی اس کو ایذا ہوتی ہے' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان جانے کے آداب بیان فرمائے ہیں۔ مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے :

"عن زیاد بن نعیم ان ابن حزم ابا عمارة او ابا عمرو قال رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا متکئی علی قبر فقال قم! لاتوذ صاحب القبر او یوذیکہ" (المغوی)

(کنز العمال ص۷۵۹ ج۱۵ نمبر۴۲۹۸۸)

ترجمہ :"حضرت ابو عمارہ یا ابو عمرو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگاکر بیٹھا ہوا تھا' آپؐ نے فرمایا : اٹھ جاؤ' قبر والے کو ایذا نہ دو' یا فرمایا کہ قبر سے ٹیک نہ لگاؤ کہ یہ تیرے لئے عذاب کا سبب ہوگا"۔

"عن عمرو بن حزم قال رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا متکئی علی قبر' قال لاتوذ صاحب القبر"۔

(ابن عساکر' مسند احمد۔ کنز العمال ص۷۶۰ ج۱۵۔ نمبر۴۲۹۹۰)

ترجمہ :"عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا'

آپؐ نے فرمایا قبر والے کو ایذا نہ پہنچاؤ"۔

"عن عمارة بن حزم رضی اللّٰہ عنہ قال رانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جالسا علی قبر قال انزل عن القبر لاتوذی صاحب القبر ولایوذیک"۔ (طبرانی، مستدرک۔ عمارہ بن حزم ص ۵۹۰ ج ۳)

(شرح معانی الآثار ص۳۴۶ ج۱۔ کنز العمال ص۶۵۷ ج۱۵ نمبر۴۲۶۰۵۔

ترغیب ص ۳۷۴ ج۴، مجمع الزوائد ص۶۱ ج ۳)

ترجمہ: "حضرت عمارہ بن حزمؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا قبر والے کو ایذا نہ دے قبر سے اتر جا، تاکہ تیرا یہ عمل تیرے لئے عذاب آخرت کا سبب نہ بنے"۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ:

الف:......عذاب وثواب قبر برحق ہے۔

ب:......عذاب وثواب کا تعلق اسی گڑھے سے ہے، جس کو عرفِ عام میں قبر کہا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں صراحت فرمائی گئی ہے کہ: "القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار." (قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا)۔

ج:......اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب وثواب قبر کی احادیث متواتر ہیں اور ان کا انکار ایک مسلمان کے لئے (جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو) ممکن نہیں۔

و:......چونکہ برزخ کے معاملات عام لوگوں کے احساس و مشاہدہ سے ماورا ہیں، اس لئے عذاب و ثواب قبر کا انکار محض اپنے احساس و مشاہدہ کی بنا پر قطعاً غلط ہے، اس لئے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و مشاہدات پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اور وہ بقدر ضرورت اوپر آچکے ہیں، جو ایک مؤمن کے لئے کافی و شافی ہیں۔

چہارم:......اب تک ہم نے عام اموات کے بارے میں گفتگو کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ ان کا ثواب و عذاب متواتر ہے، جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کے منکر کے حق میں اندیشہ کفر ہے۔

اب ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اپنی قبر شریفہ میں حیات ہونا اور حیات کے تمام لوازم کے ساتھ متصف ہونا برحق اور قطعی ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، چنانچہ مذکورہ بالا تقریباً ایک سو پچاس احادیث سے حضرات انبیائے کرام کی حیات (جو عام اموات، شہداء اور صدیقین سے افضل ہیں) دلالت النص سے بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے، چنانچہ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ اپنے رفیق خاص حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کے نام لکھے گئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> "ا:......شہداء کے لئے بنص قرآن "حیات" حاصل ہے اور مزید دفع تجویز کے لئے "یرزقون" کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل محاورہ بھی ہے: "فلان حی یرزق" عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔
>
> ۲:......جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ و ارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ و ارفع

ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

۳:......اس حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں ......"اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاء." اور حدیث: "اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ." اور اس کے علاوہ بھی روایات ہیں ...... اور ان احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیح موجود ہیں، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج۔

۴:......روح کے تعلقات اجساد سے پانچ قسم کے ہیں: (۱) فی حالۃ الجنین، (۲) بعد الولادۃ فی الدنیا اور اس کی دو صورتیں ہیں، (۳) حالتِ نوم میں اور حالتِ یقظہ میں، (۴) بعد الموت فی البرزخ، (۵) بعد البعث فی الحشر۔ ضعیف ترین اول ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے، "كَمَا حَقَّقَهُ الْمُتَكَلِّمُوْنَ وَابْنُ الْقَيِّمِ فِیْ كِتَابِ الرُّوْحِ وَالْقَارِیْ فِیْ شَرْحِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ"۔

۵:......انبیاء کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے (اِنَّ عَيْنَایَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ) اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ"، اور عام موتی میں تحقیق موت سے، انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا اور پھر علوِ مرتبہ جتنا ہوتا ہے، اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

۶:......مفارقۃ الروح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

۷:......اگر نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو، جیسے معراج میں جسد پر روح کی کیفیت طاری ہوئی، تجسد ارواح اور تروح اجساد دونوں کی نظیریں عالم شہادت میں ہیں تو عالم ارواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جبکہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

۸:......دنیا میں صوفیأ کرام کے یہاں ابدانِ مثالیہ کا تعدد وقت واحد میں، متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں، انبیأ کرام کی نقل وحرکت بالاجساد المتر وحہ اس کی نظیر ہوگی۔

۹:......الغرض انبیأ کرام کے لئے حیات، بقائے اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

۱۰:......یہ حیات، دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے، دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی اور برزخ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کو حیاتِ دنیوی سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے، بہرحال وہ حیاتِ دنیوی بھی ہے اور حیاتِ برزخی بھی، صرف حیاتِ برزخی نہیں جس میں عام شہدأ یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقویٰ واکمل ہے، اس لئے حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، بلکہ اس سے بھی اقویٰ ہے۔

اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے، اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

۱۱:......اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے اور پھر عدمِ نکاح بالازواج المطہرات اور عدمِ توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے، بہر حال حکمِ شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے، اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبرہ کے ہوگی نہ کہ علل مرسلہ کی قسم سے، اور اس علت کی تنقیح، اصول تنقیح المناط اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔"

(بینات شعبان ۱۳۸۸ھ)

خیرالقرون سے لے کر چودہ صدیوں تک اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف و افتراق نہیں تھا بلکہ تمام اکابرین امت نے اپنی اپنی تصنیفات میں اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ کو واضح فرمایا، یہاں تک کہ اکابر اسلاف میں سے بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے اور ثابت کیا کہ حیاتِ انبیاءؑ کا مسئلہ بالکل واضح، بے غبار اور امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے، اور جس طرح حضرات شہداءؑ کرام کی حیات قرآن کریم سے ثابت ہے، اسی طرح حضرات انبیاءؑ کرام کی حیات بھی بطور دلالت النص قرآن کریم سے ثابت ہے، لیکن ناس ہو خودرائی و خودروی اور اسلاف بیزاری کا کہ اس نے تحقیق کے نام پر جہالت، اور سنت کے نام پر بدعت کو رواج دیا، جس کی وجہ سے نام نہاد محققین نے جہاں دوسرے بعض اجماعی مسائل سے انحراف کیا وہاں اس عقیدہ کا بھی انکار کردیا، چنانچہ محدث العصر حضرت بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"انبیاءؑ کرام علیہم الصلوات والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف اور متفقہ مسئلہ تھا، شہداءؑ کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیاءؑ کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی، اور احادیث نبویہ سے عبارۃ النص کے ذریعہ

ثابت تھی، لیکن برا ہو اختلاف اور فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آکر مشتبہ ہوگئی، کتنی ہی تاریخی بدیہیات کو کج بحثوں نے نظری بنالیا اور کتنے ہی حقائق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ یہاں ہر دور میں کج فہم، کجرو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں، زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، ملاحدہ و زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی؟ کیا اس دور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا؟ اور کہا گیا کہ یہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ اور کیا امام حسینؓ کو باغی اور واجب القتل اور یزید (بن معاویہؓ) کو امیرالمؤمنین اور خلیفۂ برحق ثابت نہیں کیا گیا؟ کسی صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کے لئے کسی راوی کے بارے میں کتبِ رجال میں جرح کا کوئی کلمہ دیکھ لینا بس کافی ہے کہ اس پر بنیاد قائم کی جائے؟ اگر عقل سلیم سے کام نہ لیا جائے اور صرف کسی کتاب میں جرح کو دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ تمام کے تمام ائمہ مجروح ہوکر دین کا سرمایہ ختم ہی ہوجائے گا۔

الغرض حیاتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریباً اسی قسم کی کج بحثوں میں الجھ کر اچھا خاصا فتنہ بن گیا، عصمت تو انبیاءِ کرام کا خاصہ ہے، علماء معصوم تو ہیں نہیں، کچھ حضرات نے دانستہ یا نادانستہ حدیثی و کلامی بحثیں پیدا کردیں اور سمجھا یہ گیا یا سمجھایا گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوجائے گا، گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیاتِ انبیاءؑ سے انکار کرتے ہی یہ مفاسد ختم

ہوسکتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لئے پرنالے کے نیچے جا کر بیٹھ گئے، بہرحال ان تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں، خلفشار کو ختم کرنے کے لئے ارباب فکر و خلوص نے چند حضرات کے نام تجویز کئے کہ اس اختلاف کو جس نے فتنہ کی شکل اختیار کرلی ہے، ختم کرنے کی کوشش کریں، راقم الحروف کا نام بھی انہیں میں شامل تھا، تجویز یہ ہوئی کہ اس موضوع پر ایک محققانہ کتاب مؤثر انداز میں لکھی جائے اور تشکیک پیدا کرنے والے حضرات کے شبہات کا جواب بھی دیا جائے، اور مسئلہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل تبصرہ بھی کیا جائے، باتفاق رائے اس کام کی انجام دہی کے لئے جناب برادر گرامی مآثر مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز صاحب منتخب ہوگئے، جن کے دماغ میں بحث وتمحیص کی صلاحیت بھی ہے اور قلم میں پختگی بھی، علوم دینیہ اور حدیث ورجال سے اچھی اور قابل قدر مناسبت بلکہ عمدہ بصیرت بھی ہے، مختلف مکان سے غرر نقول جمع کرنے کی پوری قدرت بھی ہے اور حسن ترتیب کی پوری اہلیت بھی، الحمدللہ کہ برادر موصوف نے توقع سے زیادہ مواد جمع کر کے تمام گوشوں کو خوب واضح کردیا اور تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، میرے ناقص خیال میں اب یہ تالیف (تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور) اس مسئلہ میں جامع ترین تصنیف ہے، اور اس دور میں جتنی تصانیف اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں ان سب میں جامع، واضح، عالمانہ بلکہ محققانہ ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول سے نوازے اور اس قسم کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔" (تسکین الصدور ص:۲۲ تا ۲۴)

اس تمہید کے بعد اب ہم بالترتیب قرآن وسنت اور اجماع امت کے حوالہ سے حیاتِ النبی پر چند گزارشات پیش کریں گے، سب سے پہلے ملاحظہ ہو حیاتِ الانبیاءؑ قرآن کریم کی روشنی میں:

حیاۃ الانبیاءؑ قرآن کی روشنی میں:

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاءؑ کا ثبوت اشارتاً، دلالتاً اور اقتضاءً ملتا ہے، ان سب کا احصاءً مشکل بھی ہے اور موجب طول بھی، اس لئے اختصار کے پیش نظر چند آیتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱:...... "وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ءَالِهَةً یُّعْبَدُوْنَ." (الزخرف:۴۵)

ترجمہ:...... "اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرادیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟"

اس آیت کے ذیل میں صاحب زادالمسیر لکھتے ہیں:

"انه لما اسری به جمع الانبیاء فصلی بهم، ثم قال له جبریل سل من ارسلنا قبلک، الآیة، فقال: لا اسأل، قد اکتفیت، رواه عطاء عن ابن عباس وهذا قول سعید بن جبیر والزهری وابن زید، قالوا: جمع له الرسل لیلة اسری به فلقیهم وامر ان یسألهم فما شک ولا سأل." (زادالمسیر فی علم التفسیر ج:۷ ص:۳۱۹)

ترجمہ:...... "جب آنحضرت ﷺ کو معراج پر پہنچایا گیا تو آپؐ کے لئے تمام انبیاءؑ کو جمع کیا گیا، آپؐ نے نماز میں

ان سب کی امامت فرمائی، پھر حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: ''آپ ان سب پیغمبروں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا ہے......الخ۔'' پس آپؐ نے فرمایا: ''مجھے سوال کی ضرورت نہیں، میں نے اس پر اکتفاً کیا (جو مجھے بتلایا گیا)...... حضرت سعید بن جبیر، زہری اور ابن زید فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آپؐ کے لئے تمام انبیاً کرام کو جمع کیا گیا، اس موقع پر آپؐ کی ان سے ملاقات ہوئی اور آپ کو حکم ہوا کہ آپؐ ان سے پوچھئے، پس آپ کو نہ تو شک تھا اور نہ آپؐ نے پوچھا۔''

تفسیر کبیر میں ہے:

''قال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لما اسری بہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصیٰ بعث اللہ لہ آدم وجمع المرسلین من ولدہ فاذن جبریل ثم اقام فقال: یا محمد! تقدم فصل بھم، فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلاۃ قال لہ جبریل علیہ السلام: واسأل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا، الآیۃ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اسأل لانی لست شاکاً فیہ۔'' (تفسیر کبیر ج:۲۷ ص:۲۱۶)

ترجمہ:...... ''حضرت عطاؒ حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا، اور جب آپؐ مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاً علیہم السلام جو ان کی اولاد میں سے تھے

سب کو جمع کیا، پس حضرت جبرئیلؑ نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمدؐ! آگے بڑھیئے اور ان کو نماز پڑھایئے، جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: اے محمدؐ! اور پوچھئے ان سے جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے، پس آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان سے کچھ نہیں پوچھتا کہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔"

تفسیر قرطبی میں اس کی مزید تفصیلات یوں بیان کی گئی ہیں:

"لما اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ — وھو مسجد بیت المقدس — بعث اللہ لہ آدم ومن وُلد من المرسلین، وجبریل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فاذن جبریل صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقام الصلاۃ، ثم قال: یا محمد! تقدم فصل بھم، فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ جبریل صلی اللہ علیہ وسلم: "سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلھۃ یعبدون." فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا اسأل قد اکتفیت." قال ابن عباس: وکانوا سبعین نبیًا منھم ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ علیھم السلام، فلم یسألھم لأنہ کان أعلم باللہ منھم، فی غیر روایۃ ابن عباس: فصلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ صفوف، المرسلون ثلاثۃ صفوف والنبیون أربعۃ، وکان یلی ظھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابراهیم خلیل اللہ، وعلی یمینہ اسماعیل وعلی یسارہ اسحاق ثم موسیٰ، ثم سائر المرسلین فأمھم رکعتین، فلما انفتل قام فقال: "ان ربی أوحی الی أن اسألکم ھل أرسل أحد منکم یدعو الی عبادۃ غیر اللہ؟" فقالوا: یا محمد! انا نشھد انا أرسلنا أجمعین بدعوۃ واحدۃ أن لا الٰہ الا اللہ وأن ما یعبدون من دونہ باطل، وانک خاتم النبیین وسید المرسلین، قد استبان ذالک لنا بامامتک ایانا، وأن لا نبیّ بعدک الی یوم القیامۃ الا عیسیٰ بن مریم فانہ مأمور أن یتبع أثرک."

ترجمہ:...... "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج پر لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور جو ان کی اولاد میں سے انبیاءؑ تھے سب کو اکٹھا فرمایا، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، پس جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمدؐ! آگے بڑھیے اور ان کو نماز پڑھایئے، جب آپؐ فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا: آپؐ سوال کیجئے ان رسولوں سے جو آپؐ سے پہلے بھیجے گئے تھے کہ کیا ہم نے اللہ کے علاوہ کوئی معبود بنائے تھے کہ جن کی پوجا کی جاتی تھی؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سوال کی ضرورت نہیں کہ میں نے اس پر کفایت کی (جو مجھے بتایا گیا)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں ستر نبی تھے، جن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی

تھے، پس آپؐ نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا، اس لئے کہ آپؐ ان سب سے زیادہ اللہ کی جانب سے علم رکھتے تھے، ابن عباسؓ کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں ہے کہ: پس آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی سات صفیں تھیں، جن میں سے تین صفیں رسولوں کی اور چار انبیاؑ کی تھیں، آپؐ کے پیچھے متصل حضرت ابراہیم علیہ السلام، دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر تمام انبیاؑ تھے، آپؐ نے ان کو دو رکعتیں نماز پڑھائی، جب آپؐ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا: بے شک میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں آپ سے سوال کروں کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ایسا رسول بھیجا گیا تھا جو لوگوں کو غیراللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہو؟ ان سب نے کہا: اے محمدؐ! بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم بھیجے گئے ایک (اللہ) کی طرف دعوت دینے کے لئے اور یہ کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے، اور یہ کہ جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہے، اور بے شک آپؐ خاتم النبیین اور تمام رسولوں کے سردار ہیں، اور یہ بات اس سے واضح ہوگئی ہے کہ آپؐ نے ہماری امامت فرمائی ہے، اور یہ کہ آپؐ کے علاوہ قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، سوائے عیسیٰ بن مریمؑ کے کہ بے شک وہ اس پر مامور ہے کہ وہ آپؐ کی اتباع کرے۔''

اسی طرح اس آیت سے حیات الانبیاؑ پر استدلال کرتے ہوئے خاتمۃ

المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

”یستدل به علیٰ حیاۃ الانبیاء۔“

(مشکلات القرآن ص:۲۳۴، درمنثور ج:۶ ص:۱۶، روح المعانی ج:۲ ص:۲۵، جمل ج:۴ ص:۸۸، شیخ زادہ ج:۳ ص:۲۹۸، خفاجی ج:۴ ص:۴۴۴)

۲:......”وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ۔“ (الم سجدہ:۲۳)

ترجمہ:......”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں:

”معراج کی رات ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار۔“ (موضح القرآن)

اور ملاقات بغیر حیات ممکن نہیں، لہٰذا اس آیت میں اقتضاء النص سے حیات النبیؐ کا ثبوت ہوتا ہے، یہاں اصول فقہ کا یہ مسئلہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو حکم اقتضاءٔ النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفراد قوت واستدلال میں عبارت النص کے مثل ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”واراد بذالک لقائه صلی الله علیه وسلم ایاه لیلة الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرهما، وروی نحو ذالک عن قتادة وجماعة من السلف،....... وکان المراد من قوله تعالیٰ: ”فلا تکن فی مریة من لقائه.“ علی هذا وعده تعالیٰ نبیه علیه السلام بلقاء موسیٰ وتکون الآیة نازلة قبل الاسراء.“

(روح المعانی ج:۲۱ ص:۱۲۸)

ترجمہ:...... ’’اس سے مراد یہ ہے کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے، اور اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت قتادہؓ اور سلف کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے .... اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ’’سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے‘‘ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ فرمایا، اس اعتبار سے یہ آیت واقعہ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

تفسیر زادالمسیر میں ہے:

”والثانی من لقاء موسیٰ لیلة الاسراء قاله ابو العالیه ومجاهد وقتادة وابن السائب.“

(زادالمسیر ج:۶ ص:۳۴۳)

ترجمہ:...... ’’دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات معراج کی رات ہوئی تھی۔‘‘

تفسیر بحر محیط میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

”ای من لقائک موسیٰ ای فی لیلة الاسراء، ای شاهدته حقیقةً وهو النبی الذی اوتی التوراة وقد وصفه الرسول فقال طوال جَعْدٍ کانه من رجال شنؤة حین رأه لیلة الاسراء،........“ (بحر محیط ج:۷ ص:۲۰۵)

ترجمہ:...... ’’یعنی آپؐ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کیجئے، یعنی آپؐ نے واقعتاً ان کو دیکھا ہے، اور وہ وہی نبی تھے جن کو تورات دی گئی تھی اور تحقیق آپؐ نے ان کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا وہ لمبے قد کے

گھنگریالے بالوں والے تھے، جیسے قبیلہ شنوٴہ کے آدمی ہوتے ہیں........"

۳:......"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ." (البقرہ:۱۵۴)

ترجمہ:......"اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں نہ کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کرسکتے۔"

۴:......"بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَا ءَاتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ." (آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ:......"بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔"

ان دونوں آیتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واذا ثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقويه من حيث النظر كون الشهداء احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهداء." (فتح الباری ج:۶ ص:۳۷۹)

یعنی جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ شہداٴ زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہوجاتی ہے کہ انبیاٴ کرامؑ زندہ ہیں اور حضرات انبیاٴ کرام علیہم السلام تو شہداٴ سے ہر حال میں افضل ہیں، اس لئے اس آیت سے ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

غور فرمایئے کہ حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بدلالۃ النص بلکہ بدرجۂ اولویت حیات الانبیاٴ کو ثابت فرما رہے ہیں۔

۵:......"فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ......" (سبا:۱۴)

ترجمہ:......"پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔"

اس آیت سے بھی بطریق دلالۃ النص حیات الانبیأ کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصأ سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا اس سے کہیں سہل اور آسان تھا مگر اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔

اسی طرح اس آیت میں ذکر شدہ "خرور سلیمان" سے بھی حضرات انبیأ کی حیات مبارکہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے زمین پر آجانے کو "خرّ" کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو سقط سے تعبیر نہیں فرمایا کیونکہ "خرّ" کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی مذکور ہے وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے، مثلاً:

الف:......"وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا." (یوسف:۱۰۰)

ترجمہ:......"سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔"

ب:......"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا." (اعراف:۱۴۳)

ترجمہ:......"پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی

فرمائی، تجلی نے ان کے پرخچے اڑا دیے اور موسیٰؑ بیہوش ہوکر گر پڑے۔"

لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے سلامت زمین پر آنے سے حیات بعد الوفات کا جو بھی انکار کرتا ہے وہ قرآن کے معارف اور علوم سے ناواقف ہے۔

۶:......"وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ."

(الانعام:۵۴)

ترجمہ: ......"اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے، تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ایمان کی دولت کے ساتھ بارگاہ نبوت پر حاضر ہو، اس کے لئے خداوند قدوس کا اپنے رسول رحمت ﷺ کو حکم ہے کہ آپ اس کو السلام علیکم کی دعا کے ساتھ رب کی رحمت و مغفرت کا پیغام پہنچایئے، تو حق تعالیٰ کا یہ حکم دونوں حالتوں (ما قبل الموت و ما بعد الموت) کے لئے عام ہے، یعنی رہتی دنیا تک کے لئے یہ حکم باقی ہے، جس طرح قرآن کریم کی دیگر آیات کے بارے میں یہ اصول مسلّم ہے کہ اگرچہ ان کے نزول کا واقعہ خاص ہے، لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے جاری و باقی ہے، اسی طرح اس آیت مبارکہ میں بھی یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔

۷:......"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا

رَّحِیۡمًا." (النسآء:۶۴)

ترجمہ:......"اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے۔"

علمائے امت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حیات نبویؐ کی ظاہری حیثیت ختم ہونے کے بعد بھی جو مؤمن بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر خداوند قدوس سے طلب مغفرت کرے گا وہ حضور علیہ السلام کی طرف سے بھی دعا و مغفرت کا مستحق ہوگا، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

"عن علیؓ قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثة ایام، فرمی بنفسه علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحثا علی رأسه من ترابه، فقال: قلت یا رسول اللہ فسمعنا قولک ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیما انزل اللہ علیک "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم." الآیة وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی، فنودی من القبر انه قد غفر لک." (تفسیر قرطبی ج:۵ ص:۲۶۵،۲۶۶)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر اس آیت کریمہ کے حوالہ سے مغفرت طلب کی، روایت ہے کہ مرقد اطہر سے صدا آئی: "انه قد غفر لک."

ان ارشادات ربانی کے مطابق رحمۃ للعالمین علیہ السلام کی ذات گرامی عالم دنیا

کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو سلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے، اور آپ اس کو رب کی رحمت و مغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر خداوند قدوس کی طرف سے مامور ہیں، یہ بھی آپ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرے تو منکر کو یہی کہا جاسکتا ہے کہ: اگر تو نہ مانے تو بہانے ہزار۔

حیاۃ الانبیاءٴ حدیث کی روشنی میں

۱:......"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاَنْبِیَاءُ أَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ. رواہ ابو یعلیٰ البزار ورجال ابی یعلیٰ ثقات."

(مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۱۱، لسان المیزان: حسن بن قتیبہ ص:۲۴۶، مسند ابویعلیٰ: ج:۶ حدیث:۳۴۲۵، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۷، المطالب العالیہ ج:۳ ص:۲۶۹ حدیث:۳۴۵۲، احادیث صحیحہ للالبانی حدیث:۶۲۱، الجامع الصغیر ص:۱۲۴، تکملہ فتح الملہم ج:۵ ص:۲۸، بیہقی حیات الانبیاءٴ ص:۳، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸، خصائص الکبریٰ ج:۲ ص:۲۸۱، مسند بزار ص:۲۵۶)

ترجمہ:......"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حضرات) انبیاءٴ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے ابویعلیٰ اور مسند بزار نے اور ابویعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی مشہور زمانہ تصنیف الحاوی للفتاویٰ میں حیات

انبیأ سے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حیاة النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قبرہ هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علمًا قطعیًا کما قام عندنا من الادلة فی ذالک وتواترت (به) الأخبار."

(ج:۲ ص:۱۴۷)

ترجمہ:...... "آنحضرت ﷺ اور تمام انبیأ کرام کا اپنی اپنی قبروں میں حیات ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک دلائل و اخبار درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔"

مزید اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"قال البیهقی فی کتاب الاعتقاد: الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیهم ارواحهم، فهم احیاء عند ربهم کالشهداء، وقال القرطبی فی التذکرة فی حدیث الصعقة نقلاً عن شیخه: الموت لیس بعدم محض انما هو انتقال من حال الی حال." (الحاوی للفتاوئ ج:۲ ص:۱۴۹)

ترجمہ:...... "امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ انبیأ کی ارواح قبض ہوجانے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں، پس وہ اپنے رب کے ہاں شہدأ کی طرح زندہ ہیں، علامہ قرطبی نے تذکرہ میں حدیث صعقہ کے ذیل میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موت کا معنی عدم محض نہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام موت ہے۔"

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

"قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بعد وفاتہ۔"

(الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۹)

ترجمہ:...... "ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ بے شک ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"وقال الشیخ تقی الدین السبکی: حیات الانبیاء والشہداء فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ویشہد لہ صلاۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسدًا حیًّا۔" (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۵۲)

ترجمہ:...... "شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ انبیأ اور شہدأ کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند ہے، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت انسؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"برزخ صغریٰ چوں از یک وجہ از مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں موطن نظر باشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء یصلون فی القبور شنیدہ باشند۔"

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب:۱۶)

ترجمہ:......"چھوٹا برزخ (یعنی قبر) جب ایک وجہ سے دنیوی جگہوں میں سے ہے تو یہ ترقی کی گنجائش رکھتا ہے، اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے اس جگہ کے حالات خاصے متفاوت ہیں، آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔"

۲:......"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ. رواه البیهقی فی شعب الایمان." (مشکوٰۃ ص:۸۷، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، کنز العمال ج:۱ ص:۴۹۲ حدیث:۲۱۶۵، ص:۴۹۸ حدیث:۲۱۹۷، ۲۱۹۸، اتحاف السادۃ المتقین زبیدیؒ ج:۳ ص:۲۸۹، تفسیر درمنثور ج:۵ ص:۲۱۹، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۸، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۷)

ترجمہ:......"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے میری قبر کے پاس سے مجھ پر درود شریف پڑھا، میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔"

حدیث کی سند پر اشکال کا جواب:

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (المتوفی ۹۶۳ھ) اس حدیث کی سند کے ضعف و ثقاہت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث من صلّی علیّ عند قبری سمعته، ومن

صلّی علیّ نائیًا وکل اللہ بها ملکًا یبلغنی وکفیٰ امر دنیاه وآخرته وکنت له شهیدًا وشفیعًا (خط) من حدیث ابی هریرة ولا یصح فیه محمد بن مروان وهو السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لهذا الحدیث (تعقب) بان البیهقی اخرجه فی الشعب من هذا الطریق وتابع السدی عن الاعمش فیه ابومعاویة اخرجه ابو الشیخ فی الثواب قلت وسنده جیّد کما نقله السخاوی عن شیخه الحافظ ابن حجر واللہ تعالیٰ اعلم وله شواهد من حدیث ابن مسعود وابن عباس وابی هریرة اخرجها البیهقی ومن حدیث ابی بکر الصدیق اخرجه الدیلمی ومن حدیث عمار اخرجه العقیلی من طریق علی بن القاسم الکندی وقال علی بن قاسم شیعی فیه نظر لا یتابع علی حدیثه انتهیٰ. وفی لسان المیزان (ج:۴ ص:۲۴۹) ان ابن حبان ذکر علی بن القاسم فی الثقات وقد تابعه عبدالرحمٰن بن صالح وقبیصة بن عقبة اخرجهما الطبرانی۔" (تنزیہ الشریعہ ج:۱ ص:۳۲۵ طبع بیروت)

ترجمہ:...... "حدیث من صلّی علیّ ..... الخ، یعنی جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فرشتہ مقرر کیا ہے جو مجھے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے کام پورے کرتا ہے، اور میں اس کے حق میں گواہ اور شفیع ہوں گا، (خطیب بغدادیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے) یہ حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر ہے اور امام عقیلیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں (عقیلی کی اس بات پر گرفت کی گئی ہے کہ) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس طریق سے اس کی تخریج کی ہے اور ابو معاویہ اعمشؒ سے روایت کرنے میں سدی کا متابع ہے اس کی تخریج امام ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں کی ہے، میں کہتا ہوں کہ ابوالشیخ کی سند جید ہے، جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے اپنے استاد حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے شواہد موجود ہیں جن کی تخریج امام بیہقی نے کی ہے، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث بھی شاہد ہے جس کی تخریج امام دیلمیؒ نے کی ہے اور حضرت عمارؓ کی حدیث بھی اس کا شاہد ہے جس کی تخریج علی بن القاسم الکندی کے طریق سے امام عقیلیؒ نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ راوی شیعہ ہے اس میں کلام ہے اور اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی گئی مگر لسان المیزان (ج:۴ ص:۲۴۹) میں ہے کہ امام ابن حبان نے علی بن القاسم کو ثقات میں لکھا ہے اور عبدالرحمٰن بن صالح اور قبیصہ بن عقبہ اس کے متابع موجود ہیں۔“

۳:...... ”عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ

صَلٰوتُکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَيَّ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! کَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟ اَيْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ بُلِيْتَ، قَالَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ." (سنن نسائی ج:۱ ص:۲۰۳،۲۰۴، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۵۶۰، ھذا حدیث صحیح علی شرط الصحیحین ولم یخرجاہ، ابوداؤد ج:۱ ص:۲۱۴(باب الاستغفار)،سنن کبریٰ بیہقی ج:۳ ص:۲۴۹، دارمی ج:۱ ص:۳۰۷(باب فضل الجمعۃ)، مسند احمد ج:۴ ص:۸، صحیح ابن خزیمہ ج:۳ ص:۱۱۸ حدیث:۱۷۳۳، ابن حبان (باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ ص:۱۱۸، الاحسان بترتیب ابن حبان ج:۳ ص:۸۷ حدیث:۹۰۷، کتاب الروح (ابن القیمؒ) ص:۶۳، کنزالعمال ج:۸ص:۳۶۸ حدیث:۲۲۳۰۱، ایضاً ج:۷ ص:۷۰۸ حدیث:۲۱۰۳۷، ترغیب منذری ج:۱ ص:۴۹۱، ایضاً ج:۲ ص:۵۰۳،۵۰۴، نیل الاوطار ج:۳ ص:۳۰۴،ابن ابی شیبہ ج:۶ ص:۵۱۶، ابن ماجہ ص:۷۶، ۱۱۸،شرح الصدور ص:۳۱۶ دار الکتب العربیۃ بیروت)

ترجمہ:...... "حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پس (جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے،صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا صلوٰۃ و سلام آپؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کو کیسے پہنچے گا؟ حالانکہ آپؐ تو

اس وقت مٹی میں مل جائیں گے؟ یعنی آپؐ تو بوسیدہ ہوجائیں گے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر اس کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔"

۴:......"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ."

(نسائی ج:۱ ص:۱۸۹، مسند احمد ج:۱ ص:۴۴۱، ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۵۱۷، موارد الضمآن ص:۵۹۴، مشکوٰۃ ص:۸۶، البدایہ والنہایہ ج:۱ ص:۱۵۴، الجامع الصغیر ج:۱ ص:۹۳، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، الاحسان بترتیب ابن حبان ج:۳ ص:۸ حدیث:۹۰۹، ۱۰، مصنف عبدالرزاق ج:۲ ص:۱۵)

ترجمہ:......"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے ملائکہ مقرر ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔"

۵:......"عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا، قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ، اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ." (ابن ماجہ ص:۱۱۸، ترغیب ج:۲ ص:۵۰۳، نیل الاوطار

ج:۳ ص:۳۰۴، شرح الصدور ص:۳۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ:..... ''حضرت ابو درداءؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس لئے کہ جمعہ کے دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے پڑھتے ہی اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اور موت کے بعد؟ فرمایا اور موت کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر اس بات کو کہ وہ انبیاءؑ کے اجسام کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔''

۶:..... ''عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ عَزَّ وَجَلَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.''

(ابو داؤد ج:۱ ص:۲۷۹، مسند احمد ج:۲ ص:۵۲۷، سنن کبریٰ بیہقی ج:۵ ص:۲۴۵، ترغیب وترہیب ج:۲ ص:۴۹۹، کنزالعمال ج:۱ ص:۴۹۸ حدیث:۲۲۰۰، فیض القدیر ج:۵ ص:۴۶۷، مجمع الزوائد ج:۱۰ ص:۱۶۲، وقال فيه عبدالله بن يزيد الاسكندراني ولم اعرفه ومهدی بن جعفر ثقة وفيه خلاف وبقية رجاله ثقات)

ترجمہ:..... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۷:......"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ." (مسند احمد ج:۲ ص:۳۶۷، ابوداؤد ج:۱ ص:۲۷۹، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، مشکوٰۃ ص:۸۶، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۸)

ترجمہ:......"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ: مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ مجھ تک تمہارا درود پہنچتا ہے، چاہے تم جہاں بھی ہوؤ۔"

۸:......"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِهٖ! لَیَنْزِلَنَّ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ .... ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ! لَاَجَبْتُهٗ. قلت هو فی الصحیح باختصار، رواه ابو یعلیٰ ورجاله رجال الصحیح." (مسند ابو یعلیٰ ج:۱۱ ص:۴۶۲ حدیث:۶۵۸۴، مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۱۱، المطالب العالیہ ج:۴ ص:۲۳ باب حیاتہ فی قبرہ، ج:۴ ص:۳۴۹ حدیث:۴۵۷۴، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، روح المعانی ج:۲۲ ص:۳۵)

ترجمہ:......"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ البتہ نازل ہوں گے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ .... پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوکر یہ کہے گا: یا محمد! تو میں ان کو

جواب دوں گا۔"

علامہ آلوسیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

"....... انه (عیسیٰ) علیه السلام یاخذ الاحکام من نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شفاھًا بعد نزوله وھو صلی الله علیه وسلم فی قبره الشریف، واید بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیده لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد! لاجبته."

(روح المعانی ج:۲۲ ص:۳۵)

ترجمہ:......"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ہمارے نبی ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوکر آپؐ سے براہ راست احکام حاصل کریں گے، جبکہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں استراحت فرما ہوں گے، اور اس کی تائید ابویعلیٰ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آکر یا محمد کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔"

حضرات انبیاؑ کرامؑ سے ملاقات:

حدیث ابوہریرہؓ:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْئَةِ قَالَ وَلَقِیْتُ عِیْسٰی فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ

یَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَأَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ........"
(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۸۹، ۴۸۱، ج:۲ ص:۶۸۴، ۸۳۶، ۸۳۸، صحیح مسلم ج:۱ ص:۹۶، ترمذی ج:۲ ص:۱۴۱، مصنف عبدالرزاق ج:۵ ص:۳۲۹، مسند احمد ج:۲ ص:۲۸۲، نسائی ج:۲ ص:۳۲۹، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج:۱ ص:۲۲۱)

ترجمہ:...... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، (حضرت ابوہریرہؓ نے) فرمایا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان فرمایا اور کہا: پس وہ جوان تھے، میرا خیال ہے آپ نے فرمایا: کسی قدر گھنگریالے بالوں والے تھے، ایسے جیسے کہ قبیلہ شنوءہ مرد ہوتے ہیں، فرمایا اور میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا، پھر آپ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا اور کہا: وہ چوڑے جسم کے سرخ رنگ تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ابھی ابھی غسل خانہ سے نکل کر آئے ہیں، اور میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں۔''

حدیث ابن عمرؓ:

''عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاهِیْمَ، فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمٌ سَبِطٌ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ.''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۸۹)

ترجمہ:...... ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (شب معراج میں) میں نے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو سرخ رنگ، پرگوشت جسم اور چوڑے سینے والے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ اور موزوں ساخت والے تھے، وہ ایسے تھے جیسے (سوڈان) کے طویل القامہ زط ہوتے ہیں۔"

انبیاؑ کی امامت:

حدیث ابوہریرہؓ:

"......وَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ .... وَاِذَا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ .... وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ .... فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَّمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ .... قَالَ قَائِلٌ يَّا مُحَمَّدُ! هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ...."

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۹۶، مشکوٰۃ ص:۵۳۰)

ترجمہ:......"میں نے اپنے آپ کو انبیاؑ کی جماعت میں دیکھا، پس اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں ...... اور پھر اچانک دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں ...... اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں ......پس اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی، پس جب میں نماز سے فارغ ہوا ......تو کسی نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) یہ

جہنم کے داروغے مالک ہیں، ان سے سلام کیجئے.......''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہ صرف حیات ہیں بلکہ وہ نماز تلذذ بھی ادا فرماتے ہیں، مندرجہ ذیل حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ.''

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۶۸ طبع رحیمیہ دیوبند، مسند احمد ج:۵ ص:۵۹، ۳۶۲، ۳۶۵، مسند احمد ج:۳ ص:۱۴۸، ۲۴۸، سنن نسائی ج:۱ ص:۲۴۲، کنز العمال ج:۱۱ ص:۵۱۸ حدیث:۳۲۳۸۶، تلخیص الحبیر ج:۲ ص:۱۲۶، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج:۱ ص:۲۱۶ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان)

ترجمہ:.......''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

حیات النبی ﷺ آثار صحابہ کی روشنی میں:

۱:.......''وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کُنْتُ

اَدْخُلُ بَیْتِیَ الَّذِیْ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ وَاضِعٌ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا ھُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَعَھُمْ فَوَاللّٰہِ مَا دَخَلْتُہٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَۃٌ عَلَیَّ ثِیَابِیْ حَیَاءً مِنْ عُمَرَ۔" (مشکوٰۃ ص:۱۵۴)

ترجمہ:......"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس کمرے میں جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں، بلاحجاب داخل ہوجاتی تھی اور میں سمجھتی تھی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد، پس جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اللہ کی قسم میں اس حجرہ میں حضرت عمرؓ سے حیا کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی نہ جاتی تھی۔"

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے:

"حیاءً من عمر اوضح دلیل علی حیات المیت۔" (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۱۵۴)

ترجمہ:......"حیاءً من عمر کے الفاظ میت کی زندگی پر واضح دلیل ہیں۔"

اس پر علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

"قال الطیبی فیہ ان احترام المیت کاحترامہ حیًا۔" (شرح طیبی ج:۳ ص:۴۱۸ ادارۃ القرآن کراچی)

ترجمہ:......"علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس (حدیث) میں اس امر کی دلیل ہے کہ میت کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے جس طرح کہ زندگی میں کیا جاتا ہے۔"

۲:...... ”عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْحَرَّةِ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ۔“ (خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۱، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸ بحولہ دلائل النبوۃ، زرقانی ج:۵ ص:۳۳۲،۳۳۳)

ترجمہ:...... ”حضرت سعید بن میبؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں، میں حضور ﷺ کی قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے۔“

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثانی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ کما تقرر وانہ یُصلی فی قبرہ باذان واقامة۔“ (فتح الملہم ج:۳ ص:۴۱۹)

ترجمہ:...... ”بے شک نبی اکرم ﷺ (اپنی قبر شریف میں) زندہ ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا، اور بے شک آپ ﷺ اپنی قبر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔“

عقیدۂ حیات النبیؐ اور ائمہ مذاہب اربعہ:

حنفیہ کرام:

فضل اللہ بن حسین تورپشتی الحنفی المتوفی ۶۳۰ھ:

”وازاں جملہ آنست کہ بدانند کہ کالبدوے را زمین نخورد وبوسیدہ نشود وچوں زمین ازوے شگافتہ شود کالبدوے

بحال خود باشد وحشر دے ودیگر انبیاء چنیں باشد وحدیث درست است کہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء هم احیاء فی قبورهم یصلون. واول همہ پیغمبر ما برخیزد از گور۔"
(المعتمد فی المعتقد باب:۲ فصل:۴ ص:۱۰۷ مطبع مظہر العجائب مدراس ۱۲۸۸ھ)

ترجمہ:...... "ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی جاننی چاہئے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھاتی اور نہ وہ ریزہ ریزہ ہوگا اور (قیامت کو) جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسم مبارک اپنی حالت میں محفوظ ہوگا، اور اسی وجود مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر جملہ انبیا علیہم السلام کا حشر ہوگا اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا علیہم السلام کے اجسام حرام کردیئے ہیں، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور سب سے پہلے قبر مبارک سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔"

ملا علی قاری رحمہ اللہ:

"فمن المعتقد المعتمد انه صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لارواحهم تعلقًا بالعالم العلوی والسفلی کما کان فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون." (شرح الشفا لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فی شرح الشفا ج:۳ ص:۴۹۹)

ترجمہ:...... "عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے

کہ حضورؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاؑ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے جیسا کہ دنیاوی حالت میں تھا، پس وہ قلوب کے اعتبار سے عرشی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔"

علامہ ابن ہمامؒ المتوفی ۶۸۱ھ:

"...... تستقبل القبر بوجهک، ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ...... وذالک انه علیه السلام فی القبر الشریف المکرم علی شقه الایمن مستقبل القبلة .... ثم یسئل النبی الشفاعة فیقول یا رسول الله! اسألک الشفاعة یا رسول الله! اسألک الشفاعة ..... ولیکثر دعائه بذالک فی الروضة الشریفة عقیب الصلوٰة وعند القبر ویجتهد فی خروج الدمع فانه من امارات القبول وینبغی ان یتصدق بشیء علی جیران النبی ثم ینصرف متباکیا متحسرًا علی الفراق الحضرة الشریفة النبویة والقرب منها."

(فتح القدیر ج:۲ ص:۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۹ اواخر الحج، مصر)

ترجمہ:...... "تم حضور انورؐ کی قبر شریف کے سامنے ہوکر السلام علیک ایها النبی ورحمة الله عرض کرو ...... اور یہ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ ...... پھر حضور

انورؐ سے شفاعت کرنے کی التجا بھی کرے اور کہے کہ یا رسول اللہ! میں شفاعت کے لئے سوال عرض کرتا ہوں، روضۂ شریفہ میں درود شریف کے بعد......اور قبر کے پاس پھر کثرت سے دعا کرے اور آنسو آجانے کی حد تک زاری کرے، کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے، اور چاہئے کہ روضۂ اطہر کے مجاورین پر کچھ صدقہ بھی کرے، پھر روتا ہوا اور آپؐ کے قرب اقدس سے جدا ہونے کا غم ساتھ لیتے ہوئے واپس ہو۔"

شارح بخاری علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ:

"ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حياةً وموتًا فلا بد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء." (عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۷ ص:۶۰۱)

ترجمہ:......"پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور پھر موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں، ماسوائے انبیاؑ کے (کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں، ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)۔"

علامہ عینیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"فانهم لا يموتون فی قبورهم بل هم احياء."

("باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ" عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۷ ص:۶۰۰)

ترجمہ:......"یقیناً انبیائے کرامؑ اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔"

علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفیؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ" الآیۃ کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"اراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما موتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیھم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ." (عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۸ ص:۱۸۵ جزء:۱۶، باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ، مطبع دار الفکر بیروت)

ترجمہ:...... "دو موتوں سے ایک وہ موت مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں (اس لئے ان کو الف و لام حرف تعریف سے ذکر کیا ہے) ہاں حضرات انبیاؑ علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دیگر مخلوق کے کہ (حساب و کتاب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پاجاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے۔"

امام ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ:

"ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلی علیھم."

(مرقات طبع بمبئی ج:۲ ص:۲۰۹)

ترجمہ:...... ''بے شک انبیاؑ کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں، اس شخص کو جو ان پر درود پڑھے۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ:

''حیات انبیاؑ متفق علیہ است، ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔'' (اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۶۱۳ مطبع نول کشور لکھنؤ)

ترجمہ:...... ''حضور انورؐ کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے، کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔''

علامہ شرنبلالیؒ: المتوفی ۱۰۶۹ھ:

''ومما هو مقرر عند المحققين انه صلى الله عليه وسلم حي يرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه احجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات .... ينبغي لمن قصد زيارة النبي صلى الله عليه وسلم ان يكثر الصلوٰة عليه فانه يسمعها وتبلغ اليه.'' (مراقی الفلاح ص:۴۰۵ طبع میر محمد کراچی)

ترجمہ:...... ''محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور انورؐ زندہ ہیں، آپ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت بھی اٹھاتے ہیں، ہاں اتنی بات ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں .... جو شخص حضور اکرمؐ کی زیارت کرنے کے لئے آئے، اسے چاہئے کہ کثرت سے درود عرض کرے، کیونکہ آپؐ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں، اور (دور سے) آپ کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔''

علامہ طحطاویؒ المتوفی ۱۲۳۳ھ:

"(فانه یسمعها) ای اذا کانت بالقرب منه صلی الله علیه وسلم (وتبلغ الیه) ای یبلغها الملک اذا کان المصلی بعیدًا." (طحطاوی ص:۴۰۵ طبع میر محمد کراچی)

ترجمہ:......"آپؐ صلوٰۃ و سلام کو اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جارہا ہو اور فرشتے اس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جارہا ہو۔"

علامہ ابن عابدین شامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ:

"فقد افاد فی الدر المنتقی انه خلاف الاجماع قلت واما ما نسب الی الامام الاشعریؒ امام اهل السنة والجماعة من انکار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به فی کتبه وکتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالک، الامام العارف ابوالقاسم القشیریؒ ...."

(ردالمحتار ج:۴ باب المغنم ص:۱۵۱، ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ:......"پس تحقیق در منتقی میں ہے کہ: (حضور ﷺ کی رسالت آپؐ کی وفات شریفہ کے بعد اب بھی حقیقتاً باقی ہے اور اُسے صرف حکماً باقی کہنا) خلاف اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اہل سنت امام اشعریؒ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ

کی حقیقتاً رسالت کے بقا کے منکر تھے، یہ ان پر افتراً اور بہتان ہے، کیونکہ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں صراحتاً اس کے برعکس مذکور ہے، دراصل یہ بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کردی ہے، کیونکہ انبیاعلیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس افتراً کے خلاف امام عارف ابوالقاسم قشیریؒ نے اپنی کتاب میں رد کیا ہے۔"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ان المنع هنا لانتفاء الشرط وهو اما عدم وجود الوارث بصفة الوارثية كما اقتضاه الحديث واما عدم موت الوارث بناءً على ان الانبياء احياء فى قبورهم كما ورد فى الحديث."

(رسائل ابن عابدین ج:۲ ص:۲۰۲ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:......"بے شک منع یہاں انتفائے شرط کی وجہ سے ہے اور وہ یا تو وارث وجود صفت وارثیت کے ساتھ نہ ہونا ہے جیسا کہ حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے، اور یا وارث کی موت کا نہ ہونا اس بنا پر کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔"

علامہ ابن عابدین شامیؒ امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف غلط منسوب عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم وقد اقام النكير على افتراء ذالک الامام العارف ابوالقاسم القشيرى." (شامی ج:۴ ص:۱۵۱ باب المغنم)

ترجمہ:......"اس لئے کہ حضرات انبیاؑ کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالقاسم القشیریؒ نے اس افتراؑ کی سختی سے تردید کی ہے۔"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ان الانبیاء احیاء فی قبورهم کما ورد فی الحدیث." (رسائل ابن عابدین ج:۲ ص:۲۰۲ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:......"حضرات انبیاؑ کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔"

علامہ محمد عابد السندیؒ المتوفی ۱۲۵۷ھ:

"اما هم (ای الانبیاء) فحیاتهم لا شک فیها ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک .... فهو صلی الله علیه وسلم حی علی الدوام."

(رسالہ مدنیہ ص:۴۱)

ترجمہ:......"انبیاؑ کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور نہ علمائیں سے کسی کا اس سے اختلاف ہے، پس آپ ﷺ اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔"

نواب قطب الدین دہلویؒ المتوفی ۱۲۸۹ھ:

"زندہ ہیں انبیاؑ علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔" (مظاہر حق ج:۱ ص:۴۴۵)

حضرات مالکیہ:

امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ:

"نقل عن الامام مالکؒ انه کان یکره ان یقول رجل زرت قبر النبی صلی الله علیه وسلم، قال ابن رشد من اتباعه ان الکراهة لغلبة الزیارة فی الموتیٰ وهو صلی الله علیه وسلم احیاه الله تعالیٰ بعد موته حیاة تامة واستمرت تلک الحیوٰة وهی مستمرة فی المستقبل ولیس هذا خاصة به صلی الله علیه وسلم بل یشارکه الانبیاء علیهم السلام فهو حی بالحیاة الکاملة مع الاستغناء عن الغذاء الحسی الدنیوی." (نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن ص:۱۴ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی، وکذا لک فی وفاء الوفاء ج:۴ ص:۱۳۶۳ مصر)

ترجمہ:......"امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ: "میں نے حضورؐ کی قبر کی زیارت کی۔" امام مالکؒ کے مقلدین میں سے ابن رُشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر مردوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور حضورؐ وفات شریفہ کے بعد اب حیات تامہ سے زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپؐ ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ تمام انبیاؑ اس وصف میں آپؐ کے ساتھ شریک ہیں، پس آپؐ غذائے حسی دنیوی سے استغنا کے باوجود حیات کاملہ سے زندہ ہیں۔"

علمائے مالکیہ میں سے امام قرطبیؒ (تفسیر قرطبی ج:۵ ص:۲۶۵) امام ابوحیان اندلسی (بحر المحیط ج:۱ ص:۲۸۳) علامہ ابن الحاج، علامہ ابن رشد اندلسی اور ابن ابی جمرۃ وغیرہم نے ان مسائل کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

علامہ سمہودیؒ المتوفی ۹۱۱ھ:

"لا شک فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ وکذا سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیوٰۃ الشھداء التی اخبر اللہ تعالیٰ بھا فی کتابہ العزیز."

(وفأالوفأ ج:۴ ص:۱۳۵۲ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:......"وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہدأ کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے بڑھ کر ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"واما ادلۃ حیاۃ الانبیاء فمقتضاھا حیاۃ الابدان کحالۃ الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء."

(وفأالوفأ ج:۴ ص:۱۳۵۵)

ترجمہ:......"بہر کیف حضرات انبیاؑ علیہم السلام کی حیات کے دلائل اس کے مقتضی ہیں کہ یہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی مگر خوراک سے وہ مستغنی ہیں۔"

حضرات شوافع:

شوافع میں سے امام بیہقیؒ اور امام سیوطیؒ نے حیات انبیاءؑ کے عنوان پر مستقل تصانیف سپرد قلم کی ہیں، علامہ طیبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے متعدد حوالے مباحث حدیثیہ کے ضمن میں آپ کے سامنے آچکے ہیں، اور علامہ سبکیؒ نے بھی انہی حقائق کی تصدیق فرمائی ہے۔

علامہ تاج الدین السبکیؒ (المتوفی ۷۷۱ھ) حضرت انسؓ کی حدیث مذکور کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون فاذا ثبت ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فالحی لا بد من ان یکون اما عالمًا او جاھلًا ولا یجوز ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاھلًا."

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج:۳ ص:۴۱۱ طبع دار الاحیاء قاہرہ مصر)

ترجمہ:...... "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں تو زندہ کے لئے لازم ہے کہ یا تو وہ عالم ہو اور یا جاہل، اور یہ بات تو ہرگز جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ جاہل ہوں (معاذ اللہ! تو لامحالہ آپؐ عالم ہوں گے)۔"

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"لان عندنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی

یحس ویعلم وتعرض علیه اعمال الامة ویبلغ الصلوٰة والسلام علی ما بینا." (ج:۳ ص:۴۱۲)

ترجمہ:...... "ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں حس وعلم سے موصوف ہیں، اور آپؐ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچائے جاتے ہیں جس طرح کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔"

نیز علامہ سبکیؒ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن عقائدنا ان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم، فاین الموت؟ الی ان قال: وصنف البیهقی رحمه الله جزأً، سمعناهُ فی "حیٰوة الانبیاء علیهم السلام فی قبورهم" واشتد نکیر الاشاعرة علی من نسب هذا القول الی الشیخ." (طبقات ج:۳ ص:۳۸۴، ۳۸۵)

ترجمہ:...... "ہمارے عقیدہ میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاؑعلیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو پھر ان پر موت کہاں؟ (پھر آگے فرمایا کہ) امام بیہقیؒ نے حضرات انبیاؑعلیہم السلام کی قبروں میں حیات پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو خود ہم نے سنا ہے اور جن لوگوں نے امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف یہ غلط بات منسوب کی ہے اشاعرہ نے سختی سے اس کا رد کیا ہے۔"

حافظ ابن حجرؒ المتوفی ۸۵۲ھ:

"ان حیاته صلی الله علیه وسلم فی القبر لایعقبها موت بل یستمر حیًا والانبیاء احیاء فی قبورهم." (فتح الباری ج:۷ ص:۲۲ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپؐ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔“

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”واذا ثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقوّيه من حيث النظر كون الشهداء احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهداء.“

(فتح الباری ج:۶ ص:۳۸۸ دارالنشر الاسلامیہ لاہور)

ترجمہ:...... ”اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے وہ یہ کہ شہدأ نص قرآن کی رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیأ کرام علیہم السلام تو شہدأ سے اعلیٰ اور افضل ہیں (تو بطریق اولیٰ ان کو حیات حاصل ہوگی)۔“

حضرات حنابلہ:

ابن عقیلؒ:

”قال ابن عقيل من الحنابلة هو صلى الله عليه وسلم حى فى قبره يصلى.“ (الروضۃ البہیہ ص:۱۴)

ترجمہ:...... ”(حنابلہ کے مشہور بزرگ) ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضور انورؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔“

عقیدہ حیات النبیؐ اور اکابرین امت:

امام عبدالقاہر البغدادیؒ المتوفی ۴۲۹ھ:

”واجمعوا علی ان الحیٰوۃ شرط فی العلم والقدرۃ والارادۃ والرؤیۃ والسمع وان من لیس بحیّ لا یصح ان یکون عالمًا قادرًا مریدا سامعا مبصرًا وھذا خلاف قول الصالحی واتباعہ من القدریۃ فی دعواھم جواز وجود العلم والقدرۃ والرؤیۃ والارادۃ فی المیت۔“ (الفرق بین الفرق ص:۳۳۷ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ علم، قدرت، ارادہ، دیکھنے اور سننے کے لئے حیات شرط ہے اور اس امر پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ جو ذات حیات سے متصف نہ ہو وہ عالم، قادر، مرید اور سننے، دیکھنے والی نہیں ہوسکتی، منکرین تقدیر میں صالحی اور اس کے پیروکاروں کا قول اس کے خلاف ہے، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ علم وقدرت دیکھنا اور ارادہ کرنا حیات کے بغیر بھی جائز ہوسکتا ہے۔“

امام بیہقیؒ المتوفی ۴۵۸ھ:

”ان اللہ جل ثنائہ رد الی الانبیاء ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء..... الخ۔“ (حیات الانبیاص:۱۴، وفاالوفاج:۲ ص:۱۳۵۲، شرح مواہب زرقانی ج:۵ ص۳۳۲)

ترجمہ:...... ”بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاعلیہم السلام کے ارواح ان کی طرف لوٹا دیئے ہیں، سو وہ اپنے رب

کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔"

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ المتوفی ۹۰۲ھ:

"نحن نؤمن ونصدق بانه صلی اللہ علیه وسلم حیّ یرزق فی قبره وان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا." (القول البدیع ص:۱۷۲ طبع دار الکتاب العربی)

ترجمہ:......"ہم اس بات پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق ملتا ہے اور آپؐ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ:

"حیاة النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علمًا قطعیًا لما قام عندنا من الادلة فی ذٰلک وتواترت به الاخبار الدالة علی ذٰلک." (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت بحوالہ انباء الاذکیاء)

ترجمہ:......"آنحضرت ﷺ کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔"

علامہ سیوطیؒ عقیدہ حیات النبی کے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان من جملة ما تواتر عن النبی صلی اللہ علیه

وسلم حیاة الانبیاء فی قبورهم."(النظم المتناثر من الحدیث المتواتر کذا فی شرح البوستوی. ص:۴ طبع مصر)

ترجمہ:......"یعنی جو چیزیں آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔"

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ:

عقیدہ حیات النبی کے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد صحت الاحادیث انه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره یصلی باذان واقامة."

(منح المنۃ ص:۹۲ طبع مصر)

ترجمہ:......"بلا شبہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔"

ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ:

"فمن المعتقد المعتمد انه صلی الله علیه وسلم حیّ فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون."

(شرح شفاج:۲ ص:۱۴۲ طبع مصر)

ترجمہ:......"قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاؑ کرام علیہم السلام

اپنی قبروں میں، اور اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفیٰ ۱۰۵۲ھ:

"حیات انبیا متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔"

(اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۶۱۳ مطبع منشی نول کشور لکھنو)

ترجمہ:......"حیات متفق علیہ ہے کسی کا اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ المتوفیٰ ۱۲۰۶ھ:

"والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی الله علیه وسلم علی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه حی فی قبره حیوٰة مستقرة ابلغ من حیات الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذ هو افضل منهم بلا ریب وانه یسمع من یسلم علیه."

(بحوالہ اتحاف النبلاء ص:۴۱۵ طبع کانپور)

ترجمہ:......"جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں، جو شہداً کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ بلا شبہ شہداً سے افضل ہیں اور جو شخص

آپؐ پر (عندالقبر) سلام کہتا ہے، آپؐ سنتے ہیں۔"

علامہ قاضی شوکانیؒ المتوفی ۱۲۵۵ھ:

"وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حيّ بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لا يبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت بسائر الموتىٰ، الى ان قال وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيوٰة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال مررت بموسىٰ ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره."

(نیل الاوطار ج:۳ ص:۳۰۵ طبع دارالفکر بیروت)

ترجمہ:...... "بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاءؑ کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے، حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مُردوں کے لئے ثابت ہے (پھر آگے کہا) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداءؑ کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاءؑ اور مرسلین علیہم

السلام کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی؟ اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، امام منذریؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

نواب قطب الدین خان صاحبؒ المتوفی ۱۲۷۹ھ:

"زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔" (مظاہر حق ج:۱ ص:۴۴۵ باب الجمعۃ قبیل فصل الثالث طبع منشی نولکشور لکھنؤ)

مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ المتوفی ۱۳۲۹ھ:

"ان الانبیاء فی قبورھم احیاء."

(عون المعبود ج:۱ ص:۴۰۵ طبع نشر السنہ بوہر گیٹ ملتان)

ترجمہ:......"حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

مولانا ابوالعتیق عبدالہادی محمد صدیق نجیب آبادی الحنفیؒ:

"انھم اتفقوا علی حیوٰته صلی اللہ علیہ وسلم بل حیوٰۃ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام متفق علیھا لا خلاف لاحد فیھا." (انوار المحمود شرح ابی داؤد ج:۱ ص:۶۱۰)

ترجمہ:......"محدثین کرامؒ اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کی حیات متفق علیہا ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات:

"السؤال الخامس:...... ما قولکم فی حیوٰۃ النبی علیه الصلوٰۃ والسلام فی قبرہ الشریف، هل ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین رحمة اللہ علیهم حیوٰۃ برزخیة.

الجواب:......عندنا وعند مشائخنا حیاۃ حضرۃ الرسالة صلی اللہ علیه وسلم حیّ فی قبرہ الشریف وحیوٰته صلی اللہ علیه وسلم دنیویة من غیر تکلیف وھی مختصة به صلی اللہ علیه وسلم وبجمیع الانبیاء صلوٰت اللہ علیهم والشهداء لا برزخیة کما ھی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباہ الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوٰۃ الانبیاء والشهداء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا ویشهد له صلوٰۃ موسیٰ علیه السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدًا حیًّا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة المأخذ بدیعة المسلک لم یُر

مثلها قد طبعت وشاعت فی الناس واسمها آب حیات ای ماء الحیات.....الخ" (المہند علی المفند ص:۱۳، ۱۴، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین ص:۲۲۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ترجمہ:......"پانچواں سوال:...... کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپؐ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب:......ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی حیات دنیا کی سی ہے، بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاؑ علیہم السلام اور شہداءؓ کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ انباہ الاذکیا بحیٰوۃ الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام و شہداءؓ کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے .....الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کا نام آب حیات ہے۔"

حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ الحنفی المتوفی ۱۲۹۷ھ:

”والاحسن ان یقال ان حیاتہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعقبھا موت بل یستمر حیًّا والانبیاء احیاء فی قبورھم.“ (حاشیہ بخاری ج:۱ ص:۵۱۷)

ترجمہ:...... ”بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور باقی حضرات انبیاؑ کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔“

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۲۳ھ:

”قبر کے پاس ...... انبیاؑ کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ج:۱ ص:۱۰۰)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ المتوفی ۱۳۴۶ھ:

”ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم.“

(بذل المجہود باب التشہد ج:۲ ص:۱۱۷)

ترجمہ:...... ”آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر حضرات انبیاؑ کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔“

حضرت مولانا سید محمد انور شاہؒ المتوفی ۱۳۵۲ھ:

”وقد یتخایل ان رد الروح ینا فی الحیٰوۃ رھو یقررھا فان الرّدّ انما یکون الی الحی لا الیٰ الجماد کما

وقع فی حدیث لیلة التعریس یرید بقوله الانبیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط .... الخ."

(تحیۃ الاسلام ص:۳۵، ۳۶ مدنیہ پریس بجنور، یو پی)

ترجمہ:......"کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ روح کا لوٹانا حیات کے منافی ہے حالانکہ ردِّ روح حیات کو ثابت کرتا ہے کیونکہ روح زندہ کی طرف لوٹائی جاتی ہے نہ کہ جماد کی طرف، جیسا کہ لیلۃ التعریس کی حدیث میں ہے (جب سب حضرات سو گئے تھے اور سورج چڑھنے کے بعد بیدار ہوئے اور اس میں ردِّ روح کا ذکر ہے، بخاری ج:۱ ص:۸۳) اور انبیاءً احیاءً سے حضرات انبیاءؑ کے مجموع اشخاص مراد ہیں نہ کہ فقط ارواح (یعنی وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں)۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ان کثیرًا من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی وقرأة القرآن عند الترمذی .... الخ." (فیض الباری ج:۱ ص:۱۸۳ کتاب العلم، باب من اجاب الفتیا طبع مجلس علمی ڈابھیل)

ترجمہ:......"قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے، جیسے اذان و اقامۃ کا ثبوت دارمی کی روایت میں، اور قرأت قرآن کا ترمذی کی روایت میں۔"

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ:

"بیہقی وغیرہ نے حدیث انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں

زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، کذا فی المواہب، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذّذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کو ہر جگہ پکارنا جائز ہے ......الخ''

(نشر الطیب ص:۲۰۸، ۲۰۹ طبع کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور)

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''آپؐ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں۔''

(التکشف ص:۴۴۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ المتوفی ۱۳۶۹ھ:

"ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیّ کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہٖ باذان واقامۃ." (فتح الملہم ج:۳ ص:۴۱۹ باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ المطبعۃ الشہیرۃ بھاندہ پریس جالندھر)

ترجمہ:...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ اپنی جگہ یہ ثابت ہے اور آپؐ اپنی قبر میں اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔''

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ المتوفی ۱۳۷۷ھ:

''آپؐ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداً کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر:۴۴ ج:۱ ص:۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند یوپی)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''وہ (وہابی) وفات ظاہری کے بعد انبیا علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر

ہیں اور یہ (علماء دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارے میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔"

(نقش حیات ج:۱ ص:۱۲۰ مطبوعہ عزیز پبلی کیشنز لاہور)

عقیدہ حیات النبیؐ پر اجماع

علامہ سخاویؒ المتوفی ۹۰۲ھ:

"نحن نؤمن ونصدق بانه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره وان جسده الشريف لا تأكله الارض والاجماع على هذا."

(القول البدیع ص:۱۷۲ طبع دار الکتب العربی)

ترجمہ:......"ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپؐ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔"

منکرین حیات کا حکم:

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

"من انكر الحيوة في القبر وهم المعتزلة ومن نحا نحوهم واجاب اهل السنة عن ذالک."

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۸ ص:۱۰۶)

ترجمہ:......"جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی قبر کی

زندگی کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ ہیں، اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ منکرین حیات اہل سنت میں سے نہیں:

"قد تمسک به من انکر الحیٰوة فی القبر واجیب عن اھل السنة .... ان حیٰوته صلی اللہ علیه وسلم فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیًا."

(فتح الباری ج:۷ ص:۲۲ طبع مصر)

ترجمہ:...... "منکرین حیات فی القبر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے ان کا جواب دیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور آپؐ اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔"

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ نے بھی اس عبارت کو حاشیہ بخاری جلد:۱ صفحہ:۵۱۷ پر نقل اور تسلیم فرمایا ہے۔

اب تک کی گزارشات سے واضح ہوا ہوگا کہ قرآن وسنت اور اکابر علمأ امت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس سے دورِ حاضر کے بعض تجدد پسندوں کے علاوہ کسی نے اختلاف نہیں کیا، وہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیوبند نے "المہند علی المفند" مرتب فرماکر امت کے سامنے یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ علمأ دیوبند اہل سنت کا عقیدہ اس سلسلہ میں بھی وہی ہے جو اسلاف امت کا تھا۔

مگر بایں ہمہ جب شرذمۂ قلیلہ نے اس اجماعی عقیدہ سے اختلاف کرنے

کی کوشش کی تو نہ صرف اس سے بیزاری کا اظہار کیا گیا بلکہ دورِ حاضر کے اساطین امت نے اس مسئلہ کی اہمیت اور حقیقت کو واضح کرتے ہوئے درج ذیل تحریر مرتب فرما کر مشتہر فرمائی اور متفقہ اعلان فرمایا:

مسئلہ حیات النبیؐ کے متعلق دورِ حاضر کے اکابر دیوبند کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان:

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاؑ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں، اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے، اور حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلاواسطہ سنتے ہیں، اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیاتِ انبیاؑ پر ''آبِ حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاؑ میں سے ہیں ان کا رسالہ ''المہند علی المفند'' بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابرِ دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔''

(۱) مولانا محمد یوسف بنوریؒ
مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

(۲) مولانا عبدالحق
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۳) مولانا محمد صادقؒ
سابق ناظم محکمۂ امور مذہبیہ بہاولپور

(۴) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

(۵) مولانا شمس الحق افغانیؒ
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(۶) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(۷) مولانا مفتی محمد حسنؒ
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۸) مولانا رسول خاںؒ
جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

(۹) مولانا مفتی محمد شفیعؒ
مہتمم دارالعلوم کراچی

(۱۰) مولانا احمد علی لاہوریؒ
امیر نظام العلمأ و امیر خدام الدین لاہور

(تلک عشرۃ کاملۃ)

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور جلد:۳ شمارہ:۴ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/ ستمبر ۱۹۶۰ء)
(بحوالہ تسکین الصدور ص:۴۷)

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں، ان کا اکابر علمأ دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علمأ دیوبند سے تعلق نہیں ہے، اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتدأ میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

حیات برزخی موضوع بحث ہے:

س ...... وفات شریف کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے قائل کو منکر کہنا آپ کے نزدیک شرعی طور پر کیسا ہے؟ اور کیا علمأ کی مختلف تحقیقات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا

جاسکتا ہے؟ مثلاً ایک عالم نے دنیاوی زندگی کہا، دوسرے نے برزخی اخروی کہا، تو کیا پہلے کو شرعی طور پر حق ہے کہ وہ دوسرے کو منکر کہے؟

ج …… سوال پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا، اگر صرف تعبیرات کا اختلاف ہو تو نزاع لفظی ہے، اور اگر نتیجہ و مآل کا فرق ہو تو لائق اعتناً ہے، مسئلہ حیات میں حیات برزخی ہی موضوع گفتگو ہے، نفی و اثبات کا تعلق اسی سے ہے، اگر دونوں فریقوں کا مدعا ایک ہی ہو تو نزاع لفظی ہوگا، نہیں تو معنوی ہوگا۔

س …… مجھ جیسے چند نالائقوں کا خیال ہے کہ مسئلہ حیات النبیؐ کے ضمن میں علماً دیوبند نے مولانا حسین علیؒ واں بھچراں کے تلامذہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو مولانا احمد رضا خان نے اکابرین دیوبند سے کیا تھا (یعنی غلط پراپیگنڈہ) آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ج …… ہر شخص کو حق ہے کہ اپنے خیال کو صحیح سمجھے، لیکن اگر وہ خیال حقیقت واقعیہ پر مبنی ہو تو صحیح ورنہ غلط ہوگا، اس ناکارہ کے خیال میں آپ کا خیال حقیقت واقعیہ پر مبنی نہیں۔

روح کا لوٹایا جانا

س …… ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں حیات ہیں پھر اس حدیث شریف کے کیا معنی ہوئے کہ: ''جب کوئی میری قبر پر درود و سلام پڑھتا ہے تو میری روح مجھ پر لوٹا دی جاتی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، سوال یہ ہے کہ جو پہلے سے زندہ ہے، اس پر روح لوٹانا کیا معنی؟ دوسرے یہ کہ آپ کے دربار میں ہر وقت سلام کا نذرانہ پیش ہوتا رہتا ہے تو اس طرح بار بار روح کا دخول وخروج تو ایک طرح کا عذاب ہوگیا (نعوذ باللہ) کیا یہ حدیث صحیح بھی ہے؟

ج …… حافظ سیوطیؒ نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے، اس میں انہوں نے آپ کے سوال کے گیارہ جواب دیئے ہیں لیکن اس ناکارہ کے دل کو ایک بھی نہیں لگا، یا صحیح

الفاظ میں ایک بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس ردّ روح کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر چیز ہے، لیکن یہ ناکارہ یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں تو ایک طرف آدمی متوجہ ہوتا ہے تو دوسری طرف توجہ نہیں رہتی، لیکن برزخ میں باوجود اس کے کہ روح پاک ﷺ مستغرق بہ جمال الٰہی ہے، لیکن وہاں۔ واللہ اعلم۔ ایک طرف توجہ دوسری طرف توجہ سے مانع نہیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں امتی بہ یک وقت سلام پیش کرتے ہیں مگر روح پاک ﷺ ہر ایک کی طرف پوری طرح متوجہ ہے، پس "ردّ اللہ علی روحی" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سلام کرنے والے کی طرف روح پاک کو متوجہ فرما دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ:

س...... اشاعۃ التوحید کی مجلس مقننہ کا فیصلہ ارسال خدمت ہے، جواب طلب یہ بات ہے کہ کیا اس فیصلہ کی زد میں اکابرین دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نہیں آتے جن کا سماع انبیاؑ وحیاتِ انبیاؑ علیہم السلام کا عقیدہ ہے؟ فیصلہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"مجلس مقننہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ:

سماع موتیٰ، کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے،

قرآن میں سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے، جو لوگ بمشیۃ اللہ خرقاً للعادۃ عند القبر سماع کے قائل ہیں وہ کافر نہیں ہیں، اور جو لوگ سماع موتیٰ ہر وقت دور و نزدیک کے قائل ہیں، وہ ہمارے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔"

[illegible signatures]

کیا یہ فیصلہ شرعاً درست ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ صوبیدار اکبر خان۔

ج...... سماعِ موتیٰ کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ صحیح ہے، اور آپ کے مرسلہ پرچہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے، حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص:۸۷، مطبوعہ قرآن محل کراچی)

جب یہ مسئلہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کے زمانے سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے، تو ان میں سے کسی ایک فریق کو کافر قرار دینے والا گمراہ اور خارجی کہلانے کا مستحق ہوگا۔ واللہ اعلم

عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

س:۱...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی کے متعلق امت مسلمہ و اکابرین دیوبند کا عقیدہ کیا ہے؟

س:۲...... جو مقرر اپنی ہر تقریر میں حیات النبیؐ کے انکار پر ضرور بولتا ہے، اور قائلین حیات کو برا کہتا ہے، کیا وہ اہلسنت میں سے ہے؟

س:۳...... کیا واقعی یہ دیوبندی مسلک کے ترجمان ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے؟

س:۴...... کیا عقیدہ حیاۃ النبیؐ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں؟

س:۵...... کیا سماعِ انبیاءؑ اختلافی مسئلہ ہے؟

س:۶...... کیا فتاویٰ رشیدیہ جو کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اصلی ہے؟

س:۷...... منکرینِ حیات اپنے معتقدین کو یہ کہتے ہیں کہ اب دیوبند میں بھی تخریب

کار شامل ہوگئے ہیں، اس لئے وہاں بھی اصل عقیدہ کی مخالفت ہو رہی ہے، اور بریلوی ذہن کے لوگ وہاں شامل ہوگئے ہیں، کیا یہ تاثر ٹھیک ہے؟

س:۸...... مجمع الزوائد و مستدرک وغیرہ میں جو یہ حدیث آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضۂ رسولؐ پر حاضر ہوکر سلام کریں گے، آپؐ ان کا جواب دیں گے، ٹھیک ہے یا نہیں؟

ج...... ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یہ حیات برزخی ہے، جو مشابہ ہے حیات دنیوی کے۔

ج:۲،۳...... حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین کو برا بھلا کہنے والا نہ اہل سنت والجماعت کا ترجمان ہے نہ علمائے دیوبند کا۔

ج:۴...... عقیدۂ حیات قرآن کریم سے بدلالۃ النص اور حدیث سے صراحۃ النص سے ثابت ہے۔

ج:۵...... مجھے اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔

ج:۶...... فتاویٰ رشیدیہ میں سماعِ موتیٰ کی بحث ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں نہیں۔

ج:۷...... "المہند علی المفند" تو بریلویوں کے مقابلہ میں ہی لکھی گئی ہے، جس پر ہمارے تمام اکابر کے دستخط ہیں اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ شرح و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

ج:۸...... یہ روایت صحیح ہے اور صحیح مسلم کی روایت اس کی مؤید ہے۔ واللہ اعلم۔

منکرینِ حیات النبی کی اقتدا؟

س...... ایک عالم یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات برزخی حاصل ہے، بایں صورت کہ آپ علیہ السلام کا جسد مبارک اپنی قبر میں صحیح سالم پڑا ہے، لیکن یہ جسم میت ہے اس میں حیات نہیں ہے، صرف روح کو حیات حاصل ہے، اور روح کا کوئی تعلق

جسدِ انور کے ساتھ نہیں ہے، جو شخص مذکورہ عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھے وہ پکا کافر اور کراڑ (ہندو) ہے، اس بات کا اظہار وہ اپنی اکثر تقاریر میں کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

س۱:...... آیا ایسا عقیدہ رکھنے والے عالم کے ساتھ عقیدت رکھنا جائز ہے؟

س۲:...... آیا اس عقیدے کے حامل امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

س۳:...... ایسے عقیدے کے حامل کی تقاریر سننا شرعاً جائز ہیں یا کہ موجب گناہ؟

س۴:...... اس عقیدے کا اعلانیہ رد کرنا چاہئے یا کہ اس میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے؟

ج...... میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو حیاتِ برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے، اور اس حیات کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہے، جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ میرے اکابرؒ کے نزدیک گمراہ ہے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کی تقریر سننا جائز نہیں، اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

حیات انبیا فی القبور کے منکرین کا حکم

محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

روزنامہ جنگ کراچی ۹ جون ۱۹۹۵ء میں آپ نے لکھا تھا:

"سلف صالحین سے بے اعتمادی"

"س: ایک فرقہ حیات الانبیا فی القبور' سماع موتیٰ' اسی دنیاوی قبر میں حساب وکتاب' تعویذ گنڈہ' واسطے اور وسیلے کے

قائلین کو کافر اور مشرک کہتا ہے اور کہتا ہے کہ حیات انبیا اور حساب وکتاب یہ سب برزخی معاملے ہیں' برزخی قبر ہر انسان کو ملتی ہے' قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں جس کے اندر انسان کو دنیا میں دفن کردیا جاتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ کافر اور مشرک کے فتویٰ کی ابتدا امام احمد بن حنبلؒ سے کرتے ہیں' ان کا کہنا ہے کہ ان عقائد کی ابتدا ان سے ہوئی ہے' اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ سمیت تمام صالحین ان کے کفر وشرک کے فتوے کی زد میں آتے ہیں۔ خدارا جواب عنایت فرمائیں کہ یہ فرقہ مسلمان ہے یا کافر؟

وجہ سوال یہ ہے کہ میرے ایک ماموں جان اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اب وہ کراچی ہی میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوچکے ہیں' میرا ہر وقت انہیں ایصال ثواب اور ان کے لئے دعا مغفرت کرنے کو جی چاہتا ہے مگر ان کے عقائد کی وجہ سے میں جھجکتا ہوں کہ خدانخواستہ یہ فرقہ مسلمان ہی نہ ہو۔

ج۔ یہ فرقہ خارجیوں کے مشابہ ہے کہ تمام اکابر اہل سنت کو حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ کو بھی کافر ومشرک سمجھتا ہے اور ان کے عقائد کا منشا سلف صالحین سے بے اعتمادی اور اپنے جہل پر غرور وپندار ہے۔ عقائد کی کتابوں میں بعض اکابر کا قول ہے کہ جو فرقہ تمام سلف صالحین کو گمراہ کہتا ہو اس کو گمراہ قرار دیا جائے گا اور جو ان سب کو کافر قرار دیتا ہو اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ بہرحال ان کو کافر قرار دینے میں تو احتیاط کی جائے مگر ان کی گمراہی میں شک نہیں۔ آپ اس طرح دعا کیا کریں کہ اگر یہ مسلمان تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی

مغفرت فرمائیں۔"۔

اس جواب کی روشنی میں گویا جو فرقہ حیات انبیا فی القبور' سماع موتیٰ' دنیاوی قبر میں حساب وکتاب' تعویذ گنڈہ اور واسطہ وسیلہ کے قائلین کو مشرک کہے وہ آپ کے نزدیک خارجیوں کے مشابہ ہے اور اس کی گمراہی میں کوئی شک نہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے آپ سے چند سوالات کرنا ہیں۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت اور مستند حوالوں سے جواب مرحمت فرمائیں' وہ سوالات یہ ہیں :

سماع موتیٰ قرآن کی نظر میں

۱ : ------قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا کہ :

"وما انت بمسمع من فی القبور۔"

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۵ سورہ فاطر)

ترجمہ :"اے نبیؐ آپؐ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو نہیں سناسکتے"۔

ایک اور آیت میں ہے :

"فانک لا تسمع الموتٰی۔" (سورہ روم رکوع ۸)

ترجمہ(:"اے نبیؐ) آپ مردوں کو نہیں سناسکتے"۔

سورہ نمل میں بھی اسی طرح کی ایک آیت ہے جو سماع موتیٰ کی نفی کررہی ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے سماع موتیٰ کی نفی کررہی ہیں جب کہ آپ کے جواب (جو کہ جنگ میں شائع ہوا ہے) سے سماع موتیٰ کی تائید ہوتی ہے۔

برائے مہربانی ان آیات کا جو اصل مدعا ہے یعنی ان آیات کا جو اصل مقصد ہے

اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ ان شکوک کا ازالہ ہو سکے جو میرے ذہن میں جنم لے رہے ہیں۔

سماع موتیٰ احادیث کی نظر میں

غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نعشوں کو ایک گڑھے میں ڈالا اور گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا :

" هل وجدتم ما وعد ربكم حقا ۔"

ترجمہ :"تم سے تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا وہ تم نے حق پالیا"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مردوں کو پکارتے ہیں' آپؐ نے فرمایا :

"ما انتم با سمع منهم ولكن لا يجيبون۔"

ترجمہ :"تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔"

یہ واقعہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا گیا تو ام المومنینؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ہرگز نہیں فرمائی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :

"انهم الآن ليعلمون ان ما كنت اقول لهم حق۔"

(بخاری ص ۵۶۷ ج ۲)

ترجمہ :"انہوں نے اب تو وہ حق بات جان لی ہو گی جو میں ان سے کہتا تھا"۔

اور آپ ایسی بات فرما بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"انک لا تسمع الموتی۔"

(بخاری ص۵٦۷ ج۲)

ترجمہ :"یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔"

مذکورہ بالا واقعہ بھی سماع موتیٰ کا انکار کر رہا ہے آپ یہ ہم سے زیادہ جانتے ہوں گے کہ حضرت عائشہؓ کا علمیت میں کیا مقام تھا؟ ان سے بہتر مفسرہ' محدثہ' فقیہہ' خطیبہ سب سے بڑی مورخہ اور سب سے بڑی ماہر انساب شاید دنیا میں اب تک کوئی پیدا نہیں ہوا نہ مردوں میں نہ عورتوں میں' انہوں نے ہی یہ فقہی اصول پیش کیا تھا کہ جو روایت خلاف قرآن ہو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگی یا اس کی تاویل کی جائے گی یا اس کا رد کیا جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے آپ نے یہ فرمایا کہ سماع موتیٰ کے انکاری خارجی ہیں جب کہ یہ تاریخ میں محفوظ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سب سے پہلے سماع موتیٰ کا انکار کیا۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں بھی اس پہلو سے آگاہ کریں جو کہ حضرت عائشہؓ کی نظروں سے اوجھل رہا۔

سماع موتیٰ امام ابو حنیفہؒ کی نظر میں

امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آکر سلام کرکے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے قبر والو! تم کو کچھ خبر بھی ہے اور کیا تم پر اس کا کچھ اثر بھی ہے کہ میں تمہارے پاس مہینوں سے آرہا ہوں اور تم سے میرا سوال صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دعا کرو بتاؤ! تمہیں میرے حال کی کچھ خبر بھی ہے یا تم بالکل

غافل ہو؟

امام ابو حنیفہؒ نے اس کا یہ قول سن کر اس سے دریافت کیا کہ کیا قبر والوں نے کچھ جواب دیا؟ وہ بولا نہیں دیا' امام ابو حنیفہؒ نے یہ سن کر کہا تجھ پر پھٹکار' تیرے دونوں ہاتھ گرد آلود ہو جائیں تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ وہ آواز ہی سن سکتے ہیں پھر ابو حنیفہؒ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی :

"وما انت بمسمع من فی القبور۔"

ترجمہ :"اے نبی تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں نہیں سنا سکتے"۔

(غرائب فی تحقیق المذاہب و تفہیم المسائل ص۱)

یہاں بھی وہی سوال ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بھی سماع موتٰی کے انکاری تھے' پھر بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ ابو حنیفہؒ کا یہ عمل کیسا تھا؟ ذرا وضاحت کے ساتھ سمجھادیں۔

واسطے اور وسیلے

اب میرے سوالات مذکورہ عنوان کے تحت ہوں گے امید ہے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

واسطے اور وسیلے قرآن کی نظر میں

سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ میں اللہ تعالٰی فرمارہے ہیں :" اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں او رجواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہئے کہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں۔ یہ بات تم انہیں سنادو' شاید کہ وہ راہ

راست پالیں۔"

سورہ ق آیت نمبر ۱۶ میں ارشاد ہے :

"ہم نے انسان کو بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اسکے جی میں آتی ہیں اور ہم اس سے اس کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

سورہ اعراف آیت ۱۸۰ میں ارشاد ہے :

"اور اللہ کے تمام نام اچھے ہیں ان ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو"۔

درج بالا تمام آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہے' لیکن ہو سکتا ہے کہ ہماری سمجھ میں کوئی خرابی ہو لہٰذا آپ محترم سے یہ مودبانہ عرض ہے کہ مذکورہ بالا آیات (جو کہ واسطے اور وسیلوں کی نفی کر رہی ہیں) کا درست مفہوم کیا ہے؟

واسطے اور وسیلے احادیث کی روشنی میں

ابو داؤد' نسائی' ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے یہ دعا کی :

"اے اللہ میں آپ سے اس وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد آپ ہی کے لئے ہے آپ کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں' آپ مہربان اور احسان کرنے والے ہیں' زمین و آسمان کے بنانے والے ہیں' اے جلال واکرام والے' اے زندہ' اے

بندوبست کرنے والے میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔"

(ترمذی ص۲۲۹ ج۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا :

"اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب
بھی اس کے ذریعے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے اور جب بھی کوئی
سوال کیا جاتا ہے عطا کیا جاتا ہے۔"

مذکورہ حدیث سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ کو کسی نبی، کسی پیر، کسی فقیر کے واسطہ اور وسیلے کی ضرورت نہیں اور ایسی کوئی دوسری حدیث بھی ہمیں نہیں ملی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ناموں کے علاوہ کسی دوسرے واسطے یا وسیلے کا ذکر کیا ہو۔

لہٰذا آپ سے سوال ہے کہ ہم واسطے یا وسیلے کے قائل ہوں تو کیونکر؟ ذرا تفصیل سے جواب عنایت فرمادیں۔

واسطے اور وسیلے ابو حنیفہؒ کی نظر میں

یہ بات کسی کو درست نہیں کہ دعا مانگے اللہ سے کسی اور وسیلے سے بلکہ چاہئے کہ اللہ ہی کے ناموں اور صفتوں کے ساتھ وسیلہ پکڑے اور یہ بھی نہ کہے کہ مانگتا ہوں تجھ سے بھی فلاں یا ساتھ فرشتوں یا نبیوں کے تیرے اور مثل اس کے'

(در مختار)

لیجئے ابو حنیفہؒ کا فتویٰ بھی حاضر ہے' ہم واسطے اور وسیلے کے قائل ہوں تو کیونکر؟ مؤدبانہ عرض ہے۔

تعویذ گنڈے

محترم مولوی صاحب!

تعویذ گنڈوں کا ثبوت یا ذکر ہمیں قرآن میں نہیں ملتا ہاں احادیث اس کا رد کرتی نظر آتی ہیں مثلاً عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ دم، تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں۔
(ابو داؤد مشکوٰۃ ص۳۸۹)

ہماری ناقص عقل تو یہ کہتی ہے کہ قرآن سراسر راہ ہدایت ہے اور یہ ہدایت ہم اس کو سمجھ کر ہی حاصل کرسکتے ہیں نہ کہ تعویذ بناکر گلے میں ڈالنے سے یا گھول گھول کر پینے سے ویسے ہم ہدایت کے طالب ہیں آپ نے جو اس کے نہ ماننے والوں کو خارجی کہا ہے ضرور آپ کی نظر میں کوئی حدیث، کوئی واقعہ ہوگا براہ مہربانی ہمیں بھی اس سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اور شہد دونوں کے بارے میں فرمایا کہ ان دونوں میں مومنین کے لئے شفا ہے، تو کیا جس طرح ہم قرآن کو گلے میں لٹکائے بازو پر باندھتے ہیں اسی طرح شہد کی بوتلوں کو گلے میں لٹکانے یا بازو پر باندھنے سے شفا مل سکتی ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

دنیاوی قبر میں حساب وکتاب

محترم لدھیانوی صاحب!

مذکورہ بالا عنوان کے تحت میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ دنیاوی قبر میں جو حساب وکتاب کو نہ مانے وہ خارجی کیسے ہے، جب کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

" نطفہ کی بوند سے ہم نے انسان کو پیدا کیا' پھر اس کی تقدیر مقرر کی پھر اس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی' پھر اسے موت دی اور قبر عطا فرمائی"۔

(سورہ عبس آیات ۱۸ تا ۲۱)

جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو قبر (مٹی والی قبر) میسر نہیں آتی کچھ کو جانور بھی کھاجاتے ہیں کچھ پانی میں مرجاتے ہیں کوئی ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے کسی کو لوگ جلادیتے ہیں غرض یہ کہ کثیر تعداد میں لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو دنیاوی قبر میسر نہیں آتی تو پھر قرآن کا یہ دعویٰ کہ ہم انسان کو قبر عطا کرتے ہیں سے کیا مراد ہے؟

میری ناقص عقل یہ کہتی ہے کہ قرآن کا دعویٰ بالکل سچا ہے اور قرآن میں مذکورہ قبر سے مراد برزخی قبر ہے جو ہر ایک کو ملتی ہے اور مردے پر عذاب وراحت کا دور گزرتا ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "آل فرعون کو صبح وشام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے"۔

(سورہ مومنون ۴۵)

فرعون کی لاش آپ دیکھ لیں یورپ میں محفوظ ہے لیکن قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ اسے آگ پر پیش کیا جاتا ہے اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عذاب کا یہ دور اس پر کہاں گزرتا ہے؟

فرعون کی لاش (بدن) کو بچانے کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس آیت ۹۰۔۹۲ میں کیا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔

حیات الانبیا فی القبور

محترم لدھیانوی صاحب! اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ :

"ثم انکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون۔" (مومنون آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ :"دنیاوی زندگی کے بعد تمہیں ایک دن ضرور مرنا ہے اور پھر روز قیامت ہی اٹھایا جانا ہے"۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس اصول کے لئے کسی نبی' ولی' بزرگ کی تخصیص نہیں ہے یہ اصول عام ہے اس میں کوئی استثنٰی نہیں ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

"انک میت وانھم میتون۔" (الزمر-۳۰)

ترجمہ :"بے شک (اے نبیؐ) تم بھی مرنے والے ہو اور ان لوگوں کو بھی موت آنی ہے"۔

یہ آیات ہمیں یہ بتارہی ہیں کہ ہر ذی روح نے موت کا مزا چکھنا ہے' چاہے وہ انبیا ہی کیوں نہ ہوں موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقرر وقت پر سب کو موت آئے گی یا آتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان واضح آیات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ انبیا قبروں میں زندہ ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر انبیا قبروں میں زندہ ہیں تو قرآن کی یہ بات کن لوگوں کے لئے ہے کیا عام لوگوں کے لئے؟ کیونکہ اگر حیات الانبیا فی القبور کو درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیا کو موت آتی ہی نہیں اور اگر آتی بھی ہے تو تھوڑی دیر کے لئے قبر میں جاتے ہی وہ زندہ ہوجاتے ہیں۔

جب کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے ہر مرنے والا قیامت کے دن ہی اٹھے گا۔

حیات الانبیا فی القبور سے متعلق میں ایک واقعہ درج ذیل کررہا ہوں جو کہ بخاری کی ایک طویل ترین حدیث ہے اور واقعہ معراج سے متعلق ہے۔ اس کا آخری

حصہ درج ذیل ہے :

"نبی اکرمؐ نے فرمایا...... جبرئیل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھایئے' میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا ان دونوں نے کہا یہ آپ کا مقام ہے میں نبیؐ) نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپؐ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپؐ نے ابھی پورا نہیں کیا ہے اگر آپؐ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔" (ترجمہ از عبارت ص ۱۸۵ بخاری جلد ۱ مطبوعہ دہلی)

مذکورہ بالا حدیث تو یہ ثابت کر رہی ہے کہ وفات کے بعد نبیؐ مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ اپنے اس گھر میں زندہ ہیں جو جبرئیلؑ نے انہیں معراج کے وقت دکھایا تھا۔

سعید بن مسیبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا' مقام دکھا دیئے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپؐ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپؐ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا آپؐ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آگیا عائشہؓ نے کہا آخری کلمہ جس کے بعد آپؐ نے کوئی بات نہ کی یہ تھا : اللّٰھم

رفیق الاعلیٰ یعنی آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کو ترجیح دی۔"

(بخاری ص ۹۳۹ جلد ۲ مطبوعہ دہلی)

بخاری کی یہ حدیث یہ ثابت کررہی ہے کہ نبیؐ نے اللہ کی ملاقات کو ترجیح دی' اور اس دنیا سے چلے گئے اب اگر ہم انہیں مدینے کی قبر میں زندہ مانیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبیؐ نے دنیا والوں کو ترجیح دی اور ان سے تعلق باقی رکھا۔

براہ مہربانی اس کی وضاحت کردیں کہ ان احادیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ہمارے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو۔

بخاری کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ :

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ابو بکرؓ مکہ سے قریب ایک مقام پر تھے اس وقت حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر زندہ کرے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے (منافقوں کے جو خوشیاں منارہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے' پھر ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان زندگی اور موت دونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ رہے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا' پھر وہ باہر نکل گئے اور عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا اے قسم کھانے والے اتنی تیزی نہ کر۔

الزہریؒ کہتے ہیں کہ ابو سلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا کہ ابو بکرؓ باہر نکلے عمر لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے' اب لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور عمرؓ کو چھوڑ دیا' حمد وثنا کے بعد ابو بکر نے کہا سن رکھو کہ تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا اسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی' پھر قرآن کی یہ آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے :

ترجمہ : محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مرجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو تم الٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا' اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا"۔

(ترجمہ ص۵۱۷ جلد۱ ص۶۴۰ جلد ۲ بخاری)

صحابہ کرامؓ اپنے نبی سے بہت محبت کرتے تھے اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیؐ زندہ ہیں تو کبھی بھی ان کا خلیفہ منتخب نہ کرتے نہ اپنے نبیؐ کی تجہیز و تکفین کرتے نہ ان کو قبر میں اتارتے' بعد میں نہ تو کبھی اجتہاد کی ضرورت پیش آتی نہ رجال کی چھان بین کی' نہ احادیث کی تحقیق میں محنت صرف کرنا پڑتی' جب بھی جس چیز کی ضرورت ہوتی قبر پر پہنچ کر دریافت کرلیتے' ابو بکرؓ ارتداد کے موقع پر وہاں سے رہنمائی لیتے' عمرؓ قحط کے وقت' عثمانؓ فتنہ کے وقت اور حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ جنگ جمل اور صفین کے موقع پر۔

میری ناقص عقل کے مطابق قبر میں مردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے کیونکہ جب کسی قبر پرست کو یہ یقین دلایا جائے کہ قبر میں موجود شخص تیری آواز کو سن نہیں سکتا تیری حاجت کو پورا نہیں کر سکتا بلکہ اس کو تو خود یہ خبر نہیں کہ کب زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو قبر پرست قبر پرستی سے تائب ہو جائے گا۔

محترم لدھیانوی صاحب اس معاملے پر بھی ہماری رہنمائی کیجئے نوازش ہوگی۔

خط انتہائی طویل ہو گیا ہے کیا کریں عقائد کے مسائل تھے جن پر ہماری دوزخ اور جنت کا دار و مدار ہے کیونکہ جس شخص کے عقائد وہ نہ ہوں جو کہ قرآن و حدیث صحیح نے بیان کئے ہیں تو وہ شخص لاکھ نیک اعمال کرتا رہے مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ لیکن یہ چیزیں اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ سب سے پہلی چیز ایمان ہے۔

محترم خط طویل ہے جو کہ آپ کا بہت سا قیمتی وقت لے گا لیکن میں پر امید ہوں کہ آپ جواب ضرور عنایت فرمائیں گے۔

آپ کے روزنامہ جنگ میں دیئے ہوئے جوابات سے جن شکوک و شبہات نے جنم لیا تھا میں انہیں ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں اور میں انتہائی مشکور ہوں گا کہ آپ مجھے جوابات سے مطمئن فرمائیں۔ فقط

تحریم احمد صدیقی مکان نمبر ے۔اے میر فضل ٹاؤن
نزد فضل مسجد والی گلی لطیف آباد نمبر۹

۱۰ دسمبر ۱۹۹۵ء

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و مکرم جناب تحریم احمد صدیقی صاحب!

سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ جناب کا گرامی نامہ میرے ایک تحریر کردہ

جواب کے سلسلہ میں، جو ۹ جون ۱۹۹۵ء کے اخبار جنگ میں شائع ہوا تھا، موصول ہوا، جس میں جناب نے سماع موتیٰ، حیات فی القبور، تعویذ گنڈے اور توسل وغیرہ مسائل کے بارے میں اپنے موقف کے دلائل پیش کر کے مجھے ان کا جواب لکھنے کے بارے میں فرمایا ہے۔

اس ناکارہ نے اس فرقہ کو "خارجی فرقہ کے مشابہ" کہا ہے اس کی وجہ سائل کا یہ فقرہ ہے :

"افسوس کہ یہ لوگ کافر و مشرک کے فتویٰ کی ابتدا امام احمد بن حنبلؒ سے کرتے ہیں، کہ ان عقائد کی ابتدا ان سے ہوئی ہے، اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ سمیت تمام صالحینؒ ان کے فتویٰ کی زد میں آتے ہیں...."

خارجی لوگ بھی اپنے نظریات کے لئے قرآن کے حوالے دیتے تھے، اور صحابہؓ و تابعینؒ، جو ان کے مزعومہ نظریات سے متفق نہیں تھے، ان کو کافر قرار دیتے تھے اگر آپ حضرات بھی امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مسند الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تک اور ان کے بعد کے تمام اکابر و اعاظم پر کافر و مشرک ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں تو بلاشبہ آپ خارجی فرقہ کے مشابہ ہیں، اس صورت میں آپ کے دلائل پر غور کرنا اور آپ کے استدلال کی غلطی واضح کرنا بے سود ہے، کیونکہ حدیث نبویؐ کے مطابق "لا یعرف معروفا ولا ینکر منکرا الا ما اشرب من ھواہ" آپ کسی بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں گے، پس جب کوئی شخص اپنے نظریہ پر اتنا پکا ہو کہ اپنے سوا پوری امت کے اکابر و اعاظم کو کافر و مشرک اور بے ایمان سمجھتا ہو اس سے کسی جزوی مسئلہ پر گفتگو کرنا کارِ عبث ہے، البتہ چند نکات آنجناب کی خدمت میں

پیش کرتا ہوں' ان کی وضاحت فرمادی جائے تو انشاء اللہ آنجناب کے ذکر کردہ مسائل پر بھی معروضات پیش کر کے آنجناب سے دلو انصاف طلب کروں گا' وضاحت طلب امور یہ ہیں :

۱ : ــــــ کیا آپ حضرات ان اکابر امت کو جو "حیات الانبیا فی القبور"" سماع موتٰی' اس قبر میں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے' حساب و کتاب یا سوال و جواب ہونے' تعویذ گنڈے کے جواز اور وسیلہ و توسل کے قائل ہیں' واقعۃً کافر و مشرک سمجھتے ہیں؟ اور شرعاً ان کے وہی احکام ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے ہیں؟

۲ : ـــ ـــ آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تحریر فرمایا ہے :

> "ان سے بہتر مفسرہ' محدثہ' فقیہہ' خطیبہ' سب سے بڑی مورخہ' سب سے بڑی ماہر انساب شاید دنیا میں اب تک کوئی پیدا نہیں ہوا' نہ مردوں میں نہ عورتوں میں"۔

اگر مذکورہ بالا پانچ مسائل میں سے کسی مسئلہ کی وہ بھی قائل ہوں تو کیا وہ بھی آپ حضرات کے نزدیک ــــــ نعوذ باللہ ــــــ کافرہ و مشرکہ ہوں گی؟

۳ : ــــــ جو صحابہ کرامؓ ان مسائل میں آپؐ کے خلاف رائے رکھتے تھے کیا وہ بھی کافر اور مشرک تھے؟

۴ : ــــــ آپ نے اپنے خط میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا دو جگہ حوالہ دیا ہے حالانکہ امام ابو حنیفہؒ حیات فی القبر کے قائل ہیں' اور انہوں نے اس مسئلہ کو عقائد میں ذکر کیا ہے' سوال یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بھی اس عقیدہ کی وجہ سے کافر و مشرک ہوئے یا نہیں؟

۵ : ______ صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک جو حضرات ان پانچ مسائل کے قائل تھے وہ تو آپ کی نظر میں کافر و مشرک تھے' اور جو کافر و مشرک کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہوتا ہے؟ تو کیا چودہ صدیوں کی امت میں کوئی ایسا فرد ہے جو ان مسائل خمسہ کا قائل نہ ہو' یا ان مسائل کے قائلین کو مسلمان نہ سمجھتا ہو' اگر کچھ خوش قسمت افراد ایسے ہیں جو آپ حضرات کے معیار کے مطابق مسلمان ہوں تو ازراہ کرم ہر صدی کے دس دس افراد کے نام لکھ دیجئے۔

٦ : ______ کافر و مشرک کے قول کا بھی اعتبار نہیں' اور اس کی نقل و روایت بھی لائق اعتماد نہیں' تو :

الف : ______ قرآن کریم کا نقل متواتر سے منقول ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ جب کہ ناقلین قرآن یا تو ان مسائل مختلف فیہ میں سے کسی نہ کسی مسئلہ کے قائل ہیں' یا قائلین کو آپ کی طرح کافر و مشرک نہیں سمجھتے' اور اوپر نمبر ۵ میں عرض کرچکا ہوں کہ کافر و مشرک کا کافر نہ سمجھنے والا بھی کافر ہے' گویا چودہ صدیوں کی ساری امت کافر و مشرک تھی' ان کافروں اور مشرکوں کی نقل کی ہوئی کتاب کس طرح لائق اعتماد ہوگی؟ اور اس سے استدلال کرنا کیسے جائز ہوگا؟۔

ب : ______ ٹھیک یہی سوال صحیح بخاری کے بارے میں ہوگا' اس میں بے شمار روایتیں آپ کے کافروں اور مشرکوں سے منقول ہیں' اور صحیح بخاری کی جو سند ہم تک پہنچتی ہے ان میں بھی بہت سے اکابر ایسے ہیں جو آپ کے ان مسائل کے کلاً یا بعضاً قائل ہیں' سوال یہ ہے کہ یہ صحیح بخاری جو کافروں اور مشرکوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی' وہ کس طرح لائق اعتبار ہوسکتی ہے' اور اس سے استدلال کیونکر جائز ہوسکتا ہے بلکہ خود امام بخاریؒ بھی ان مسائل کے کلاً یا بعضاً قائل ہیں' وہ بھی آپ

کے نزدیک کافر و مشرک ہوئے، پھر وہ امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید ہیں، اور صحیح بخاری میں ان سے روایتیں لاتے ہیں، جب کہ امام احمد بن حنبلؒ آپ کے نزدیک سرگروہ مشرکین ہیں، پس ایسے شخص کی کتاب کا کیا اعتبار؟ جو خود بھی مشرک ہو، اور مشرکوں کا شاگرد بھی۔

ج :------حدیث کی تصحیح و تضعیف کا جن اکابر پر مدار ہے وہ ان مسائل خمسہ کے یا تو خود قائل تھے، کلاً او بعضاً، یا کم سے کم ان مسائل کے قائلین کو کافر و مشرک نہیں کہتے تھے، اندریں صورت کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع قرار دینے کی کیا صورت ہوگی؟

۷ :------ جو فرد یا فرقہ پوری امت کو کافر و مشرک تصور کرتا ہو وہ مسلمان کیسے ہوگا؟ اور اسلام کے اصول و فروع کس سے حاصل کرے گا؟

مجھے امید ہے کہ آپ ان سات سوالوں کو اچھی طرح سوچ کر ان کے جوابات رقم فرمائیں گے، پھر آپ کے اصول موضوعہ کی روشنی میں یہ ناکارہ آپ کے مسائل کے بارے میں تبادلہ خیال کرے گا۔ والسلام

قبرِ اقدس پر سماع کی حدود:

س ...... قبر رسول مقبول ﷺ پر کھڑے ہوکر درود شریف پڑھنا حضرات اکابرین دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ خود سماعت فرماتے ہیں، سوال یہ ہے کہ قبر اقدسؐ پر سماع کی حدود کہاں تک ہیں؟

۱:......آیا حجرۂ عائشہؓ کی حدود؟

۲:......حضورؐ کے دور کی مسجد کی حدود؟

۳:......دورِ عثمانی کی مسجد کی حدود جب کہ مسجد کی توسیع کر کے حجرۂ عائشہؓ

کو مسجد میں شامل کیا گیا؟

۴:......موجودہ مسجد؟

۵:......آئندہ توسیع شدہ حدود مسجد؟

۶:......حضورؐ کے دور کا شہر مدینہ؟

۷:......موجودہ شہر مدینہ؟

۸:......آئندہ کا شہر مدینہ؟

ج ...... کہیں تصریح تو یاد نہیں، اکابر سے سنا ہے کہ احاطۂ مسجد شریف میں جہاں سے بھی درود و سلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں، مسجد کی حدود جہاں تک وسیع ہوں گی وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا، اور حجرۂ شریفہ کے قریب سے سلام عرض کرنا اقرب الی الادب والمحبت ہوگا۔

قبر کی شرعی تعریف:

س ...... قبر کی شرعی تعریف کیا ہے؟ اگر اس سے مراد شرعاً وہی زمینی گڑھا ہے تو اس کے قبر شرعی ہونے پر کیا دلائل ہیں؟

۲: منکرین حیات کہتے ہیں کہ یہ گڑھا شرعی طور پر قبر نہیں ہے، ورنہ ان افراد کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہیں جلا دیا گیا یا غرق ہونے کے بعد سمندر کی مچھلیاں کھا گئیں؟

۳: اگر قبر سے شرعی طور پر یہی گڑھا مراد ہے تو ایک صالح کے لئے اس کی فراخی اور برے کے لئے اس کی تنگی ظاہری قبر کی طرح مشاہدے میں کیوں نہیں آتی؟ امید ہے کہ ایک طالب علم کی تسلی کے لئے مفصل اور باحوالہ تحریر فرمائیں گے۔

ج ...... قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں ثواب و عذاب ہوتا ہے، اس کے دلائل بہت ہیں چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

ا:...... "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان العبد اذا وضع

فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعدانه الحدیث." (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

میت کو اسی قبر میں رکھا جاتا ہے اسی میں وہ لوٹنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اسی میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسی قبر میں اسے بٹھاتے ہیں۔

۲:......"خرج النبی صلی الله علیه وسلم وقد وجبت الشمس فسمع صوتاً، فقال: یهود تعذب فی قبورها." (بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی قبروں سے عذاب کی آواز سن کر فرمایا تھا کہ یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔

۳:......"مر النبی صلی الله علیه وسلم علی قبرین فقال انهما لیعذبان...... الخ." (بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی قبروں پر گزرے تھے اور انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔

۴:...... "بینما النبی صلی الله علیه وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذحادت به فکادت تلقیه واذا اقبرة ستة اوخمسة او اربعة...... فقال: ان هذه الامة تبتلیٰ فی قبورها، فلولا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه ......الخ."

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

اسی ظاہر قبر کے عذاب سے آپ کی سواری بدکی تھی، اور انہی قبروں میں ان لوگوں کو عذاب دیا جارہا تھا اور انہی قبروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ قبر کا جو عذاب میں سن رہا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دیتا۔

۵:......"قولی: السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین۔"
(صحیح ص:۳۱۴، ج:۱)

"السلام علیکم یا اھل القبور۔" (ترمذی ص:۱۲۵ ج:۱)

"السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔" (ابوداؤد ص:۱۰۵، ج:۳)

انہی قبور میں جانے والوں کو السلام علیکم کہنے کا حکم ہوا، اور انہی قبور کو "دار قوم مؤمنین" فرمایا گیا۔

قبر کا عذاب وثواب عالمِ غیب کی چیز ہے اس لئے اس کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا، جس طرح خواب کے احوال بیداری والوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دفن نہیں کیا جاتا کیا بعید ہے کہ ان کے لئے فضا ہی کو قبر بنا دیا جائے، بہرحال عذابِ قبر کا انکار کرنا یا نصوص کے برخلاف "قبر" میں تاویلیں کرنا تقاضائے ایمان وانصاف کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم

عذابِ قبر کے اسباب

س...... جناب مولانا صاحب مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں نے جب سے مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۱ء کے اخبار جنگ میں یہ خبر پڑھی:

"دو مرتبہ لحد کی زمین مل گئی، تیسری مرتبہ سانپ اور بچھو نکل آئے"۔

"دو سانپوں نے میت سے لپٹ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ راولپنڈی کے قریب ایک میت کی عبرت انگیز تدفین"۔

"راولپنڈی (جنگ رپورٹ) چند روز قبل پیرودھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابلِ یقین واقعہ نے ایک میت کی تدفین کیلئے آنے والے سیکڑوں افراد پر

رقت طاری کر دی۔ تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میت کو جونہی قبر میں اتارا گیا' لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود ایک عالم دین کی ہدایت پر دوسری قبر کھودی گئی' مگر پھر ویسے ہی ہوا۔ اس پر تمام لوگوں نے استغفار کا ورد شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر دوبارہ لحد کھودنے کی کوشش کی گئی تو اس جگہ سے سانپ' بچھو اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی ابلتا ہے۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر میت کو قبر میں اتار دیا گیا۔ میت کے قبر میں رکھتے ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اوپر سے اور دوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی جیسے اسے کسی آرے سے چیر دیا گیا ہو۔ یہ منظر دیکھتے ہی میت کے ہمراہ آنے والے سیکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا''۔

میں عجیب کیفیت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اور سوچتا رہتا ہوں کہ اس آدمی نے ایسے کون سے گناہ کئے ہوں گے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی سزا دی' حالانکہ آج کل کے معاشرے میں گناہ عام ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن آخر کیا وجہ تھی جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی؟ بے شک اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے لیکن اگر اس کے بارے میں کسی کتاب میں یا آپ کے علم میں ہو تو ضرور بتائیں۔

ج ...... عذاب قبر کا سبب کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے۔ جو شخص کسی سنگین کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور توبہ کئے بغیر مر جائے وہ قبر کے ہولناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ خصوصاً جو شخص کسی اعلانیہ گناہ کا بغیر کسی جھجک کے مرتکب ہو' احکام شرعیہ کی تحقیر کرے یا کمزوروں کے حقوق پامال کرے' اس کے بارے میں زیادہ اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ احادیث و روایات میں

بہت سے اہل معاصی کا عذاب قبر میں مبتلا ہونا مذکور ہے ۔ان سے چند واقعات نقل کرتا ہوں:

۱۔چغل خوری: ۲۔اور پیشاب سے پرہیز نہ کرنا:

بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قبروں والوں کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہوتا) ایک تو چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔

اس مضمون کی احادیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہیں۔

۳۔کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا:

متعدد احادیث میں یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک جہاد میں ایک صاحب نے (جس کا نام محلم بن جثامہ تھا) کسی شخص کو باوجود اس کے کلمہ پڑھنے کے قتل کر دیا۔چند دن بعد قاتل کا انتقال ہو گیا تو زمین نے اس کی لاش اگل دی ۔متعدد بار دفن کیا گیا' لیکن زمین ہر بار اس کی لاش کو اگل دیتی تھی ۔ آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ زمین تو اس سے برے لوگوں کو بھی چھپالیتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ منظر تم کو اس لئے دکھایا تاکہ تم کو آپس کی حرام چیزوں (جان ومال اور عزت و آبرو) کو پامال کرنے کے بارے میں نصیحت و عبرت ہو۔

(بیہقی: دلائل نبوت ص ۳۰۹ جلد ۶' مصنف عبدالرزاق ص ۱۷۳ ج ۱۱' ابن ماجہ ص ۲۸۱' مجمع الزوائد ص ۲۹۴ جلد ۷)

۴۔آنحضرت ﷺ کے نام پر جھوٹ بولنا:

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے نام پر

جھوٹ بولا تھا' ان کی لاش کو بھی زمین نے قبول نہیں کیا' بلکہ باہر اگل دیا۔

(صحیح بخاری ص ۵۱۱ جلد ا صحیح مسلم ص ۳۷۰ ج ۲' بیہقی' دلائل نبوت ص ۲۴۵ جلد ۶)

۵۔جھوٹی افواہیں پھیلانا:

صحیح بخاری میں آنحضرت ﷺ کا ایک طویل خواب مذکور ہے۔ (اور انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے) جس میں برزخ کے بہت سے مناظر دکھائے گئے۔اسی میں ہے کہ جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ زنبور سے اس کا ایک کلا گدی تک چیرا جارہا ہے' پھر دوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ اتنے میں پہلا کلا ٹھیک ہو جاتا ہے اس کو پھر چیرتے ہیں۔قیامت تک اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔

۶۔قرآن کریم سے غفلت:

قرآن کریم سے غفلت کرنے والے کے بارے میں دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے' ایک شخص بڑا بھاری پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا ہے' وہ پتھر سے اس کے سر کو اتنے زور سے پھوڑتا ہے کہ وہ پتھر لڑھک کر دور جاگرتا ہے وہ شخص دوبارہ پتھر اٹھا کر لاتا ہے اتنے میں اس کا سر ٹھیک پہلے کی طرح ہو چکا ہوتا ہے۔قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔

۷۔زنا:

زنا کار مردوں اور عورتوں کو ایک غار میں دیکھا جو تنور کی طرح نیچے سے فراخ اور اوپر سے تنگ ہے۔اس میں آگ جل رہی ہے' جب آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو وہ لوگ تنور کے منہ تک آجاتے ہیں اور جب آگ نیچے بیٹھتی ہے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے ہیں' قیامت تک ان کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔

۸۔سود کھانا:

سود خور کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ خون کی نہر میں کھڑا ہے۔اور ایک شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہے۔جس کے سامنے بہت سے پتھر ہیں۔جب وہ سود خور خونی نہر کے کنارے پر آنا چاہتا ہے تو کنارے پر کھڑا شخص ایک پتھر اٹھا کر زور سے اس کے منہ پر مارتا ہے اور وہ پھر اپنی پہلی جگہ چلا جاتا ہے۔قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔

امام بیہقی نے دلائل نبوت (صفحہ ۳۹۲' ج ۲) میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔جس میں چند مناظر کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں دکھائے گئے۔(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے نشر الطیب (صفحہ ۵۰ ' مطبوعہ تاج کمپنی) میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے)وہ مناظر حسب ذیل ہیں۔

۹۔حلال چھوڑکر حرام کھانے والے:

فرمایا' میں نے دیکھا کہ کچھ خوان رکھے ہیں جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر ان پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا بدبو دار گوشت رکھا ہے۔ان پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

۱۰۔سود کھانے والے:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں۔جب ان میں سے کوئی شخص اٹھنا چاہتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے۔جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔

۱۱۔یتیموں کا مال کھانے والے :

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ جن کے ہونٹ اونٹوں کے سے ہیں اور وہ آگ کے انگارے نگل رہے ہیں جو ان کے اسفل سے (پاخانے کی جگہ سے) نکل رہے ہیں ۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں ۔

۱۲۔بد کار عورتیں :

آگے دیکھا کہ کچھ عورتیں پستانوں سے بندھی لٹک رہی ہیں ۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ زنا کرنے والی بدکار عورتیں ہیں ۔

۱۳۔چغل خور عیب چین :

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں کہ جن کے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا انہی کو کھلایا جاتا ہے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ غیبت کرنے والے ' چغل خور اور عیب چین لوگ ہیں ۔

امام بیہقیؒ نے دلائل نبوت (صفحہ ۳۹۸' جلد ۲) میں واقعات معراج ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے ۔(جسے نشر الطیب میں واقعہ ششم کے ذیل میں نقل کیا ہے) اس میں مندرجہ ذیل مناظر کا ذکر ہے :

۱۴۔نماز فرض سے روگردانی کرنے والے :

فرمایا کہ پھر ایک قوم پر گزر ہوا' جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں ۔ اور جب وہ کچلے جاچکتے ہیں تو پہلی حالت پر ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے روگردانی اور سستی کرتے ہیں ۔

۱۵۔زکوٰۃ نہ دینے والے :

فرمایا ' پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے

لپٹے ہوئے تھے اور وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے۔اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے مالوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور آپ ﷺ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۶۔غیر عورتوں سے آشنائی کرنے والے:

فرمایا، پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا، جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بیوی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس جائے۔اسی میں وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس جائے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

۱۷۔لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے والا:

فرمایا، پھر ایک شخص پر گزر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے۔وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا۔اور وہ اس میں اور لا لا کر لادتا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں جن کے ادا کرنے پر وہ قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادتا چلا جاتا ہے۔

۱۸۔فتنہ انگیز خطیب اور واعظ:

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب کٹ چکتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہو

جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ انگیز خطیب اور واعظ ہیں۔

۱۹۔ بڑی بات کہہ کر نادم ہونے والا:

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل نکلتا ہے پھر وہ بیل دوبارہ اندر جانا چاہتا ہے مگر نہیں جا سکتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے' پھر نادم ہو کر اس کو واپس لینا چاہے' مگر اس کے واپس لینے پر قادر نہیں۔

۲۰۔ ملاوٹ کرنے والا:

حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اور حافظ جلال الدین سیوطی نے شرح صدور میں حافظ ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا تھا اتنے میں کچھ لوگ آئے اور ذکر کیا کہ ہم لوگ حج کے لئے آئے تھے' ہمارے ایک رفیق کا انتقال ہو گیا' ہم نے اس کے لئے قبر کھودی اور لحد بنائی' جب لحد سے فارغ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس میں ایک کالا ناگ بیٹھا ہے وہ اتنا بڑا تھا اس نے پوری لحد بھر رکھی تھی۔ ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی کالا ناگ موجود تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کالا ناگ اس کے گلے کا طوق ہے جو اس کو پہنایا جائے گا۔ جاؤ! جو قبریں تم نے کھود رکھی ہیں انہی میں سے کسی میں دفن کر دو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' اگر تم اس کی قبر کے لئے ساری زمین بھی کھود ڈالو تو یہ کالا ناگ تمہیں ہر جگہ موجود ملے گا۔ چنانچہ ہم واپس گئے اور مردے کو انہی

گڑھوں میں سے ایک میں دفن کر دیا۔ جب ہم حج سے واپس لوٹے تو ہم نے اس کا سامان اس کے گھر پہنچایا اور اس کا قصہ سنایا اور اسکی بیوی سے پوچھا کہ یہ شخص کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے بتایا کہ غلہ فروخت کرتا تھا۔ روزانہ گھر کی ضرورت کا غلہ نکال لیتا اور اتنی مقدار چھٹائی کا بھوسہ خرید کر اس میں ملا دیا کرتا تھا۔ (کتاب الروح ص ۱۲۳' شرح صدور ص ۷۵)

۲۱۔ماں کی گستاخی کرنے والا:

حافظ سیوطی ؒ نے شرح صدور میں' اصبہانی کی ترغیب و ترہیب کے حوالے سے عوام بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک قبیلے میں گیا۔ اس کے قریب ایک قبرستان ہے۔ عصر کے بعد کا وقت ہوا تو ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور باقی بدن انسان جیسا تھا۔ اس نے تین مرتبہ گدھے کی سی آواز نکالی' پھر قبر بند ہو گئی۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ شخص شراب نوشی کیا کرتا تھا جب شام ہوتی تو اس کی والدہ اس کو کہا کرتی کہ بیٹا! اللہ سے ڈرو' اس کے جواب میں یہ کہتا کہ تو گدھے کی طرح ہینکتی ہے۔ یہ شخص عصر کے بعد مرا' اسی دن سے آج تک روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے اور وہ گدھے کی طرح تین مرتبہ ہینکتا ہے' اس کے بعد اس کی قبر بند ہو جاتی ہے۔

۲۲۔ بغیر طہارت کے نماز پڑھنے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے والا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بندے کو قبر میں سو کوڑے لگانے کا حکم ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال و دعا کرتا رہا۔ بالآخر تخفیف ہوتے ہوتے ایک کوڑارہ گیا۔ اس کے کوڑا لگا تو پوری قبر آگ سے بھر گئی۔ جب یہ عذاب ختم ہوا اور اسے ہوش آیا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کس گناہ پر مجھے کوڑا لگایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ تو نے ایک دن نماز

بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تو ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا، مگر تو نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (مشکل الآثار ص ۱۳۱ ج ۴)

۲۳۔ صحابہ کرامؓ کو برا کہنے والا:

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا، میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک بڑا بھاری سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے۔ میں واپس آگیا۔ اس کو غسل نہیں دیا، پس لوگوں نے ذکر کیا کہ یہ شخص صحابہ کو برا کہا کرتا تھا۔

(کتاب الروح ص ۱۲۴، شرح صدور ص ۷۵)

اس قسم کے اور بہت سے واقعات کتاب الروح اور شرح صدور میں نقل کئے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں ان اسباب کو تفصیل سے لکھا ہے جو عذاب قبر کا سبب ہیں۔ یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"نواں مسئلہ: سائل کا یہ سوال کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے قبر والوں کو عذاب ہوتا ہے"۔

"اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک مجمل اور ایک مفصل۔

مجمل جواب: تو یہ ہے کہ اہل قبور کو عذاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے جہل پر، اس کے حکم کو ضائع کرنے پر اور اسکی نافرمانیوں کے ارتکاب پر۔ پس اللہ تعالیٰ ایسی روح کو عذاب نہیں دیتے جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتی ہو۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہو اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتی ہو۔ اور نہ ایسے بدن کو عذاب دیتے ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ روح ہو، کیونکہ قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب بندے پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کا اثر ہے۔ پس جس شخص نے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو غضب ناک اور ناراض کیا پھر توبہ کئے بغیر مر گیا تو جس قدر اس نے اللہ

تعالیٰ کو ناراض کیا تھا اسی کے بقدر اس کو برزخ میں عذاب ہو گا۔پس کوئی کم لینے والا ہے اور کوئی زیادہ لینے والا۔کوئی تصدیق کرنے والا ہے اور کوئی تکذیب کرنے والا۔

رہا مفصل جواب : تو آنحضرت ﷺ نے ان دو شخصوں کے بارے میں بتایا' جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا کہ ایک چغل خوری کر کے لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا تھا اور دوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔پس موخر الذکر نے طہارت واجبہ کو ترک کیا' اور اول الذکر نے اپنی زبان سے ایسے سبب کا ارتکاب کیا جو لوگوں کے درمیان فتنہ اور شرانگیزی کا باعث ہو' اگرچہ وہ سچی بات ہی نقل کرتا تھا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص جھوٹ طوفان اور بہتان تراشی کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ ڈالنے کا سبب بنے اس کا عذاب چغل خور سے بھی بڑھ کر ہے' جیسا کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرنے میں اس پر تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کا تارک ہو کہ پیشاب سے صفائی حاصل کرنا جس کے واجبات وشروط میں سے ہے' اس کا وبال اس سے بھی بڑا ہو گا۔

اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں اس شخص کا قصہ گزر چکا ہے کہ جس کی قبر پر ایک کوڑا مارا تو وہ آگ سے بھر گئی۔کیونکہ اس نے ایک نماز بغیر طہارت کے پڑھی تھی اور وہ مظلوم کے پاس سے گزرا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی تھی۔

اور صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کی حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے عذاب کا ذکر ہے۔نیز اس شخص کے عذاب کا جو قرآن پڑھ کر رات کو سو رہتا ہے اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا۔نیز بدکار مردوں اور عورتوں کا عذاب اور سود کھانے والے کا عذاب جن کا آنحضرت ﷺ نے برزخ میں مشاہدہ فرمایا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے' جس میں بڑے پتھر

کے ساتھ ان لوگوں کے سر پھوڑنے کا ذکر ہے جو نماز میں سستی کیا کرتے تھے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے کہ وہ جہنم کے زقوم اور پتھروں کو چر رہے تھے۔ اور جو زناکاری کی وجہ سے سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے تھے اور فتنہ پرور گمراہ کرنے والے خطیبوں اور واعظوں کا ذکر ہے جن کے ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے۔

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے جن میں چند اہل جرائم کے عذاب کا ذکر ہے۔ بعض کے پیٹ کوٹھریوں جیسے تھے اور آل فرعون (جہنمیوں) کے قافلے ان کو روند رہے تھے۔ یہ سود کھانے والے ہیں۔ بعض کے منہ کھول کر ان میں آگ کے انگارے ٹھونسے جا رہے تھے جو ان کے اسفل سے نکل جاتے تھے۔ یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں، بعض عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی تھیں، یہ بدکار عورتیں ہیں۔ بعض کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کر انہی کو کھلایا جا رہا تھا، یہ غیبت اور عیب چینی کرنے والے ہیں۔ بعض کے تانبے کے ناخن ہیں جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتایا کہ جس غلام نے خیبر کے مال غنیمت سے ایک چادرہ چرا لیا تھا، وہ چادرہ اس کی قبر میں بھڑکتی ہوئی آگ بن گیا، باوجودیکہ مال غنیمت میں خود اس کا بھی حق تھا۔ اب غور کیجئے کہ جو شخص دوسرے کا مال ناحق ہڑپ کر جائے جس میں اس کا کوئی حق نہیں، اس کا کیا حال ہوگا؟

خلاصہ: یہ کہ قبر کا عذاب دل، آنکھ، کان، منہ، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور پورے بدن کے گناہوں پر ہے۔ پس جن لوگوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) چغل خور (۲) جھوٹ بولنے والا (۳) غیبت کرنے والا (۴) جھوٹی گواہی

دینے والا (۵) کسی پاکدامن پر تہمت لگانے والا (۶) لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد ڈالنے والا (۷) لوگوں کو بدعت کی طرف بلانے والا (۸) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ایسی بات کہنے والا جس کا اس کو علم نہیں (۹) اپنی گفتگو میں گپ تراشی کرنے والا (۱۰) سود کھانے والا (۱۱) یتیموں کا مال کھانے والا (۱۲) رشوت بھتہ وغیرہ کے ذریعہ حرام کھانے والا (۱۳) مسلمان بھائی کا مال ناحق کھانے والا (۱۴) اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری کا مال ناحق کھانے والا (۱۵) نشہ پینے والا (۱۶) ملعون درخت کا لقمہ کھانے والا (۱۷) زانی (۱۸) لوطی (۱۹) چور (۲۰) خیانت کرنے والا (۲۱) عہد شکنی کرنے والا (۲۲) دھوکہ دہی کرنے والا (۲۳) جعل سازی اور مکروفریب کرنے والا (۲۴) سود لینے والا (۲۵) سود دینے والا (۲۶) سود کی تحریر لکھنے والا (۲۷) سود کی گواہی دینے والا (۲۸) حلالہ کرنے والا (۲۹) حلالہ کرانے والا (۳۰) اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ساقط کرنے اور حرام چیزوں کا ارتکاب کرنے کے لئے حیلے کرنے والا (۳۱) مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والا (۳۲) ان کے عیوب کی ٹوہ لگانے والا (۳۳) حکم الٰہی کے خلاف فیصلے کرنے والا (۳۴) شریعت کے خلاف فتوے دینے والا (۳۵) گناہ اور ظلم کے کام میں دوسرے کی مدد کرنے والا (۳۶) کسی کو ناحق قتل کرنے والا (۳۷) اللہ کے حرم میں الحاد اور کجروی اختیار کرنے والا (۳۸) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے حقائق کو بدلنے والا (۳۹) اسماء الٰہی میں کجروی اختیار کرنے والا (۴۰) اپنی رائے کو اپنے ذوق کو اور اپنی سیاست کو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر مقدم کرنے والا (۴۱) نوحہ کرنے والی عورت (۴۲) نوحہ کو سننے والا (۴۳) جہنم میں نوحہ کرنے والے 'یعنی راگ گانے والے' سننے والے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۴۴) راگ سننے والے (۴۵) قبروں پر عمارتیں بنانے والے اور ان پر قندیلیں اور چراغ روشن کرنے والے (۴۶) ناپ تول میں کمی کرنے

والے کہ جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب لوگوں کو دیتے ہیں توکم دیتے ہیں (۴۷) جبار اور سرکش لوگ (۴۸) متکبرلوگ (۴۹) ریاکار لوگ (۵۰) لوگوں کی عیب چینی کرنے والے (۵۱) ناحق کا جھگڑا اور کٹ حجتی کرنے والے (۵۲) سلف صالحین (صحابہ ؓ وتابعین ؒ اور ائمہ دین پر طعن کرنے والے (۵۳) جو لوگ کاہنوں' نجومیوں اور قیافہ شناسوں کے پاس جاتے ہیں' ان سے سوال کرتے ہیں اور جو کچھ یہ لوگ بتائیں اس کو سچ جانتے ہیں (۵۴) ظالموں کے مددگار' جنہوں نے اپنی آخرت کو دوسروں کی دنیا کے عوض بیچ دیا۔ (۵۵) وہ شخص کہ جب تم اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نصیحت کرو تو باز نہ آئے اور جب اس کے جیسی مخلوق سے ڈراؤ اور بندوں کا خوف دلاؤ تو باز آجائے (۵۶) وہ شخص کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کے حوالے سے ہدایت کی جائے تو ہدایت پر نہ آئے اور اس کی طرف سر اٹھاکر بھی نہ دیکھے اور جب اس کو کسی ایسے شخص کی بات پہنچے جس کے ساتھ وہ حسن ظن رکھتا ہے (حالانکہ وہ صحیح بات بھی کہہ سکتا ہے اور غلط بھی) تو اس کی بات کو خوب مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کی مخالفت نہ کرے (۵۷) وہ شخص کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو اس سے متاثر نہ ہو' بلکہ بسا اوقات اس سے گرانی محسوس کرے۔ اور جب وہ شیطان کا قرآن (یعنی گانا اور قوالی) سنے' جو زنا کا منتر اور نفاق کا مادہ ہے تو اس کا جی خوش ہو جائے اور اس پر اس کو وجد آنے لگے اور اس کے دل سے خوشی کے مظاہر پھوٹنے لگیں اور اس کا جی چاہے کہ گانے والا بس گاتا ہی جائے' خاموش نہ ہو۔ (۵۸) اور ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر توڑ ڈالے (اور توڑنے کی پروا نہ کرے' لیکن یہی شخص اگر کسی بہادر کی قسم کھالے یا اپنے شیخ سے بری ہونے کی قسم کھالے یا اپنے کسی عزیز وقریب کی قسم کھالے' یا جوانمردی کی قسم کھالے' یا کسی ایسے شخص کی زندگی کی قسم کھائے جس سے وہ

محبت رکھتا اور اس کی تعظیم کرتا ہے تو قسم کھانے کے بعد اس کو توڑنے کے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہ ہو' خواہ اس کو کتنا ہی ڈرایا دھمکایا جائے۔ (۵۹) کھلے بندوں گناہ کرنے والا' جو اپنے گناہ پر فخر کرے اور اپنے ہجولیوں کے مقابلہ میں کثرت سے اس گناہ کو کرے۔ (۶۰) ایسا شخص جس کو تم اپنے مال اور اہل وعیال پر امین نہ بنا سکو (۶۱) ایسا بدخلق اور بد زبان آدمی کہ لوگ اس کی بدزبانی اور شر سے ڈرتے ہوئے اس کو منہ نہ لگائیں۔ (۶۲) جو شخص کہ نماز کو آخری وقت تک موخر کر دے اور جب نماز پڑھے تو چار ٹھونگے لگا لے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے مگر بہت کم۔ (۶۳) جو شخص کہ خوش دلی کے ساتھ زکوۃ ادا نہ کرے (۶۴) حج کی وسعت کے باوجود حج نہ کرے (۶۵) قدرت کے باوجود اپنے ذمہ کے حقوق ادا نہ کرے (۶۶) جو شخص دیکھنے میں' بولنے میں' کھانے پینے میں' چلنے پھرنے میں احتیاط اور پرہیز گاری سے کام نہ لے (۶۷) جو شخص مال کے حاصل کرنے میں اس کی پروا نہ کرے کہ حلال سے آیا ہے یا حرام سے؟ (۶۸) جو شخص صلہ رحمی نہ کرے' نہ مسکین پر رحم کرے' نہ بیوہ پر' نہ یتیم پر' نہ جانوروں اور چوپاؤں پر' بلکہ یتیم کو دھکے دے' مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دے' لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے اور برتنے کی چیزوں سے بھی لوگوں کو منع کرے۔ (۶۹) اور جو شخص کہ اپنے عیب کے بجائے لوگوں کے عیوب میں اور اپنے گناہ کے بجائے لوگوں کے گناہوں میں مشغول ہو' پس ان تمام لوگوں کو اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو ان جرائم پر قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ ان جرائم کی قلت وکثرت اور صغیرہ وکبیرہ ہونے کے مطابق چونکہ اکثر لوگ ان جرائم کے مرتکب ہیں اس لئے اہل قبور کی اکثریت عذاب قبر میں مبتلا ہے اور عذاب قبر سے نجات پانے والے بہت کم لوگ ہیں۔ پس قبریں باہر سے مٹی نظر آتی ہیں لیکن ان کے اندر حسرتیں ہیں اور عذاب ہے۔ باہر مٹی اور منقش پتھروں سے بنی ہوتی ہیں' لیکن ان کے اندر مصائب کے پہاڑ اور

سانپوں اور بچھوؤں کی بھرمار ہے۔ وہ حسرتوں میں ایسی ابل رہی ہیں' جیسے ہنڈیا ابلتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اہل قبور کے درمیان اور ان کی خواہشوں اور آرزوؤں کے درمیان دیوار حائل ہوگئی ہے۔ اللہ کی قسم! قبریں ایسا وعظ کہہ رہی ہیں' کہ انہوں نے کسی واعظ کے لئے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑی اور وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ:

"اے دنیا کے آباد کرنے والو! تم ایسے گھر کو آباد کر رہے ہو جو بہت جلد زوال پذیر ہے اور تم اس گھر کو ویران کر رہے ہو جس میں تم بڑی تیزی سے منتقل ہو رہے ہو۔ تم نے ان گھروں کو آباد کیا جن کے منافع اور سکونت دوسروں کے لئے ہے اور تم نے ان گھروں کو ویران کیا کہ تمہاری رہائش ان کے سوا اور کہیں نہیں' یہ گھر دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا ہے' یہاں اعمال امانت رکھے جاتے ہیں' یہ کھیتی کا بیج ہے' یہ عبرتوں کا محل ہے۔ "جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے' یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"۔ (یہ آخری فقرہ حدیث پاک کا ایک جملہ ہے)۔ ابن قیمؒ کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

عذاب قبر کے سلسلہ میں چند ضروری گزارشات

۱۔ اللہ کی پناہ! قبر کے عذاب کا منظر بڑا ہی ہولناک اور خوفناک ہے۔ بندے کو چاہئے کہ اپنی قبر سے غافل نہ ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو عذاب قبر کا موجب ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر پر جاتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ عرض کیا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے جتنا اس سے روتے ہیں۔ فرمایا' کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد خود سنا ہے کہ:

فقال ان رسول اللہ ﷺ قال ان القبر اول منزل من منازل الآخرۃ فان نجیٰ منہ، فما بعدہ ایسر منہ ان لم ینج منہ فما

بعده اشد منه قال وقال رسول اللہ ﷺ ما رأیت منظراً اقط الا والقبر افظع منه رواه الترمذی وابن ماجه.(مشکوٰۃ ص ۲۶)

ترجمہ :"قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔پس اگر اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں ان شاء اللہ اس سے زیادہ آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے بھی مشکل ہوں گی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ ہولناک نہیں دیکھا"۔

(ترمذی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ ص ۲۶)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

عن عائشة رضی اللہ عنها ان یهودیة دخلت علیها فذکرت عذاب القبر فقالت لها اعاذك اللہ من عذاب القبر فسألت عائشة رسول اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما رأیت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلوٰة الاتعوذ باللہ من عذاب القبر متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۲۵)

ترجمہ :"ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے پناہ میں رکھیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس یہودی عورت کا قصہ آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ ہاں! عذاب قبر برحق ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے کوئی ایسی نماز پڑھی ہو جس میں عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو"۔(مشکوٰۃ ص ۲۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ:

ويل لأهل المعاصى من اهل القبور تدخل عليهم في قبورهم حيات سود، اودهم حية عند رأسه وحية عند رجليه يقر صانه حتى يلتقيا في وسطه فذلك العذاب في البرزخ الذى قال الله تعالى (ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون) (تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۵ ج ۳)

ترجمہ: "ہلاکت ہے اہل قبور میں سے اہل معاصی کو' کالے سانپ ان کی قبروں میں داخل ہوتے ہیں۔ایک سانپ سر کی جانب سے اور دوسرا سانپ پاؤں کی جانب سے' دونوں طرف سے مردے کو کاٹتے ہیں' یہاں تک کہ درمیان میں آکر مل جاتے ہیں۔ (اور مردے کے دو ٹکڑے کر دیتے ہیں) پس یہ ہے برزخ کا وہ عذاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' "اور ان کے ورے ایک آڑ ہے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں گے"۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۵' ج ۳)

۲۔عذاب قبر کا تعلق چونکہ دوسرے جہان سے ہے' جس کو برزخ کہا جاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا سے پردۂ غیب میں رکھا ہے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

فقال ان هذه الامة تبتلى في قبورها فلولا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذى اسمع منه.

(صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۲)

ترجمہ: "اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے جو میں سنتا ہوں"۔ (صحیح مسلم ص ۳۸۶' ج ۲)

لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کی عبرت کے لئے کبھی کبھی عذاب قبر کا مشاہدہ بھی

کرا دیتے ہیں۔ (جیسا کہ چند واقعات اوپر گزر چکے ہیں) واقعہ یہ ہے کہ اگر اس قسم کے واقعات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

۳۔عذاب قبر سے بچنے کے لئے چند امور کا اہتمام ضروری ہے۔

اول: یہ کہ ان تمام امور سے اجتناب کیا جائے جو عذاب قبر کا سبب ہیں۔ اور جن کا خلاصہ اوپر ابن قیمؒ کے کلام میں گزر چکا ہے۔ حاصل یہ کہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

دوم: یہ کہ جو کوتاہیاں اور لغزشیں اب تک ہو چکی ہیں صدق دل سے ان سے توبہ کی جائے اور جو حقوق اپنے ذمہ ہوں ان کو اہتمام سے ادا کیا جائے' اگر کسی کو ایذا پہنچائی ہو تو اس سے معافی تلافی کرائی جائے' غرضیکہ آدمی ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہو تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کوئی حق اس کے ذمہ نہ ہو۔

سوم: یہ کہ عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام کیا جائے۔ اوپر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام والتزام فرماتے تھے۔

عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا فرغ احدکم من التشہد الأخر فلیتعوذ باللہ من اربع من عذاب جہنم ومن عذاب القبر و فتنة المحیا و الممات ومن شر المسیح الدجال رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۸۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: ''جب تم میں سے کوئی شخص آخری التحیات سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے۔ جہنم کے عذاب سے' قبر کے عذاب سے' زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے شر سے''۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص ۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ صحابہؓ کو یہ دعا

اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ دعا کیا کرو:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمهم هذا الدعاء کما یعلمهم السورة من القرآن یقول قولوا اللهم انی اعوذبك من عذاب جهنم واعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسیح الدجال واعوذبك من فتنة المحیا والممات رواه مسلم. (مشکوٰۃ ص ۸۷)

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص ۸۷)

چہارم: سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی (الملک) پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ "یہ عذاب قبر سے بچاتی ہے" ایک اور حدیث میں ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا ینام حتی یقرأ الم تنزیل وتبارك الذی بیده الملك رواه احمد والترمذی والدارمی. (مشکوٰۃ ص ۱۸۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ سونے سے پہلے (الم تنزیل) اور (تبارك الذی بیده الملك) پڑھا کرتے تھے"۔

عذاب قبر کے سلسلے میں شبہات کے جوابات:

س...... ایک سوال کے جواب میں جو عذاب قبر سے متعلق ہے آپ نے جواب یہاں تحریر فرمایا ہے کہ:

''قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، قرآن کریم میں اجمالاً اس کا ذکر ہے۔''

محترم! آپ اپنے جواب کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت کردیجئے عین نوازش ہوگی:

۱:......ان قرآنی آیات کی ذرا نشاندہی فرمادیجئے جہاں عذاب قبر کا تذکرہ ہے کیونکہ آپ نے خود لکھا ہے کہ قرآن شریف میں ان کا اجمالاً تذکرہ موجود ہے۔

۲:......یہ عذاب قبر کیا صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے؟ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے جو اپنے مردے جلا دیتے ہیں؟ بالخصوص ہندو، کیا ان کو عذاب قبر نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا، تو کیوں نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے، تو اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟

۳:......مسلمانوں پر اس ''نظر کرم'' کی کوئی خاص وجہ؟ یا یوں کہہ لیں ہر اس قوم پر جو مردے دفناتی ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

۴:......قرآن شریف میں بچے کو دودھ پلانے کی مدت اور بعض دیگر جزئیات تک کا ذکر ہے، اتنا اہم مسئلہ صرف اجمالی اہمیت کا حامل کیسے ٹھہر گیا؟

۵:......آپ جواب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

''نیک و بد اعمال کی کچھ نہ کچھ سزا و جزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور کچھ قبر میں ملتی ہے، پوری آخرت میں ملے گی، دنیاوی سزا اور قبر کی سزا کے باوجود جس شخص کی بدیوں کا پلہ بھاری ہوگا اس کو دوزخ کی سزا بھی ملے گی، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں تو ان کی شانِ کریمی ہے۔'' دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ ایک ''بادشاہ'' ہے، اگر اس کا دل چاہے گا تو معاف بھی کردے گا، تو سوال یہ ہے کہ اگر کسی نیکوکار سے وہ ''بادشاہ'' ناراض ہوگیا تو اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، یہ تو بادشاہت ہے، کسی قانون کسی آئین کے تحت تو ہو نہیں رہا، اس کی مرضی ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوگا کہ بیچارہ نیکوکار معلوم ہوا جہنم میں پڑا سڑ رہا ہے؟ بادشاہت میں تو ایسا ہی ہوتا ہے، ذرا وضاحت کردیں۔

۶:......جب عذاب قبر کا خود ساختہ وجود ہے، تو ثواب قبر کیوں نہیں ہوتا؟

گناہ گاروں کو تو سزا مل رہی ہے، نیکوکاروں کو جزا کیوں نہیں ملتی؟

۷:......اللہ کی فطرت اس کے قوانین پوری انسانیت کے لئے ایک ہی ہیں، قرآن مجید میں کئی دفعہ ذکر کیا گیا ہے اللہ کی فطرت تبدیل نہیں ہوتی، تو پھر ایسا کیوں ہے کہ جو دفنائے اسے تو آپ کے خودساختہ فرشتے آگھیریں اور جو جلادیں ان کے مزے ہی مزے۔

۸:......کیا بحیثیت مسلمان میں اپنے وصیت نامے میں یہ وصیت کرسکتا ہوں کہ مرنے کے بعد عذاب قبر سے بچانے کے لئے میری لاش کو دفنایا نہ جائے، جلادیا جائے؟

۹:......فرعون کی لاش دیگر کئی فراعین کے ساتھ صحیح سلامت موجود ہے، اس کے عذاب قبر سے متعلق کیا خیال ہے؟

۱۰:......عذاب قبر روح کو ہوتا ہے یا بدن کو؟ اسے کیسے ثابت کریں گے

۱۱:......یورپ میں آج کل بہت ساری لاشیں تجربات کے لئے لمبے عرصے کے لئے شیشے کے مرتبانوں میں محفوظ کی جارہی ہیں، ان کے عذاب قبر سے متعلق آپ کیا فرمائیں گے؟

۱۲:......عذاب قبر کی ضرورت کیا ہے؟ جب قیامت میں گناہ گار جہنم میں جائیں گے ہی تو انہیں یہ اضافی "بونس" دینے کی کیا تک ہے؟ کیا جہنم کا عذاب کافی نہیں؟

ج......سورۂ مؤمن میں ہے:

"اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ." (مؤمن:۴۶،۴۷)

ترجمہ:......"وہ آگ ہے کہ دکھلادیتے ہیں ان کو صبح

اور شام، اور جس دن قائم ہوگی قیامت، حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔ اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے تابع، پھر کچھ تم ہم پر سے اٹھا لوگے حصہ آگ کا؟“

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اور سورۂ نوح میں ہے:

”مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا. فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا.“ (نوح:۲۵)

ترجمہ:......”کچھ وہ اپنے گناہوں سے دبائے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔“ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

۲۔۳:......مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں، کفار کو بھی ہوتا ہے، جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے ان کو بھی ہوتا ہے۔

۴:......نماز جیسی اہم چیز، جو دین کا رکن اعظم ہے، اس کا بھی اجمالی ذکر ہے، نماز کی رکعتوں کی تعداد اور نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد نہیں فرمایا گیا، نماز کے بعد دوسرا رکن زکوٰۃ ہے، اس کا ذکر بھی اجمالاً ہے، مقدار زکوٰۃ، شرائط زکوٰۃ اور کن کن مالوں پر زکوٰۃ فرض ہے، اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تیسرا رکن روزہ ہے، اس کی بھی مکمل تفصیلات ذکر نہیں کی گئیں۔ چوتھا رکن حج ہے، اس کی تفصیلات بھی علی الترتیب درج نہیں، قرآن کریم کی جو تشریح صاحب قرآن ﷺ نے بیان فرمائی وہ امت کے لئے واجب الاعتقاد اور واجب العمل قرار دی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ.“ (پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا)، اسی طرح: ”وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ.“ (اور جو دے تم کو رسول سو لے لو)، وقولہ تعالیٰ: ”وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ.“ (اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ

اس کا حکم ماننیں اللہ کے فرمانے سے) الی غیر ذالک من الآیات الکثیرۃ۔

۵:......قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ''ملک الناس'' اور ''مالک الملک'' فرمایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے پر بھی آپ کو اعتراض ہے؟ اور یہ بات میری کس تقریر سے لازم آئی کہ جزا و سزا بغیر کسی قانون کے ہے؟

۶:......قبر میں ثواب بھی ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔''

۷:......اوپر بتاچکا ہوں کہ دفن ہونے والے اور جلا دئے جانے والوں کے درمیان تفریق غلط ہے، سب کو قبر کا عذاب ہوسکتا ہے، اور ہوتا ہے۔ ہاں! ہماری فہم و ادراک سے بالا تر چیز ضرور ہے، جو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی وحی سے معلوم ہوسکتی ہے، اور فرشتے نعوذ باللہ میرے خود ساختہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، جن کے وجود کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، اگر آپ آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں تو انتظار کیجئے، وہ وقت جلد آیا چاہتا ہے جب آپ کو اس عذاب کا مشاہدہ اور تجربہ ہوجائے گا، اس وقت یقین لایئے گا، لیکن افسوس! کہ اس وقت کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔

۸:......میں تو عذاب قبر کے منکر کو سچا مسلمان ہی نہیں سمجھتا، کیونکہ وہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے متواتر ارشادات کے علاوہ امت اسلامیہ کے قطعی عقیدہ کی اپنی جہالت و ناواقفی کی وجہ سے تکذیب کرتا ہے، اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ لاش محفوظ ہو، گل سڑ جائے، یا جلا دی جائے، کوئی حالت بھی عذاب قبر سے مانع نہیں، اس کے باوجود اگر آپ جلانے کی وصیت (نعوذ باللہ) کرنا چاہتے ہیں تو آپ بہتر جانتے ہیں، کیا اس کے بجائے یہ آسان نہیں کہ ایمان بالغیب کے طور پر آپ اس عقیدہ ہی کو مان لیں، اگر قبر میں واقعی عذاب ہوتا ہے تو آپ بچ جائیں گے، اور اگر نہیں ہوتا تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔

۹:......فرعون کی لاش کو بھی عذاب ہو رہا ہے، قرآن کریم کی جن آیات کا

اوپر حوالہ دیا ہے وہ فرعون اور آل فرعون ہی سے متعلق ہیں۔

۱۰:.....قبر کا عذاب بلا واسطہ روح کو ہوتا ہے اور بالواسطہ بدن کو، جس طرح کہ دنیا کی تکلیف بلا واسطہ بدن کو ہوتی ہے اور بالواسطہ روح کو، اور معیار احادیث شریفہ ہیں۔

۱۱:.....ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو نمبر:۹ کے بارے میں کہہ چکا ہوں، ان کو بھی عذاب ہوتا ہے، مگر مجھے اور آپ کو اس کا ادراک نہیں ہوتا، جس طرح خواب دیکھنے والے پر جو کچھ گزرتی ہے اس کا ادراک پاس بیٹھے جاگنے والے کو نہیں ہوتا۔

۱۲:.....میرا اور آپ کا کام خدا و رسولؐ کی بات پر ایمان لانا ہے، ان کے کاموں کی ضرورتیں بتانا نہیں، جب قبر میں فرشتے عذاب دیں گے ان سے دریافت فرمالیجئے گا کہ اس کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھا دوزخ میں بھیج دو، اضافی ''بونس'' کیوں دیا جارہا ہے؟؟؟

نصیحت:.....سوالات کا مضائقہ نہیں، مگر آدمی کو گستاخانہ لہجہ نہیں اختیار کرنا چاہئے، خصوصاً اللہ و رسولؐ کی بات پر گستاخانہ لہجہ اختیار کرنا ایمان کے منافی ہے۔ واللہ اعلم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔